کربلا

منشی پریم چند

کربلا

منشی پریم چند

پبلشرز

لاجپت رائے اینڈ سنز تاجران کتب

لاہور

قیمت ۸/

سوشانہ پرنٹر و پبلشر نے مرکنٹائل پریس لاہور سے چھپوا کر لوہاری دروازہ لاہور سے شائع کیا

پہلا ایکٹ

پہلا سین

(رات کے ۹ بجے ہیں یزید۔ ضحاک۔ شمس اور کئی اہلِ دربار بیٹھے ہوئے ہیں شراب کی صراحی اور پیالہ رکھا ہوا ہے)

یزید۔ شہر میں میری خلافت کی منادی کر دی گئی؟

ضحاک۔ کوئی گلی۔ کوچہ ناکہ۔ سڑک۔ مسجد بازار اور خانقاہ ایسی نہیں ہے جہاں اِس منادی کی آواز نہ پہنچی ہو۔ یہ آواز فضائے ہوا کو طے کرتی ہوئی تمام حجاز۔ یمن عراق۔ مکہ اور مدینہ میں پہنچ گئی ہے اور اسے سُن کر دشمنوں کے دل ہل گئے ہیں۔

یزید۔ نقارچی کو خلعت دیا جائے۔

ضحاک۔ بہت خوب امیر!

یزید۔ میری بیعت لینے کے لئے سب کو حکم دیدیا گیا؟

ضحاک۔ امیر کے حکم دینے کی ضرورت نہ تھی۔ کل قبل طلوع آفتاب تمام شام بیعت کیلئے حاضر ہو جائے گا۔

یزید۔ شراب کا پیالہ پی کر، نبیؐ نے شراب کو حرام کہا۔ یہ اس آب حیات کے ساتھ کتنا بڑا ظلم ہے۔ یہ اس وقت کیلئے بلا شبہہ مناسب تھا۔ کیونکہ ان دلوں کسی کو اس نعمت سے بہرہ ور ہونے کا موقع ہی نہ تھا لیکن اب وہ حالت نہیں ہے تخت پر بیٹھنے والے خلیفہ کے لئے ایسی نعمت کو حرام کر دینے سے تو یہی اچھا ہے کہ وہ خلیفہ ہی نہ رہے۔ کیوں ضحاک کوئی قاصد مدینہ بھیجا گیا؟

ضحاک۔ امیر کے حکم کا انتظار تھا۔

یزید۔ ضحاک۔ قسم خدا کی میں اس تساہلی کو کبھی معاف نہیں کر سکتا۔ فوراً قاصد بھیجو اور ولید کو سخت تاکید لکھو کہ وہ حسینؑ سے میرے نام پر بیعت لے۔ اگر وہ انکار کریں تو انہیں قتل کر دے اسمیں ذرا بھی توقف نہ ہونا چاہیئے۔

ضحاک۔ یا مولا۔ میں تو یہی عرض کروں گا کہ اگر حسینؑ بیعت قبول بھی کر لیں تو بھی ان کا زندہ رہنا خاندان ابو سفیان کے لیے ہمیشہ مضر ہی ثابت ہوگا۔ حسینؑ ایک نہ ایک روز ضرور دغا کریں گے۔

یزید۔ ضحاک کیا تم خیال کرتے ہو کہ حسینؑ میری بیعت قبول کر لینگے۔ یہ محال ہے۔ حسینؑ کبھی میری بیعت نہ کرینگے۔ چاہے ان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں اور نعش کو گھوڑوں سے پامال کیا جائے۔ اگر تقدیر پلٹ سکتی ہے۔ دریا کی روانی تھم سکتی ہے۔ زمانہ کی رفتار رک سکتی ہے تو حسینؑ بھی میری بیعت کر سکتے ہیں لیکن بیعت کرنیکے بعد پھر چاہے تقدیر پلٹ جائے۔ دریا کی روانی تھم جائے زمانہ کی رفتار رک جائے۔ مگر حسینؑ دغا نہیں کر سکتے۔ ان سے بیعت لینے کا مطلب ہی یہ ہے کہ انہیں اس دنیا سے رخصت کر دیا جائے۔ حسینؑ ہی میرے دشمن ہیں مجھے ان سے

کا خوف نہیں ہے۔ میں تمام دنیا کی فوجوں سے نہیں ڈرتا میں ڈرتا ہوں تو اسی ننھے حسینؑ سے (پیالہ بھر کر پی جاتا ہے) حسینؑ نے میرا خواب خور حرام کر رکھا ہے ابوسفیان کی اولاد بنی ہاشم کے سامنے سر نہ جھکائے گی۔ خلافت کو ان کے ہاتھ میں پھر نہ جانے دے گی۔ انہوں نے ادنیٰ و اعلیٰ کی تمیز اٹھا دی۔ ہر ایک فاقہ کش سمجھتا ہے کہ میں مسند خلافت کے لائق ہوں اور امیروں کے دستر خوان پر کھانے کا مجھ کو حق ہے۔ میرے والد مرحوم نے اس خلش کو بہت کچھ مٹایا آج خلیفہ شان و شوکت میں دنیا کے کسی تاجدار سے شرمندہ نہیں ہو سکتا۔ جوتا ٹانکنے والے اور سوکھی روٹی کھا کر خدا کا شکر ادا کرنے والے خلیفوں کے دن گئے۔

ضحاک۔ خدا نہ کرے کہ وہ دن پھر آئیں۔

عبدالشمس۔ ان ہاشمیوں سے ہمیں عثمان کے خون کا بدلہ لینا ہے۔

یزید۔ خزانہ کھول دو اور رعایا کے دلوں کو اپنی مٹھی میں کر لو روپیہ خدا کے خوف کو دل سے دور کر دیتا ہے۔ تمام شہر کی دعوت کر دو۔ اگر خزانہ خالی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر ہر ایک سپاہی کو نہال کر دو۔ لیکن اگر ان رعائتوں کے باوجود تم سے کوئی منحرف ہو تو اسے قتل کر ڈالو مجھے اس وقت زر کی طاقت سے مذہب اعتقاد اور وفاداری پر فتح حاصل کرنی ہے۔

(ہندہ آتی ہے)

یزید۔ ہندہ تم نے اس وقت کیسے تکلیف کی؟

ہندہ۔ یا امیر میں آپ کی خدمت میں صرف اسلئے حاضر ہوئی ہوں کہ آپکو اس ارادہ سے باز رکھوں۔ آپ کو امیر معاویہؓ کی قسم اپنے دین و ایمان کو اور

اپنی نجات کو یوں خراب نہ کیجئے۔ جس نبیؐ سے آپ سے اسلام کی روشنی پائی۔ جس کی ذات سے آپ کو رتبہ ملا۔ جس نے آپ کی روحانیت کو اپنے پند ونصائح سے بیدار کیا۔ جس نے آپکو جہالت کے تاریک گڑھے سے نکالکر آفتاب کے پہلو میں بیٹھایا۔ اُس خدا کے بھیجے ہوئے بزرگ کے نواسے کا خون بہانے کے لئے آپ آمادہ ہیں؟

یزید۔ ہندہ خاموش رہ۔

ہندہ۔ کیسے خاموش رہوں۔ آپ کو اپنی آنکھوں سے جہنم کی غار میں گرتے دیکھکر خاموش نہیں رہ سکتی آپ کو معلوم نہیں کہ روح رسولؐ بہشت میں بیٹھی ہوئی آپ کی اس ناانصافی کو دیکھکر آپکے اوپر کتنی لعنت کرتی ہوگی۔ آپ قیامت کے دن اپنا منہ انہیں نہ دکھا سکیں گے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ اپنی نجات کا دروازہ بند کر رہے ہیں؟

یزید۔ ہندہ یہ مذہب کی باتیں مذہب کے لئے ہیں۔ دنیا کے لئے نہیں ہیں۔ میرے دادا نے اسلام اس لئے قبول کیا تھا کہ انہیں اس سے دولت وعزت نصیب ہو نجات کے لئے وہ اسلام پر ایمان نہیں لائے تھے اور نہ آج میں اسلام کو نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

ہندہ۔ امیر۔ خدا کے واسطے ایسے مکروہ الفاظ منہ سے نہ نکالئے۔ آپکو معلوم ہے کہ اسلام نے عرب کی لامذہبیت کو کتنی آسانی سے دور کر دیا۔ صرف ایک ذات واحد نے کفر کا نشان تک مٹا دیا۔ کیا خدا کی مرضی کے بغیر یہ امر ممکن تھا کبھی نہیں آپ کو معلوم ہے کہ رسولؐ حسینؑ کو کتنا پیار کرتے تھے؟ حسینؑ کو

وہ کندھوں پر بٹھاتے تھے اور اپنی زلفوں کو ان کے دست نازک کیلئے وقف کر دیتے تھے۔ جس پیشانی کو آپ اپنے پیروں پر جھکانا چاہتے ہیں۔ وہ رسولؐ کی بوسہ گاہ تھی۔ حسینؑ سے دشمنی کر کے آپ اپنے حق میں کانٹے بو رہے ہیں خلافت اُس کی ہے جسے اکابر قوم قبول کریں۔ یہ کسی کی میراث نہیں ہے۔ آپ خود مدینہ جائیے اور دیکھئے قوم کس پر خلافت کا بار رکھتی ہے۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کیجئے اگر قوم آپ کو اِس رُتبہ پر بٹھا دے تو مدینہ میں رہ کر شوق سے اسلام کی خدمت کیجئے۔ مگر خدا کے واسطے یہ ہنگامہ برپا نہ کیجئے (جاتی ہے)

یزید۔ سرجون رومی کو بلاؤ۔

(سرجون آکر آداب بجالاتا ہے)

یزید۔ جس وفاداری کے ساتھ آپ نے والد مرحوم کی خدمت کی ہے۔ اس کے لئے میں آپ کا شکر گذار ہوں مگر اِس وقت مجھے آپ کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ بصرہ کی صوبہ داری کیلئے آپ کِسے تجویز کرتے ہیں؟

رومی۔ خدا امیر کو سلامت رکھے۔ میرے خیال میں عبداللہ بن زیاد سے زیادہ لائق آدمی آپکو مشکل سے ملیگا۔ زیاد نے امیر معاویہؓ کی جو خدمت کی اُس کی یاد ہمیشہ تازہ رہیگی۔ عبداللہ اُسی باپ کا بیٹا ہے۔ اس خاندان کا وہ اتنا ہی سچا غلام ہے۔ اُس کے پاس فوراً قاصد بھیج دیجئے۔

یزید۔ مجھے زیاد کے بیٹے سے شکایت ہے کہ اُس نے بصرے والوں کی مجھے اطلاع نہیں دی۔ مجھے خوف ہے کہ بصرے والے مجھ سے بغاوت کر جائینگے۔

رومی۔ زیاد پر آپ کا شک بیجا ہے آپ کے مددگار آپ کے پاس خود بخود نہ

آئیں گے وہ تلاش کرنے سے منّت و عایت کرنے سے آئیں گے آپ ہی آپ وہ لوگ آئیں گے جو آپکی ذات سے خود فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں۔ اس منصب کے لئے زیاد سے بہتر آدمی آپ کو نہ ملے گا۔

یزید۔ سوچوں گا۔ (شراب کا پیالہ اٹھا کر پیتا ہوا۔) ضحاک کوئی نغمۂ دلنواز سناؤ۔ جس کا مزہ اس فکر کو مٹا دے جو اس وقت میرے دل و جگر پر سنگِ گراں کی طرح بار ہو رہی ہے۔

ضحاک۔ جیسا ارشاد (دف بجا کر گاتا ہے)

(پردہ گرتا ہے)

دُوسرا سین

(رات کا وقت ہے۔ مدینہ کا گورنر ولید اپنے دربار میں بیٹھا ہوا ہے)

ولید۔ (خود بخود) مروان کتنا خود غرض آدمی ہے۔ میرا ماتحت ہو کر بھی مجھ پر رعب جماتا ہے اُس کی مرضی پر چلتا تو آج سارا مدینہ میرا دشمن ہو جاتا اُس نے رسُول کے خاندان سے ہمیشہ دشمنی کی ہے۔

(قاصد آتا ہے)

قاصد۔ یا امیر یہ خلیفہ یزید کا خط ہے۔

ولید (گھبرا کر) خلیفہ یزید! امیر معاویہ کو کیا ہوا؟

قاصد۔ آپ کو پوری کیفیت اس خط سے معلوم ہو گی۔

(خط ولید کے ہاتھ میں دیتا ہے)

ولید (خط پڑھکر) امیر معاویہ کی روح کو خدا جنت نصیب کرے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یزید کیونکر خلیفہ ہو گیا۔ امنا، قوم کی کوئی مجلس نہیں ہوئی اور کسی نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ مدینہ میں یہ خبر پھیلے گی تو غضب ہو جائیگا۔ حسینؑ یزید کو کبھی خلیفہ نہ مانیں گے۔

قاصد (دوسرا خط دیکر) حضور اسے بھی دیکھ لیں۔

(ولید خط کھولکر پڑھتا ہے)

"حاکم مدینہ کو تاکید کی جاتی ہے کہ اس خط کو دیکھتے ہی حسین (علیہ السلام) سے میرے نام پر بیعت لے۔ انکار کرنے پر انہیں قتل کر کے ان کا سر میرے پاس بھیجدے" ولید آہ سرد بھر کر سر جھکا لیتا ہے)

قاصد۔ مجھے کیا حکم ہوتا ہے؟

ولید۔ تم جاکر باہر ٹھہرو (دل میں) خدا وہ دن نہ لائے کہ مجھے رسولؐ کے نواسے کیساتھ یہ نفرت انگیز عمل کرنا پڑے۔ ولید اتنا لامذہب نہیں ہے۔ خدا رسول کو اتنا نہیں بھولا ہے۔ یا خدا اس سے پہلے کہ میری تلوار حسینؑ کی گردن پر چلے میرے ہاتھ ہی ٹوٹ جائیں کاش مجھے معلوم ہوتا کہ امیر معاویہ کی موت اتنی نزدیک ہے اور انکی آنکھیں بند ہوتے ہی مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑیگا تو پہلے ہی سے استعفا دے کر چلا جاتا۔ مروان کی صورت دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر اس وقت اسکی مرضی کے خلاف کام کرنا اپنی موت کو بلانا ہے وہ ذرا ذرا سی خبریں یزید کے پاس بھیجے گا۔ اس کے سامنے میری کچھ بھی سماعت نہ ہو گی ایسا افسر جو ماتحتوں سے

ڈرے۔ ماتحت سے بھی بدتر ہے۔ جس وزیر کا غلام بادشاہ کا معتمد ہو اسکے لئے مسند وزارت پر بیٹھنے کی بہ نسبت جنگل میں اونٹ چرانا ہزار درجہ بہتر ہے۔

(غلام کو بلاتا ہے)

غلام۔ امیر کیا حکم فرماتے ہیں؟

ولید۔ جا کر مردان کو بلا لا۔

غلام۔ جو حکم (جاتا ہے)

ولید۔ (دل میں) حسینؑ کیسے نیک آدمی ہیں۔ انکی زبان سے کبھی کسی کی برائی نہیں سنی انہوں نے کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ ان سے میں کیونکر یزید سے فاسق کی بیعت لے سکوں گا۔

(مردان آتا ہے)

مردان۔ اتنی رات گئے مجھے آپ نہ بلایا کریں میری جان اتنی ارزاں نہیں ہے کہ میں باغیوں کو چھپ کر حملہ کرنے کا موقع دوں۔

ولید۔ تمہارا بڑھاپا ہی کیوں ایسا ہو کہ تمہارے اوپر کسی قاتل کی تلوار اٹھے ابھی ابھی قاصد معاویہ کی موت کی خبر لایا ہے۔ اور یزید کا ایک خط بھی آیا ہے مجھے تم سے اس کی بابت مشورہ کرنا ہے (مردان کو خط دیتا ہے)

مردان۔ (خط پڑھکر) آہ! معاویہ یہ تم نے بے وقت وفات پائی تمہارا نام تاریخ میں ہمیشہ روشن رہیگا۔ تمہارے طرز عمل کو یاد کرکے لوگ بہت دن تک روئیں گے۔ یزید نے خلافت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ یہ بہت مناسب ہوا میرے خیال میں حسینؑ کو اسی وقت بلانا چاہئے۔

ولید۔ تمہارے خیال میں حسینؑ بیعت کر لیں گے؟

مروان۔ غیر ممکن ان سے بیعت لینا انہیں قتل کرنے کو کہنا ہے۔ مگر ابھی معاویہ کے مرنے کی خبر مشہور نہ ہونی چاہیئے۔

ولید۔ اس معاملہ پر غور کرو۔

مروان۔ غور کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کی جگہ ہوتا تو بیعت کا ذکر ہی نہ کرتا فوراً قتل کر ڈالتا۔ حسین (علیہ السلام) کے زندہ رہتے ہوئے یزید کو کبھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ امیر معاویہ کے مرنے کی خبر پھیل گئی۔ تو ہماری جان سلامت نہ رہیگی۔ نہ آپ کی۔ حسینؑ سے آپ کا کتنا ہی دوستانہ ہو لیکن حسینؑ آپ کے جانی دشمن ہو جائیں گے +

ولید۔ تمہیں امید ہے کہ وہ اس وقت یہاں چلے آئیں گے؟ انہیں شبہ ہو جائے گا۔

مروان۔ اگر حسینؑ کو آپکے اوپر بھروسہ ہے تو وہ اس وقت بھی چلے آئینگے مگر آپ کی تلوار تیز اور خون گرم رہنا چاہیئے۔ یہی کارگذاری کا موقع ہے۔ اگر ہم لوگوں نے اس موقع پر یزید کی مدد کی تو کوئی شک نہیں کہ ہمارے اقبال کا ستارہ روشن ہو جائے گا۔

ولید۔ مروان میں یزید کا غلام نہیں خلیفہ کا نوکر ہوں اور خلیفہ وہی ہے جسے قوم چُن کر مسند خلافت پر بٹھا دے میں اپنے دین و ایمان کا خون کرنے سے یہ کہیں بہتر سمجھتا ہوں کہ قرآن پاک کی کتابت سے زندگی بسر کر دوں۔

مروان۔ یا امیر میں آپ کو یزید کے غصہ سے ہوشیار کئے دیتا ہوں میری اور

آپ کی بھلائی اسی میں ہے کہ یزید کا حکم بجا لائیں۔ ہمارا کام ان کی اطاعت کرنا ہے۔ آپ تذبذب میں نہ پڑیں اسی وقت حسینؑ کو بلا بھیجیں۔

(غلام کو پکارتا ہے)

غلام۔ یا امیر کیا حکم ہے۔

مروان۔ جا کر حسینؑ ابن علی کو بلا لا۔ دوڑتے جائیو۔ کہیو کہ امیر آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔

(غلام چلا جاتا ہے)

تیسرا سین

رات کا وقت حضرت امام حسینؑ اور حضرت عباس مسجد میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں ایک چراغ جل رہا ہے

حسینؑ۔ میں جب خیال کرتا ہوں کہ نانا مرحوم نے تنہا ایسے ایسے سرکش بادشاہوں کو پست کر دیا اور خدا کی وحدانیت دنیا سے منوا لی تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ ان پر خدا کا سایہ تھا۔ بیشک امداد غیبی ان کے ساتھ تھی۔ خدا کی مدد کے بغیر کوئی انسان یہ کام نہیں کر سکتا۔ سکندر کی بادشاہت تھوڑے دنوں تک قائم رہی۔ ان پر خدا کا سایہ نہ تھا۔ وہ اپنی ہوس کی دھن میں قوموں کو فتح کرتے تھے۔ نانا نے توحید کا نعرہ بلند کیا۔ تو اسی سے دنیا گونج اٹھی اور ہر طرف سے صدائے بازگشت کی طرح اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کی صدا سنائی دینے لگی۔

عباسؓ۔ اس میں کس کو شک ہو سکتا ہے کہ وہ پیغمبر خدا تھے۔ خدا کی پناہ جس

وقت حضرت نے اسلام کی صدا بلند کی تھی۔ اس ملک میں جہالت کی کتنی سخت تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ وہ خدا ہی کی آواز تھی۔ جو آپ کے دل سے بلند ہوتی تھی۔ جو کانوں میں پڑتے ہی دلوں میں اتر جاتی تھی۔ دوسرے مذہب والے کہتے ہیں کہ اسلام نے تلوار کے زور سے اپنا سکہ جمایا۔ کاش انہوں نے حضرت کی آواز سنی ہوتی! میرا تو دعویٰ ہے کہ قرآن پاک میں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے، جس کا منشا تلوار سے اسلام پھیلانا ہو۔

حسینؑ۔ مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ ابھی سے قوم نے انکی نصیحتوں کو فراموش کرنا شروع کر دیا اور وہ ناپاک وجود جو حضور کی مسند پر بیٹھا ہوا ہے۔ آج کھلے بندوں شراب پیتا ہے۔ (غلام آتا ہے)

غلام۔ آل نبی پر خدا کی رحمت ہو۔ امیر نے آپکو کسی ضروری کام کیلئے بلایا ہے

عباس۔ یہ وقت ولید کے دربار کا نہیں ہے۔

غلام۔ حضور کوئی خاص کام ہے۔

حسینؑ۔ تو جا ہم گھر جاتے وقت اُدھر سے ہوتے جائیں گے (غلام چلا جاتا ہے)

عباس۔ بھائی جان! مجھے تو اس بے وقت کی طلبی سے کچھ اندیشہ ہو رہا ہے یہ وقت دربار کا نہیں مجھے دال میں کچھ کالا سا نظر آتا ہے کیا آپ کچھ قیاس فرما سکتے ہیں کہ کس لئے بلایا ہے؟

حسینؑ۔ میرا دل تو گواہی دیتا ہے۔ کہ معاویہ نے وفات پائی۔

عباس۔ تو ولید نے آپکو اس لئے بلایا ہوگا کہ آپ سے یزید کی بیعت لے۔

حسینؑ۔ میں یزید کی بیعت کیونکر کرنے لگا۔ معاویہ نے بھائی امام حسنؑ سے شرط

کی تھی کہ وہ اپنے مرنے کے بعد اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ نہ بنائیگا۔ امام حسنؑ کے بعد خلافت پر میرا حق ہے اگر معاویہ مر گیا ہے اور یزید کو خلیفہ بنایا گیا ہے۔ تو اس نے میرے ساتھ اور اسلام کیساتھ دغا کی ہے۔ یزید شرابی ہے۔ بدکار ہے۔ جھوٹا اور لانڈ بہت ہے۔ کتوں کو گود میں لیکر بیٹھتا ہے چاہے مجھے جان سے ہاتھ دھونا پڑے لیکن میں اس کی بیعت نہ کروں گا۔

عباسؓ۔ معاملہ نازک ہے۔ یزید کی ذات سے کوئی بات بعید نہیں کاش ہمیں معاویہ کی بیماری اور موت کی خبر پہلے ہی مل گئی ہوتی۔ (غلام پھر آتا ہے)

غلام۔ حضور تشریف نہیں لائے۔ امیر آپکے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

حسینؑ۔ تف ہے تجھ پر تو وہاں گیا بھی کہ راستے ہی سے لوٹ آیا۔ چل میں ابھی آتا ہوں اب پھر نہ آنا۔

غلام۔ حضور! امیر سے جب میں نے جا کر کہا کہ وہ ابھی آتے ہیں تو وہ چپ ہو گئے مگر مروان نے کہا کہ وہ کبھی نہ آئیں گے۔ آپ سے دغا کرینگے۔ اس پر امیر ان سے بہت ناراض ہوئے اور کہا حسینؑ صادق القول ہیں جو کہتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔

حسینؑ۔ ولید نہایت شریف آدمی ہے تم جاؤ۔ ہم ابھی آتے ہیں۔

(غلام چلا جاتا ہے)

عباسؑ۔ آپ جائیں گے؟

حسینؑ۔ جب تک کوئی سبب نہ ہو کسی کی نیت پر شک کرنا مناسب نہیں

عباسؑ۔ بھیا میری جان آپ پر فدا ہو مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ آپ کو

قید نہ کرے۔

حسینؑ۔ ولید پر مجھے اعتبار ہے ابوسفیان کی اولاد ہونے پر بھی وہ شریف اور نیک خیال ہے۔

عباسؓ۔ آپ اس پر اعتبار کریں مگر میں تو آپ کو وہاں جانے کی ہرگز صلاح نہ دوں گا۔ اس سناٹے میں اگر اس نے کوئی دغا کی تو کوئی فریاد سننے والا بھی نہ ہوگا۔ آپکو معلوم ہے کہ مروان کتنا دغاباز اور حرام کار ہے۔ میں اسکے سایہ سے بھی دور رہتا ہوں۔ جبتک آپ مجھے یہ اطمینان نہ دلا دیجئے گا کہ دشمن آپ کا بال تک بیکا نہ کر سکیں گے۔ میں آپ کا دامن نہ چھوڑوں گا۔

حسینؑ۔ عباسؓ میری طرف سے بیفکر رہو مجھے حق پر اتنا یقین ہے اور حق کی اتنی طاقت مجھ میں ہے کہ مروان اور ولید تو کیا۔ یزید کی ساری فوج بھی مجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ مجھے یقین ہے کہ میری ایک آواز پر ہزاروں بندگان خدا جانثاران رسول دوڑ پڑیں گے۔ اور اگر کوئی میری آواز بھی نہ سنے تو بھی میرے بازوؤں میں اتنی قوت ہے۔ کہ میں تن تنہا ان میں سے سینکڑوں کو زمین پر سلا سکتا ہوں۔ حیدر کا شیر ایسے گیدڑوں سے نہیں ڈرتا۔ آؤ ذرا نانا کی قبر کی زیارت کر لیں (دونوں حضرت رسول خدا کی قبر کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھتے ہیں اور مسجد سے نکل کر گھر کی طرف چلتے ہیں)

چوتھا سین

(ولید کا دربار۔ ولید اور مروان بیٹھے ہوئے ہیں۔ رات کا وقت ہے)

مروان۔ دیکھئے اب تک نہیں آئے۔ میں نے آپ سے کہا تھا وہ ہرگز نہ آئیں گے۔

ولید۔ آئیں گے اور ضرور آئیں گے مجھے ان کے قول پر پورا اعتماد ہے۔

مروان۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ انہیں امیر کی وفات کی خبر ہو گئی ہو اور وہ اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے ہم سے جنگ کرنے آ رہے ہیں۔

(حسینؑ آتے ہیں ولید تعظیماً کھڑا ہو جاتا ہے اور دروازے پر آ کر مصافحہ کرتا ہے مروان اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے)۔

حسینؑ۔ خدا کی تم پر رحمت ہو (مروان کو بیٹھے دیکھ کر) اتحاد عناد سے اور محبت عداوت سے بہتر ہے۔ امیر نے مجھے کیوں یاد کیا ہے۔

ولید۔ اس تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔ آپ کو یہ سنکر افسوس ہو گا کہ امیر معاویہ نے وفات پائی۔

مروان۔ اور خلیفہ یزید نے حکم دیا ہے کہ آپ سے ان کے نام کی بیعت لی جائے

حسینؑ۔ یہ مناسب نہیں کہ مجھ جیسا آدمی پوشیدہ بیعت کر لے یہ نہ میرے لئے مناسب ہے اور نہ یزید کے شایاں شان۔ بہتر ہے کہ ایک جلسہ عام منعقد ہو اور شہر کے رؤسا و علماء کو بلا کر یزید کی بیعت کا سوال پیش کیا جائے۔ میں بھی ان لوگوں کے ساتھ رہوں گا اور اس وقت سب سے پہلے میں ہی جواب دونگا۔

ولید۔ مجھے آپ کی یہ صلاح مناسب معلوم ہوتی ہے۔ بیشک آپ کے بیعت کرنے سے وہ نتیجہ نہ نکلے گا جو یزید کا منشا ہے کوئی کہے گا آپ نے بیعت کی اور کوئی کہے گا نہیں کی۔ اس کی تصدیق کرنے میں بہت وقت صرف ہو گا۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ جلسہ عام طلب کر لیا جائے۔

مردان۔ امیر میں آپ کو خبردار کئے دیتا ہوں کہ ان باتوں میں نہ آیئے بغیر بیعت لئے ان کو یہاں سے جانے نہ دیجئے۔ ورنہ آپ ان سے اس وقت تک بیعت نہ لے سکیں گے۔ جب تک خون کی ندیاں نہ بہ جائیں یہ چنگاری کی طرح اڑ کر ساری خلافت میں آگ لگا دیں گے۔

ولید۔ مردان خدا کے واسطے چپ رہو۔

مردان۔ حسینؑ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں آپ کا دشمن نہیں ہوں میری دوستانہ صلاح یہ ہے کہ آپ یزید کی بیعت منظور کر لیجئے تاکہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے آپس کا فساد مٹ جائے اور خدا کے ہزاروں بندوں کی جانیں بچ جائیں۔ خلیفہ آپ کی بیعت کی خبر سنکر بہت خوش ہونگے اور آپکے ساتھ ایسے سلوک کرینگے کہ خلافت میں کوئی آدمی آپ کی ہمسری نہ کر سکے گا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپکی جاگیر اور وظیفے دوچند کرا دونگا۔ اور آپ مدینے میں عزت و احترام رسول کے قدموں سے لگے دین و دنیا میں سرخرو رہ کر زندگی بسر کر سکیں گے۔

حسینؑ۔ بس خاموش رہو مردان! میں تمہاری دوستانہ صلاح سننے کیلئے نہیں آیا ہوں تم نے کبھی اپنی دوستی کا ثبوت نہیں دیا اور اگر اس موقع پر

میں تمہاری صلاح کو دوستانہ نہ سمجھوں تو میرا دل اور میرا خدا مجھ سے ناخوش نہ ہوگا۔ کیا آج اسلام اتنا کمزور ہوگیا ہے۔ کہ رسول کا نواسہ یزید کی بیعت کرنے کیلئے مجبور کیا جائے؟

مردان۔ ان کی بیعت سے آپ کو کیوں اعتراض ہے۔

حسینؑ۔ اس لئے کہ وہ شرابی۔ جھوٹا۔ دغاباز۔ حرام کار اور ظالم ہے وہ علماء مشائخ کی توہین کرتا ہے۔ جہاں جاتا ہے۔ وہاں ایک گدھے پر ایک بندر کو عالموں کا کپڑا پہنا کر ساتھ لیجاتا ہے۔ میں ایسے آدمی کی بیعت اختیار نہیں کر سکتا۔

مردان۔ یا امیر آپ ان سے بیعت لینگے یا نہیں۔

حسینؑ۔ میری بیعت کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔

مردان۔ قسم خدا کی آپ بیعت قبول کئے بغیر نہیں جا سکتے۔ میں آپ کو یہیں قتل کر ڈالوں گا۔ (تلوار کھینچکر بڑھتا ہے)

حسینؑ (ڈپٹ کر) ظالم تو اور مجھے قتل کریگا! تجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے دور رہ ایک قدم بھی آگے رکھا تو تیرا ناپاک سر زمین پر ہوگا۔

(حضرت عباس تیس مسلح آدمیوں کے ساتھ تلوار کھینچے ہوئے گھس آتے ہیں)

عباسؓ۔ (مردان کی طرف جھپٹ کر) ملعون تیرے لئے دوزخ کا دروازہ کھلا ہؤا ہے۔

حسینؑ۔ مردان کے سامنے کھڑے ہو کر) عباسؓ تلوار نیام میں رکھو میری لڑائی مردان سے نہیں ہے۔ یزید سے ہے۔ مجھے اعتراض نہیں اگر یہ اپنے آقا کا وفادار خادم ہے"۔

عباسؓ - اس ملعون کی اتنی ہمت کہ آپ کے جسم مبارک پر ہاتھ اٹھائے۔ کیا اپنی ناپاک اصل کو بھول گیا۔

حسینؑ - بھیا! غصہ نہ ہو ہم کبھی ابتدا نہیں کرتے۔

ولید (حسینؑ سے) میں سخت نادم ہوں کہ میرے سامنے آپکی یہ توہین ہوئی خدا اس کا عذاب مجھے دے۔

حسینؑ - ولید میری تقدیر میں ابھی بڑی بڑی سختیاں جھیلنی لکھی ہیں یہ اس معرکہ کی تمہید ہے - جو پیش آنے والا ہے۔ ہم اور تم شاید پھر نہ ملیں - اس لئے رخصت میں تمہاری مروّت اخلاق کو کبھی نہ بھولوں گا - تم سے میری صرف یہ التجا ہے کہ میرے یہاں سے جانے میں معترض نہ ہونا۔

(دونوں گلے ملکر رخصت ہوتے ہیں عباسؓ اور تینوں آدمی باہر چلے جاتے ہیں)

مروان - ولید تمہاری بدولت مجھے یہ ذلت ہوئی۔

ولید - تم ناشکرے ہو - میری بدولت تمہاری جان بچگئی - ورنہ تمہاری لاش فرش پر تڑپتی نظر آتی۔

مروان - تم نے یزید کی خلافت یزید سے چھین کر حسینؑ کو دیدی - تم نے ابوسفیان کی اولاد ہو کر اسی خاندان سے دشمنی کی تم خدا کی درگاہ میں اس قتل و خونریزی کے ذمہ وار ہو گے - جو آج کی غفلت کی وجہ سے ہوئی۔

(مروان چلا جاتا ہے)

پانچواں سین

آدھی رات کا وقت ہے حسینؑ اور عباسؓ مسجد کے صحن میں بیٹھے ہیں

عباسؓ۔ بڑی خیریت ہوئی ورنہ ملعون نے دشمنوں کا کام ہی تمام کر دیا تھا۔

حسینؑ۔ تم لوگوں کی دوراندیشی بڑے موقع پر کام آئی۔ مجھے گمان نہ تھا کہ یہ سب میرے ساتھ اتنی دغا کریں گے۔ مگر یہ جو کچھ ہوا آگے چل کر اس سے بھی زیادہ ہوگا۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ ہمیں اب چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوگا۔ میرا بھی وہی حال ہونیوالا ہے جو بھائی امام حسنؑ کا ہوا۔

عباسؓ۔ خدا نہ کرے! خدا نہ کرے!!

حسینؑ۔ اب مدینہ میں ہم لوگوں کا رہنا کانٹوں کے بستر پر سونا ہے۔ بھیا شاید نبی کی اولاد شہید ہونے ہی کے لئے دنیا میں آتی ہیں۔ شاید نبیوں سے بھی آنیوالے واقعات کا انسداد نہیں ہوتا۔ نہیں تو کیا نانا کی مسند پر وہ لوگ بیٹھتے جو اسلام کے دشمن ہیں اور جنہوں نے صرف اپنی خود غرضی کیلئے نام ونہاد کو اسلام اختیار کیا ہے دیکھو میں رسول ہی سے پوچھتا ہوں کہ وہ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ مدینہ میں رہوں یا کہیں اور چلا جاؤں؟ (حضرت محمدؐ رسول اللہ کی قبر پر جا کر) اے خدا یہ تیرے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہے اور میں ان کا نواسہ ہوں۔ تو میرے دل کا حال جانتا ہے۔ میں نے ہمیشہ تیری اور تیرے رسول کی مرضی پر چلنے کی کوشش کی ہے۔ مجھ پر رحم کر اور اس پاک نبی کے وسیلہ ورشتہ سے جو اس قبر میں محو خواب ہیں مجھے ہدایت کر کہ اس وقت میں کیا کروں؟

(روتے ہیں اور قبر پر سر رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں پھر چونک کر اُٹھ بیٹھتے ہیں۔)

عباسؓ۔ بھیا اب یہاں سے چلئے گھر کے لوگ گھبرا رہے ہوں گے۔

حسینؑ۔ نہیں عباس اب میں لوٹ کر گھر نہ جاؤں گا ابھی میں نے خواب دیکھا ہے کہ نانا آئے ہیں اور مجھے چھاتی سے لگا کر کہتے ہیں "بہت تھوڑے عرصے میں تو ایسے آدمیوں کے ہاتھوں شہید ہو گا۔ جو اپنے کو مسلمان کہتے ہونگے اور مسلمان نہ ہونگے۔ میں نے تیری شہادت کیلئے کربلا کا میدان چنا ہے اُسوقت تو پیاسا ہو گا۔ لیکن تیرے دشمن تجھے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ دینگے۔ تیرے لئے جنّت میں بہت اونچا درجہ مخصوص کیا گیا ہے مگر وہ درجہ شہادت کے بغیر حاصل نہ ہو گا یہ فرما کر نانا تشریف لیگئے

عباسؓ (رو کر) بھائی۔ ہائے بھائی یہ خواب ہے یا پیشین گوئی۔

(محمدؐ حنیفہ آتے ہیں)

محمدؐ حنیفہ۔ حسینؑ آپ نے کیا فیصلہ کیا؟

حسینؑ۔ خدا کی مرضی ہے کہ میں قتل کیا جاؤں۔

حنفیہ۔ خدا کی مرضی خدا ہی جانتا ہے۔ میری صلاح تو یہ ہے کہ آپ دوسرے شہر میں چلے جائیں۔ اور وہاں سے اپنے قاصدوں کو اس جوار میں بھیجئے اگر لوگ آپکی بیعت منظور کر لیں تو خدا کا شکر کیجئے گا۔ ورنہ یوں بھی آپکی آبرو قائم رہے گی۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ ایسی جگہ نہ جا پھنسیں جہاں آپکے دوست کم اور دشمن زیادہ ہوں۔ بغلی گھونسوں کی طرح زیادہ کوئی چوٹ کاری نہیں ہوتی۔ کوئی سانپ مار آستین سے زیادہ قاتل نہیں ہوتا۔ کوئی کان گوش دیوار سے زیادہ تیز نہیں ہوتا کوئی دشمن دغاباز سے زیادہ خطرناک نہیں اس سے ہمیشہ بچتے رہنا۔

حسینؑ - آپ مجھے کہاں جانے کی صلاح دیتے ہیں؟

حنفیہ - میرے خیال میں مکہ سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے - اگر قوم نے آپکی بیعت منظور کرلی - تو پھر پوچھنا ہی کیا ہے - ورنہ پہاڑوں کی گھاٹیاں آپکے لئے قلعہ کا کام دینگی اور تھوڑے سے مددگاروں کے ساتھ آپ آزادی سے زندگی بسر کرسکیں گے خدا چاہیگا تو لوگ بہت جلد یزید سے بیزار ہو کر آپ کی پناہ میں آجائیں گے -

حسینؑ - عزیزوں کو یہاں چھوڑ دوں؟

محمدؒ حنفیہ - ہرگز نہیں سب کو اپنے ساتھ لے جایئے -

حسینؑ - یہاں کے حالات سے مجھے جلد جلد اطلاع دیتے رہئے گا -

محمد حنفیہ - اس کا اطمینان رکھئے -

(محمد حنفیہ حسینؑ سے بغلگیر ہو کر چلے جاتے ہیں)

عباسؓ - بھیا اب تو گھر چلئے کیا تمام شب جاگتے ہی رہئے گا؟

حسینؑ - عباس میں پہلے ہی کہہ چکا کہ لوٹ کر گھر نہ جاؤں گا -

عباسؓ - اگر آپ کی اجازت ہو تو میں بھی کچھ عرض کروں آپ مجھے اپنا سچا وفادار خادم سمجھتے ہیں یا نہیں؟

حسینؑ - خدائے پاک کی قسم تم سے زیادہ وفادار دوست اور عزیز دنیا میں نہیں ہے -

عباسؓ - اگر یزید کی بیعت رفع شر کیو اسطے کرلی جائے تو کیا ہرج ہے خدا کارساز ہے ممکن ہے تھوڑے دنوں میں یزید خود ہی مرجائے تو آپکو خلافت آپ ہی آپ مل جائیگی - جس طرح آپنے امیر معاویہؓ کے زمانہ میں صبر کیا اسیطرح یزید کے زمانہ

کو بھی صبر کے ساتھ کاٹ دیجئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تھوڑے دنوں میں یزید کے ظلم سے تنگ آ کر لوگ بغاوت کر بیٹھیں اور آپ کے لئے موقع نکل آئے۔ صبر ساری مشکلوں کو آسان کر دیتا ہے۔

حسینؑ۔ عباس یہ کیا کہتے ہو۔ اگر میں خوف سے یزید کی بیعت قبول کر لوں تو اسلام کا مجھ سے زیادہ اور کوئی دشمن نہ ہوگا۔ میں خدا اور رسول کو۔ والد کو۔ بھائی حسنؑ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ والد بزرگوار نے شہادت قبول کر لی مگر معاویہ کی بیعت کو حرام سمجھا میں کیوں خاندانی چلن چھوڑ دوں۔ عزت کی موت بیعزتی کی زندگی سے بہتر ہے۔

عباسؓ (متحیر ہو کر) خدا کی قسم یہ حسینؑ کی آواز نہیں رسول کی آواز ہے اور یہ باتیں حسینؑ کی نہیں علیؑ کی ہیں۔ بھیا آپ کو خدا نے عقل دی ہے۔ میں تو آپ کا خادم ہوں میری باتیں آپ کو ناگوار گذری ہوں تو معاف فرمایئے

حسینؑ (عباس کو چھاتی سے لگا کر) میرا خدا مجھ سے ناراض ہو جائے اگر میں تم سے ذرا بھی ملال رکھوں تم نے مجھے جو صلاح دی وہ میری بھلائی کیلئے دی اس میں مجھے ذرا بھی شک نہیں مگر تم اس مغالطہ میں ہو کہ یزید کے دل کی آگ میری بیعت ہی سے ٹھنڈی ہو جائیگی۔ درحقیقت یزید نے میرے قتل کرنیکا یہی حیلہ نکالا ہے اگر وہ جانتا کہ میں بیعت کر لوں گا تو وہ کوئی اور تدبیر سوچتا۔

عباسؓ۔ اگر اس کی یہ نیت ہے تو کلام پاک کی قسم میں آپکے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہا دوں گا۔ اور آپ سے آگے بڑھکر اپنی تلواریں چلاؤں گا چاہے میرے دونوں ہاتھ کٹ جائیں۔

(زینب شہربانو اور گھر کے دیگر لوگ آتے ہیں)

زینبؓ۔ عباسؓ ایسی مایوسانہ باتیں نہ کرو حسینؑ سے) بھیا میں آپکے قدموں پر گرتی ہوں آپ یہ ارادہ ترک کر دیجئے۔ مدینہ میں رسولؐ کی قبر سے وابستہ ہوکر زندگی بسر کیجئے اور اپنی گردن پر اسلام کی تباہی کا الزام نہ لیجئے۔

حسینؑ۔ زینب جبتک زمین و آسمان قائم ہیں میں یزید کی بیعت منظور نہیں کر سکتا۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں غلطی پر ہوں؟

زینبؓ۔ نہیں بھیا آپ غلطی پر نہیں ہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے بیٹے کو غلط راستہ پر نہیں لیجا سکتا۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ زمانہ کا رنگ بدلا ہوا ہے ایسا نہ ہو کہ لوگ آپکے خلاف ہو جائیں۔

حسینؑ۔ بہن! انسان ساری دنیا کے طعنے برداشت کر سکتا ہے مگر اپنے ایمان کا نہیں۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میرے بیعت نہ کرنے سے اسلام میں تفرقہ پڑ جائیگا۔ تو یہ سمجھ لو کہ اتفاق کتنی ہی اچھی چیز ہو مگر راستی اس سے کہیں زیادہ اچھی ہے۔ راستی کو چھوڑ کر اتفاق کو قائم رکھنا ویسا ہی ہے جیسے جان نکل جانیکے بعد جسم کو قائم رکھنا۔ راستی قوم کی جان ہے اسے چھوڑ کر کوئی قوم بہت دنوں تک زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس بارے میں میں اپنی رائے قائم کر چکا ہوں۔ اب تم لوگ مجھے رخصت کرو۔ جسطرح میری بیعت سے اسلام کا وقار قائم رہیگا۔ میں اسلام کی حرمت پر نثار ہو جاؤں گا۔

شہربانو۔ (روکر) کیا آپ ہمیں اپنے قدموں سے جدا کر دینگے؟

علی اکبر۔ ابّاجان۔ اگر شہید ہی ہونا ہے۔ تو ہم بھی وہ درجہ کیوں نہ حاصل کریں۔

مسلم۔ یا امیر! ہم آپکے قدموں پر نثار ہونا ہی اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے ہیں۔ ایسی موت زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے کیا آپ ہم کو اکیلا چھوڑ جائیں گے۔

علی اکبر۔ ابا میں آپکے پیچھے کھڑا ہو کر نماز پڑھتا تھا۔ آپ یہاں چھوڑ دیں گے تو میں نماز کیسے پڑھوں گا۔

زینب۔ بھیا! کیا کوئی امید نہیں ہے؟ کیا مدینہ میں رسول کے بیٹے پر کوئی ہاتھ رکھنے والا نہیں ہے؟ اس شہر سے وہ نور پھیلا جس سے سارا عالم روشن ہو گیا۔ کیا حق کی وہ روشنی اس قدر جلد غائب ہو گئی؟ آپ یہیں سے حجاز اور یمن کیطرف قاصدوں کو کیوں نہیں روانہ کرتے؟

حسینؑ۔ زینب افسوس کہ خدا کو کچھ اور ہی منظور ہے۔ اب مدینہ میں میرے لئے راحت نہیں۔ یہ ولید کی شرافت ہے۔ جو ہم آزادی سے کھڑے ہیں ورنہ یزید کی فوج نے ہمیں گھیر لیا ہوتا۔ آج مجھے صبح ہوتے ہوتے یہاں سے نکل جانا چاہئے یزید کو میرے عزیزوں سے دشمنی نہیں اسے خوف صرف میرا ہے۔ تم لوگ مجھے یہاں سے رخصت کرو۔ مجھے یقین ہے کہ یزید تم لوگوں کو تنگ نہ کریگا اس کے دل میں چاہے نہ ہو مگر مسلمانوں کے دل میں غیرت باقی ہے۔ وہ رسولؐ کی بہو بیٹیوں کی آبرو لٹتے دیکھیں گے تو ان کا خون ضرور گرم ہو جائے گا۔

زینبؑ۔ بھیا! یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم آپ کے ہمراہ چلیں گے۔ اگر اسلام کا بیٹا اپنی دلیری سے اسلام کا وقار قائم رکھے تو ہم صبر سے ضبط سے برداشت سے اس کی شان کو بڑھائیں گے۔ گو ہم پر جہاد حرام ہے مگر موقع پڑنے پر ہم صبر کرنا اور گھٹ کر مر جانا جانتے ہیں۔ رسول پاک کی قسم آپ ہماری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھیں گے۔ ہمارے لبوں سے

فریاد نہ سُنیں گے۔ اور ہمارے دلوں سے آہ نہ نکلے گی۔ آپ حق پر جان دیکر اسلام کی آبرو رکھنا چاہتے ہیں۔ تو میں بھی ایک لامذہب اور بدکار کی حمایت میں رہ کر اسلام کے نام پر داغ لگانا نہیں چاہتی۔

(سپاہیوں کا ایک دستہ سڑک پر آتا ہوا دکھائی دیتا ہے)

حسینؓ۔ عباس یزید کی سپاہ آرہی ہے۔ ولید نے بھی دغا کی۔ آہ ہمارے ہاتھوں میں تلوار بھی نہیں ہے۔ خیر خدا ہمارا مددگار ہے۔

عباسؓ۔ کلام پاک کی قسم یہ مردود آپ کے قریب نہ آنے پائیں گے۔

زینبؓ۔ بھیا آپ سامنے سے ہٹ جایئے۔

حسینؓ۔ زینب گھبراؤ نہیں آج میں دکھادونگا۔ کہ علی کا بیٹا کتنی بہادری سے جان دیتا ہے۔

(عباسؓ باہر نکل کر فوج کے سردار سے)

اے سردار کس کی بدنصیبی ہے کہ تو اُس کی طرف جا رہا ہے۔

سردار۔ یا حضرت ہمیں شہر میں گشت لگانے کا حکم ہوا ہے کہ دیکھیں کہیں باغی تو جمع نہیں ہو رہے ہیں۔

حسینؓ۔ دیر کرنے کا موقع نہیں ہے چلو اماں جان سے رخصت ہو لوں۔

(فاطمہؓ کی قبر پر جاکر) اے مادر جہان تمہارا بدنصیب بیٹا جسے تم نے گود میں پیار سے کھلایا تھا۔ جسے تم نے اپنے سینے سے دودھ پلایا تھا۔ آج تم سے رخصت ہو رہا ہے اور پھر شاید اُسے تمہاری قبر کی زیارت نصیب نہ ہو۔ (روتے ہیں)

(اہل مدینہ کی آمد)

سب اے مولا آپ ہمیں اپنے قدموں سے کیوں جدا کرتے ہیں۔ ہم آپ کا دامن نہ چھوڑینگے۔ آپ کے قدموں کے نیچے رہ کر غربت کی خاک چھاننا اس سے کہیں اچھا ہے کہ ایک بدکار اور ظالم خلیفہ کی سختیاں جھیلیں آپ خاندان رسالت کے آفتاب ہیں۔ اُسکی روشنی سے دُور رہکر اس اندھیرے میں خوفناک جانوروں سے کیونکر جان بچا سکیں گے۔ کون ہمیں حق و باطل سے آگاہ کریگا۔ کون ہمیں اپنی نصیحتوں کا آب حیات پلائے گا۔ ہمیں اپنے قدموں سے جدا نہ کیجئے حسینؑ۔ میرے پیارے دوستو! میں یہاں سے خود نہیں جا رہا ہوں۔ مجھے تقدیر لئے جا رہی ہے۔ مجھے وہ دردناک نظارہ دیکھنے کی تاب نہیں ہے کہ مدینہ کی گلیاں اسلام اور رسُول کے دوستوں کے خون سے رنگی جائیں۔ میں پیارے مدینہ کو اس تباہی اور خون سے بچانا چاہتا ہوں۔ تم سے میری یہی آخری تمنا ہے کہ اسلام کی حرمت قائم رکھنا۔ مال اور زر کے لئے اپنی قوم اور ملّت سے بیوفائی نہ کرنا خدا کے نزدیک اس سے بڑھکر کوئی اور گناہ نہیں۔ شاید ہمیں پھر مدینہ کی زیارت نصیب نہ ہو۔ شاید پھر ہم ان صورتوں کو نہ دیکھ سکیں۔ شاید پھر ہمیں ان بزرگوں کی صورتیں دیکھنی نہ میسّر ہوں۔ جو نانا کے شریک و ہمدرد رہے جن میں سے بہتوں نے مجھے گود میں کھلایا ہے۔ بھائیو! میری زبان میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اس رنج و غم کو ظاہر کر سکوں۔ جو میرے سینے میں دریا کی لہروں کی طرح اُٹھ رہا ہے۔ مدینہ کی خاک سے جدا ہوتے ہوئے جگر کے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں۔ آپ سے جدا ہوتے آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ مگر مجبور ہوں خدا اور رسُول کی یہی منشا ہے کہ اسلام کا پودا میرے خون سے سینچا جائے۔ رسُول

کی کھیتی رسول کی اولاد کے خون سے ہری ہو اور مجھے انکے سامنے سر جھکانے کے سوا کوئی چارہ نہیں
اہل شہر۔ یا مولا ہمیں اپنے قدموں سے جُدا نہ کیجئے، اے امیر افسوس، اے
رسولؐ کے بیٹے افسوس ہم کِس کا مُنہ دیکھکر زندہ رہیں گے؟ ہم کیونکر صبر
کریں۔ اگر آج نہ روئیں تو پھر کِس دن کے لئے آنسوؤں کو اُٹھا رکھیں آج
سے زیادہ ماتم کا دن اور کون ہوگا؟

حسینؑ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس پر جاکر) اے رسولِ
خدا رخصت، آپ کا نواسہ مصیبت میں گرفتار ہے۔ اس کا بیڑا پار کیجئے۔

سب لوگ مجھے چھوڑ کر پہلے ہی سدھارے ملتا نہیں آرام نواسے کو تمہارے
خادم کو کوئی امن کی اب جا نہیں ملتی راحت کوئی ساعت میرے مولا نہیں ملتی
دُکھ کونسا اور کونسی ایذا نہیں ملتی ہیں آپ جہاں راہ وہ اصلا نہیں ملتی
دُنیا میں مجھے کوئی نہیں اور ٹھکانا آج آخری رخصت کو غلام آیا ہے نانا
بچ جاؤں جو پاس اپنے بلا لیجئے نانا تربت میں نواسہ کو چھپا لیجئے نانا

(بھائی کی قبر پر جاکر)

سُن لیجئے شبیر کی رخصت ہے برادر حضرت کو تو پہلو ہوئی امّاں کا میسّر
قبریں بھی جُدا ہونگی یہاں اب تو ہماری دیکھیں ہمیں لیجائے کہاں خاک ہماری

میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھ ایک چیونٹی کی بھی جان خطرے میں پڑے
اپنے عزیزوں عورتوں اور دوستوں سے یہی سوال ہے کہ میرے لئے ذرا بھی
غم نہ کرو وہیں جاتا ہوں۔ جہاں خدا کی مرضی لے جاتی ہے۔

عباسؓ۔ یا حضرت، خدا کیواسطے ہمارے اوپر یہ جبر نہ کیجئے۔ ہم جیتے جی کبھی

آپ سے جدا نہ ہوں گے۔

زینبؑ۔ بھیا میری جان تم پر فدا ہو۔ اگر عورتوں کو تم نے چھوڑ دیا۔ تو لوٹ کر انہیں جیتا نہ پاؤ گے۔ تمہاری تینوں پھول سی بیٹیاں غم سے کملا رہی ہیں۔ شہربانو کی کیفیت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو تمہارے بغیر مدینہ اُوداس ہو جائیگا اور گھر کی دیواریں ہمیں کاٹنے کھائیں گی۔ ہمارے اوپر اس بدنامی کا داغ نہ لگاؤ۔ کہ مصیبت میں رسول زادیوں نے اپنے سردار سے بیوفائی کی۔ تمہارے ساتھ کے فاقے یہاں کے بیٹھے نوالوں سے بھی زیادہ مزیدار معلوم ہونگے۔ جسم کو تکلیف ہوگی مگر دل کو تو اطمینان رہے گا۔

علی اکبر۔ ابا میں اس مصیبت کا تمام مزا آپ کو تنہا نہ اُٹھانے دوں گا۔ اسمیں میرا بھی حصّہ ہے۔ کون ہمارے نیزوں کی چمک دیکھے گا؟ کسے ہم اپنی دلیری و شجاعت کے جوہر دکھائینگے۔ نہیں۔ ہم یہ غم کی دعوت آپکو تنہا نہ کھانے دینگے۔

عبداللہ ابن حسن۔ عمو مجھے اپنے آگے گھوڑے پہ بیٹھا کر لگام میرے ہاتھوں میں دے دیجئے گا۔ میں اُسے ایسا دوڑاؤنگا کہ ہوا بھی ہماری گرد کو نہ پہنچے گی۔

حسینؑ۔ آہ اگر میری تقدیر کا منشا یوں ہی ہے کہ میرے لختِ دل میری آنکھوں کے سامنے تڑپیں تو میرا کیا اختیار ہے۔ اگر خدا کو یہی منظور ہے۔ کہ میرا باغ میری نظروں کے سامنے برباد ہو جائے تو کیا چارہ ہے۔ خداوندا گواہ رہیو کہ رسول کی اولاد اسلام کی عزت و حرمت پر کس قدر ظلم کے ساتھ قربان کی جا رہی ہے۔

چھٹا سین

شام کا وقت۔ شہر کوفہ کا ایک مکان۔ عبد اللہ، قمر، وہب، باتیں کر رہے ہیں

عبد اللہ۔ بڑا غضب ہو رہا ہے۔ شامی فوج کے سپاہی اہل شہر کو پکڑ پکڑ کر زیاد کے پاس لیجا رہے ہیں اور وہاں جبراً اُن سے بیعت لی جا رہی ہے۔

قمر۔ تم لوگ کیوں اُس کی بیعت قبول کرتے ہیں؟

عبد اللہ۔ نہ کریں تو کیا کریں۔ امیروں اور رئیسوں کو تو جاگیر اور منصب کی ہوس نے دام تزویر میں لے لیا۔ بیچارے غریب کیا کریں۔ نہیں بیعت کرتے تو مارے جاتے ہیں۔ شہر بدر کئے جاتے ہیں۔ جن معدود چند رؤسا نے بیعت نہیں کی ہے۔ اُن پر بھی سختیاں کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں مگر زیاد چاہتا ہے کہ اہل کوفہ آپس ہی میں لڑ مریں۔ اِس لئے اُس نے اب تک کوئی سختی نہیں کی ہے۔

قمر۔ یزید کو خلافت کا کوئی حق تو ہے نہیں۔ محض تلوار کا زور ہے۔ شرع کے موافق ہمارے خلیفہ حسین ہیں۔

عبد اللہ۔ وہ تو ظاہر ہی ہے۔ مگر یہاں کے لوگوں کو تو جانتے ہو نہ پہلے تو اس قدر شور و غل مچائیں گے۔ گویا جان دینے پر آمادہ ہیں۔ لیکن ذرا کسی نے لالچ دیا اور پھر سارا شور ٹھنڈا ہوا۔ گنتی کے آدمیوں کو چھوڑ کر سبھی بیعت کر رہے ہیں۔

قمر۔ تو پھر ہمارے اوپر بھی تو وہی مصیبت آنی ہے؟
عبداللہ۔ اسی فکر میں تو پڑا ہوا ہوں کچھ سوجھتا ہی نہیں۔
قمر۔ سوجھنا ہی کیا ہے۔ یزید کی بیعت ہرگز نہ قبول کرو۔
عبداللہ۔ اپنی خوشی کی بات نہیں ہے۔
قمر۔ کیا ہوگا؟
عبداللہ۔ وظیفہ بند ہو جائے گا۔
قمر۔ ایمان کے سامنے وظیفہ کی کوئی ہستی نہیں۔
عبداللہ۔ جاگیر سے زیادہ نہیں پرورش تو ہو ہی جاتی ہے۔ مگر وہ فوراً ضبط ہو جائیگی۔ کتنی محنت سے ہم نے میووں کا باغ لگایا ہے۔ یہ کب گوارا ہوگا کہ ہماری محنت کا پھل دوسرے کھائیں۔ قسم کلام پاک کی میرے باغ پر بڑے بڑوں کو رشک ہے۔
قمر۔ باغ کے لئے ایمان بیچنا پڑے تو باغ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گناہ ہے۔
عبداللہ۔ قمر معاملہ اس قدر آسان نہیں ہے جتنا تم نے سمجھ رکھا ہے جائداد کیلئے انسان اپنی جان دیتا ہے۔ بھائی بھائی دشمن ہو جاتے ہیں باپ بیٹوں میں، زن و شوہر میں نفاق پڑ جاتا ہے۔ اگر اسے لوگ اتنی آسانی سے چھوڑ سکتے تو دنیا جنت بن جاتی۔
قمر۔ یہ صحیح ہے مگر ایمان کے مقابلہ میں جائداد ہی کی نہیں زندگی کی بھی کوئی ہستی نہیں۔ دنیا کی چیزیں ایک دن چھوٹ جائیں گی مگر ایمان تو ہمیشہ

ساتھ رہے گا۔

عبداللہ۔ شہر بدر ہونا پڑا تو یہ مکان ہاتھ سے نکل جائے گا۔ ابھی پچھلے سال بن کر تیار ہوا ہے۔ دیہاتوں جنگلوں میں بدوؤں کی طرح مارے مارے گھومنا پڑے گا۔ کیا جلاوطنی کوئی معمولی چیز ہے۔

قمر۔ دین وایمان کے لئے لوگوں نے سلطنتیں ترک کر دی ہیں۔ سر کٹائے ہیں اور ہنستے ہوئے دار پر چڑھ گئے ہیں۔ دین وایمان کی دنیا میں ہمیشہ فتح رہی ہے اور رہے گی۔

عبداللہ۔ وہب، اپنی اماں جان کی باتیں سن رہے ہو۔

وہب۔ جی ہاں سن رہا ہوں اور دل میں فخر کر رہا ہوں کہ میں ایسی دین پرور ماں کا بیٹا ہوں۔ میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں کہ قیس حجر حر اشعث ایسے رئیسوں کو بیعت قبول دیکھکر میں بھی راضی ہو گیا تھا۔ لیکن اماں کی باتوں نے ہمت مضبوط کر دی۔ اب میں سب کچھ جھیلنے کو تیار ہوں۔

عبداللہ۔ وہب، مذہب ہم ضعیفوں کیلئے ہے جنہوں نے دنیا کے مزے اٹھا لئے جوانوں کے لئے دنیا ہے تم ابھی شادی کر کے لوٹے ہو۔ بہو کی چوڑیاں بھی میلی نہیں ہوئیں۔ جانتے ہو وہ ایک رئیس کی لڑکی ہے۔ کیا ابھی سے اسے خانہ ویرانی کی مصیبت میں ڈالنا چاہتے ہو۔ ہم اور قمر تو حج کرنے چلے جائیں گے تم میری جائداد کے وارث ہو۔ مجھے بھی تسکین رہیگی کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔ تم نے ماں کی نصیحت پر عمل کیا تو مجھے بیحد صدمہ ہوگا۔ پہلے جا کر نسیمہ سے پوچھو تو

وہب - مجھے اپنے ایمان کے معاملہ میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ خلافت کے حقدار حضرت حسینؑ ابن علی ہیں - زیاد کی بیعت کبھی نہ قبول کروں گا - جائداد رہے یا نہ رہے - جان رہے یا جائے -

قمر - بیٹا تیری ماں تجھ پر صدقہ - تیری باتوں نے دل خوش کر دیا آج مجھ جیسی خوش نصیب ماں دنیا میں نہ ہوگی - مگر بیٹا تمہارے ابا جان ٹھیک کہتے ہیں نسیمہ سے پوچھ لو دیکھو وہ کیا کہتی ہے - میں نہیں چاہتی کہ ہم لوگوں کی دین پروری کے باعث اُسے تکلیف ہو اور جنگلوں کی خاک چھاننی پڑے اس کی دلجوئی کرنا تمہارا فرض ہے -

وہب - آپ فرماتی ہیں تو میں اُس سے پوچھے لیتا ہوں - مگر میں صاف کہے دیتا ہوں کہ میں اُس کی مرضی کا غلام نہ بنوں گا - اگر اسے دین کے مقابلہ میں عیش و آرام زیادہ پسند ہے تو شوق سے رہے لیکن میں بیعت کی ذلت نہ اُٹھاؤں گا - (دروازہ کھول کر باہر چلا جاتا ہے)

ساتواں سین

عرب کا ایک گاؤں ہے ایک عالیشان مندر بنا ہوا ہے - جس کے پختہ گھاٹ بنے ہوئے ہیں - دلفریب باغ ہے - مور - ہرن گلّے وغیرہ اُدھر تالاب کے اُدھر سیر کر رہے ہیں - ساہس رائے اور ان کے اعزہ تالاب کے پاس سندھیا اور ہون میں مصروف ہیں -

(ساہس رائے دعا پڑھتے ہیں)

بھگوان ہمیں طاقت عطا کیجئے کہ ہم ہمیشہ اپنے مذہبی عقائد کے پابند رہیں۔ ہماری اولاد ہمیشہ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلے۔ ہم اپنا خون غریبوں کی حفاظت میں نثار کرتے ہیں۔ ہمارے سر ہمیشہ صداقت اور انصاف پر فدا ہوتے ہیں۔ پرماتما وہ دن جلد آئے کہ ہم برائیوں سے توبہ کرکے ہندوستان چلیں اور رشیوں کی خدمت و طاعت میں بخوشی مصروف ہو کر اپنی زندگی کو مفید بنائیں۔ دیانندھ ہمیں ایسی مناسب عقل پردان کیجئے کہ ہمیشہ راہ عمل پر ثابت قدم رہیں اور اس بدنما داغ کو جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے چہروں پر لگا دیا ہے۔ اپنے عمل نیک سے مٹا کر سرخرو ہو جائیں جب ہم وطن پہنچیں تو ہمارے چہروں سے روحانیت کی ضو ٹپکے۔ ہمارے ہم وطن خوشی کے ساتھ ہمارا استقبال کریں اور ہم وہاں ذلیل بنکر نہیں قوم کی ذی عزت افراد بن کر زندگی بسر کریں۔ (غلام آتا ہے)

غلام۔ غریب پرور خبر آئی ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے بیٹے یزید نے خلافت پر قبضہ کر لیا۔

ساہس رائے۔ یزید نے خلافت پر قبضہ کر لیا! یہ کیسے؟ اس کا خلافت پر کیا حق تھا۔ خلافت تو حضرت علیؑ کے بیٹے حضرت حسینؑ کو ملنی چاہئے تھی

ہرجس رائے۔ ہاں حق تو حضرت حسینؓ ہی کا ہے۔ امیر معاویہؓ سے پہلے اسی شرط پر صلح ہوئی تھی۔

ستنگھ دت۔ یزید کی شرارت ہے۔ مجھے معلوم ہے وہ مغرور غصہ ور اور

عیاش آدمی ہمیشہ عیش و عشرت میں منہمک رہتا ہے۔ ہم ایسے بدکاروں کی خلافت ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔

پن رائے (غلام سے) کچھ معلوم ہوا حضرت حسینؑ کیا کر رہے ہیں۔

غلام۔ وہ مدینہ سے نکل کے مکہ چلے گئے ہیں۔

سنگھ دت۔ یہ مناسب وقت نہ تھا فوراً اہل مدینہ کو یک جا کر کے یزید کے عامل کو قتل کر دینا چاہئے تھا۔ بعد ازاں اپنی خلافت کا اعلان کر دینا چاہئے تھا۔ مدینہ کو چھوڑ کر انہوں نے اپنی کمزوری قبول کر لی۔

رام سنگھ۔ حضرت حسین دین پرور ہیں اپنے بھائیوں کا خون نہیں بہانا چاہتے۔

دھرودت۔ ایذا رسانی سخت گناہ ہے دین پرور آدمی کتنی ہی تکلیف میں ہو مگر کسی کے درپے آزار نہیں ہوتا۔

بھیر دت۔ انصاف کی حمایت کے لئے تیغ آزمائی گناہ نہیں ہے۔ مردم کشی انصاف کشی سے بہتر ہے۔

ساہس رائے۔ اگر واقعی یزید نے خلافت غصب کر لی ہے تو ہمیں اپنے مذہبی اصول کے موافق انصاف کی حمایت کرنی پڑیگی۔ یزید کی سطوت و شوکت میں شک نہیں۔ لیکن ہم مذہبی قوانین کو توڑ نہیں سکتے۔ ہمیں اسکے پاس قاصد بھیجکر یہ جانچ لینا چاہئے کہ ہمیں کس راستہ پر چلنا مناسب ہے۔

سنگھ دت۔ جب یہ امر مسلمہ ہے کہ اُس نے انصاف کا خون کیا تو اسکے پاس قاصد بھیجکر تاخیر کیوں کی جائے ہمیں فوراً اُس سے جنگ کرنی چاہیئے۔

ناانصافی کو بھی اپنی حمایت کے لئے دلیلوں کی کمی نہیں ہوتی۔
ہرحسن رائے۔ میں کہتا ہوں کہ ابھی جنگ کی ابتدا ہی کیوں کی جائے۔ آئین سلطنت کے اصول سہ گانہ کی جانچ کے بعد تلوار اٹھانی چاہئے خصوصاً اس وقت ہماری مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ ہم حقانیت و روحانیت کا ڈنکا بجاتے ہوئے میدانِ جنگ میں کود پڑیں تلوار کھینچنا ہمیشہ آخری تدبیر ہونی چاہئے
سنگھ دت۔ دولت کا منشا دین کی حفاظت ہے۔
ہرحسن رائے۔ دین بہت ہی جامع لفظ ہے۔ دولت صرف حق کی حمایت کے واسطے ہے۔
رام سنگھ۔ حق کی حفاظت خون سے نہیں ہوتی۔ مروّت۔ عاجزی۔ ہمدردی۔ اخلاق۔ خدمت یہ سب اُس کی آزمودہ تدبیریں ہیں۔ اور ہمیں ان تدبیروں کی کامیابی کا تجربہ ہو چکا ہے۔
سنگھ دت۔ آئین سلطنت کے وسیع میدان میں یہ تدبیریں اُسی وقت کامیاب ہوتی ہیں۔ جب تلوار اُس کی حامی ہو۔ ورنہ ان کا اثر نالۂ صحرا سے زیادہ نہیں ہوتا۔
ساہس رائے۔ ہمارا منشا اپنی بہادری کا اظہار یا انتظام سلطنت کی قابلیتوں کا اعلان نہیں ہے۔ ہمارا مطلب آئین مصلحت کی پیروی کرنا ہے۔ ہم حمایت حق کے مدعی ہیں۔ چاہے اس کے لئے کوئی طریقہ اختیار کرنا پڑے۔ اس لئے سب سے

پہلے ہمیں قاصدوں کے ذریعہ سے یزید کی دلی خواہش معلوم کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد ہمیں فیصلہ کرنا پڑے گا۔ کہ ہمارا فرض کیا ہے۔

میں رام سنگھ اور بھیر ودت سے استدعا کرتا ہوں کہ یہ لوگ آج ہی شام کو وہاں جانے کے لئے تیار ہو جائیں +

(سب جاتے ہیں)

دوسرا ایکٹ

پہلا سین

حضرت حسینؑ کا قافلہ مکہ کے قریب پہنچتا ہے۔ مکہ کی پہاڑیاں نظر آ رہی ہیں۔ لوگ دروازۂ کعبہ پہ حضرت حسینؑ کے استقبال کیلئے کھڑے ہیں

حسینؑ۔ یہ لو مکہ معظمہ آ گیا۔ یہی وہ پاک مقام ہے جہاں رسولؐ نے دنیا میں قدم رکھا۔ یہ پہاڑیاں رسولؐ کے سجدوں سے پاک اور اُنکے آنسوؤں سے روشن ہو گئی ہیں۔ عباسؑ کعبہ کو دیکھ کر میرے دلمیں عجیب طرح کی دھڑکن ہو رہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غریب مسافر ایک مدت مدید کے بعد اپنے وطن میں داخل ہو رہا ہے۔

(سب لوگ گھوڑوں سے اُتر پڑتے ہیں)

زبیر۔ آئیے حضرت حسینؑ ہمارے شہر کو اپنے قدموں سے روشن کیجئے۔

(حسینؑ سب سے بغلگیر ہوتے ہیں)

حسینؑ۔ میں اس مہمان نوازی کے لئے آپ کا مشکور ہوں۔

زبیر۔ ہماری جانیں آپ پہ نثار ہوں۔ آپکو دیکھکر ہماری آنکھیں روشن اور

ہمارے دل ٹھنڈے ہو گئے ہیں۔ خدا گواہ ہے آپنے رسول پاک کا حلیہ پایا ہے۔ آیئے کعبہ ہاتھ پھیلائے آپ کا انتظار کر رہا ہے۔

(سب لوگ مسجد میں داخل ہوتے ہیں مستورات حرم میں جاتی ہیں)

عبداللہ۔ عمو ان پہاڑوں پر سے تو ہمارا گھر دکھائی دیتا ہوگا؟

حسینؑ۔ نہیں بیٹا ہم لوگ گھر سے بہت دور آ گئے ہیں۔ تم نے کچھ ناشتہ نہیں کیا۔

عبداللہ۔ مجھے بھوک نہیں ہے پہلے معلوم ہوتی تھی۔ مگر اب غائب ہو گئی ہے

حسینؑ۔ تو تم یہیں رہو کہ تمہیں بھوک ہی نہ لگے۔

حبیب۔ یا حضرت آپ بھی ذرا آرام فرمالیں۔ ہماری بہت دنوں سے تمنّا ہے کہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔

(زبیر اور عباس کو چھوڑ کر سب لوگ وضو کرنے چلے جاتے ہیں)

حسینؑ۔ کیوں زبیر یہاں کے لوگوں کے کیا خیالات ہیں؟

زبیر۔ کچھ نہ پوچھئے مجھے یہاں کی کیفیت بیان کرتے شرم آتی ہے۔ یوں ظاہرا تو سب کے سب آپ پر نثار ہونے کیلئے قسم کھائیں گے۔ بیعت کرنے کو بھی تیار نظر آئیں گے۔ مگر دل کسی کا بھی صاف نہیں ہے۔

حسینؑ۔ کیا دغا کا اندیشہ ہے؟

زبیر۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ کوئی ایسی بات دیکھنے میں نہیں آئی لیکن ادھر اُدھر باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی نیّت صاف نہیں ہے۔ عجب نہیں کہ یزید دولت اور جاگیر کا لالچ دیکر انہیں ملالے اُسوقت یہ ضرور آپ کے

ساتھ دغا کر جائیں گے۔ میں تو آپکو بھی صلاح دوں گا کہ آپ مدینہ لوٹ جائیں۔
حسینؑ۔ مجھے تو ان کی طرف سے دغا کا گمان نہیں ہوتا۔ دغا میں ایک جھجھک ہوتی ہے۔ جو یہاں کسی کے چہرہ پر نظر نہیں آتی۔ دغا اسی طرح شک پیدا کر دیتی ہے۔ جیسے ہمدردی اعتبار پیدا کرتی ہے۔
زبیر۔ مگر آپ کو یہ بھی تو معلوم ہے کہ دغا گرگٹ کی طرح کبھی اپنے اصلی رنگ میں نہیں دکھائی دیتی۔ وہ ہاتھوں کا بوسہ لیتی ہے۔ پیروں تلے آنکھیں بچھاتی ہے۔ اور باتوں سے حلاوت ٹپکتی ہے۔
عباسؑ۔ دوست بن کر صلاح دیتی ہے۔ خود کنارے پر رہتی ہے۔ مگر دوسروں کو دریا میں ڈبو دیتی ہے۔ آپ ہنستی ہے مگر دوسروں کو رلاتی ہے اور اپنی صورت کو ہمیشہ زاہدوں کے لباس میں چھپائے رہتی ہے۔
زبیر۔ خدائے پاک کی قسم آپ میری طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اگر آپ جانتے کہ میں حضرت حسینؑ کی کس قدر عزت کرتا ہوں تو مجھ پر دغا کا شک نہ کرتے اگر میں یزید کا دوست ہوتا تو اب تک مالا مال ہو جاتا اگر خود بیعت کی نیت رکھتا تو اب تک خاموش نہ بیٹھتا۔ آپ مجھ پر یہ شبہہ کر کے بڑا ستم کر رہے ہیں۔
حسینؑ۔ عباس، مجھے تمہاری باتیں سن کر بڑی شرم آتی ہے۔ زبیر سب سے الگ رہتے ہیں۔ کسی کے درمیان میں نہیں پڑتے تنہائی میں بیٹھنے والے آدمیوں پر اکثر لوگ شبہہ کرنے لگتے ہیں۔ تمہیں شاید یہ نہیں معلوم کہ دغا گوشہ سے صحبت کو زیادہ پسند کرتی ہے۔

(حبیب آتے ہیں)

حبیب۔ یا حضرت۔ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ آپ کے یہاں تشریف لانے کی خبر یزید کے پاس بھیجدی گئی ہے اور مردان یہاں کا ناظم بنا کر بھیجا جا رہا ہے۔

حسینؑ۔ معلوم ہوتا ہے کہ مردان ہماری جان لیکر چھوڑے گا۔ شاید ہم تحت الثریٰ میں پناہ گزیں ہوں تو وہاں بھی ہمیں آرام نہ لینے دیگا۔

عباسؓ۔ یہاں اُسے اُس کی شامت لا رہی ہے کلام پاک کی قسم وہ یہاں سے جان سلامت نہ لیجائے گا۔ کعبہ میں قتل حرام سہی مگر اُس کے باہر ایسے روسیاہ کا خون بہانا حلال ہی نہیں بلکہ ثواب ہے۔

حبیب۔ ولید معزول کر دیا گیا یہاں کا عامل مدینہ جا رہا ہے۔

حسینؑ۔ ولید کی معزولی کا مجھے سخت افسوس ہے وہ اسلام کا خیر اندیش تھا میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ ایسے نیک اور دیندار آدمی کیلئے یزید کے دربار میں جگہ نہیں ہے۔ عباس ولید کی معزولی میری شہادت کی دلیل ہے

حبیب۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ یزید نے اپنے بیٹے کو جو آپ کا خیر خواہ ہے نظر بند کر دیا ہے۔ اُس نے علانیہ یزید کی بے انصافی پر اعتراض کیا تھا۔ یہاں تک کہا تھا کہ خلافت پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے یزید یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا اُسے قتل کرنا چاہا تھا مگر رومی نے بچا لیا۔

عباسؓ۔ ایسے ظالم کو قتل کر دینا عین ثواب ہے۔

حسینؑ۔ عباس یہ خدا کی مشیت کی دوسری دلیل ہے یہ یزید کی بدنصیبی ہے

کہ تقدیر نے اُسے میری شہادت کا وسیلہ بنایا ہے اپنے بیٹے کو قتل کرنے سے کسی کو خوشی نہیں ہو سکتی جو آدمی اپنے بیٹے کی زبان سے اپنی توہین سُنے اُس سے زیادہ بدنصیب دنیا میں اور کون ہو گا۔

زبیر۔ میرے خیال میں اگر آپ کوفے کی طرف جائیں تو وہاں آپ کو مدد گاروں کی کمی نہ رہے گی۔

حبیب۔ یا حضرت میں کوفے کے قریب کا رہنے والا ہوں اور کوفیوں کی عادت سے واقف ہوں دغا ان کے خمیر میں ملی ہوئی ہے آپ ان سے بچے رہیئے گا۔ وہ آپ کے پاس اپنی بیعت کے پیغام بھیجیں گے۔ ان کے قاصد پر قاصد آئیں گے اور آپ کو چین نہ لینے دیں گے ان کے خطوں سے ایسا معلوم ہو گا کہ تمام ملک آپ پر جان نثار کرنے کو تیار ہے۔ لیکن آپ ان کی باتوں میں ہرگز نہ آیئے گا۔ بھول کر بھی کوفہ کا رُخ نہ کیجئے گا۔ میری آپ سے یہی عرض ہے کہ کعبہ سے باہر قدم نہ رکھئے گا۔ جب تک آپ یہاں رہیں گے تمام وبالوں سے بچے رہیں گے اہلِ کوفہ وفاداری سے ویسے ہی محروم ہیں۔ جیسے پرندے دودھ سے۔

حسینؑ۔ میں اہلِ کوفہ سے خوب واقف ہوں۔ تم نے اور بھی خبردار کر دیا۔ اس کے لیئے میں تمہارا مشکور ہوں۔

حبیب۔ میں یہی عرض کرنے کی غرض سے آپکی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اگر وہ لوگ اپنے سر آپ کے قدموں پر رکھ کر منت وسماجت کریں تو بھی آپ انہیں جھڑک دیں اس میں شک نہیں کہ وہ دلیر ہیں دیندار ہیں

مہمان نواز ہیں۔ مگر دولت کے غلام ہیں۔ اس عیب نے ان کی ساری خوبیوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ وظیفے اور جاگیر کی طمع اور اسکی ضبطی کا خوف ان سے ایسا قول وفعل کرا سکتا ہے جس کی کسی انسان سے امید نہیں کی جا سکتی۔

حسینؑ۔ حبیب میں تمہاری صلاح کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔

زہیر۔ حبیب تم نے کوفیوں کے متعلق جو کچھ کہا وہ بہت کچھ درست ہے لیکن تم حضرت کے دوست ہو تم سے کہنے میں کوئی خوف نہیں کہ اہل مکہ بھی ان معاملوں میں اہل کوفہ ہی کے بھائی بند ہیں۔ ان کے قول وفعل کا کوئی اعتبار نہیں۔ کوفہ کی آبادی زیادہ ہے وہ اگر کسی بات پر آجائینگے تو یزید کے دانت کھٹے کر دینگے۔ مکہ کی تھوڑی آبادی اگر وفادار بھی رہی تو اس سے کسی بھلائی کی امید نہیں ہو سکتی۔ شام کی دو ہزار فوج انہیں گھیر لینے کو کافی ہے۔ بھلائی یا برائی کسی خاص ملک کا حصّہ نہیں ہوتی وہی سپاہ جو ایک بار میدان میں دلیری کے جوہر دکھاتی ہے۔ دوسری بار دشمنوں کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑی ہوتی ہے اس میں سپاہ کی خطا نہیں اس کے فعل کی ذمہ داری اُس کے سردار پر ہے وہ اگر دلیر ہے تو سپاہ میں دلیری کی روح پھونک سکتا ہے۔ پست ہمّت ہے تو سپاہ کی ہمّت کو بھی پست کر دے گا۔ آپ رسُول کے بیٹے ہیں۔ آپ کو بھی خدا نے وہی عقل وکمال عطا کیا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی صحبت کا اُن پر اثر نہ پڑے۔ کوفہ کیا آپ دنیا کو بھی حق کے راستے پر لا سکتے ہیں میرے خیال میں آپ کو کسی سے بدظن ہونے کی ضرورت نہیں۔

عباس۔ زہیر کوئی صلاح کتنی ہی معقول ہو لیکن جب اسمیں غرض کی بو

آتی ہے تو اُس کی منشا فوت ہو جاتی ہے۔

حسینؑ۔ اگر تمہارا ارادہ یہاں لوگوں سے بیعت لینے کا ہو تو شوق سے لو میں ذرا بھی دخل نہ دوں گا۔

زبیر۔ یا حضرت میرا خدا گواہ ہے کہ میں آپ کے مقابلہ میں اپنے کو خلافت کے لائق نہیں سمجھتا۔ میں یزید کی بیعت نہیں کروں گا۔ خدا مجھے نجات نہ دے اگر میرے دلمیں آپ کے مقابلہ کرنے کا خیال بھی آیا ہو۔

حبیب۔ یا حضرت اگر تکلیف نہ ہو تو صحن میں تشریف لائیے اذاں ہو چکی۔ لوگ آپ کی راہ دیکھتے ہیں۔

(سب لوگ نماز پڑھنے جاتے ہیں)

دوسرا سین

(یزید کا دربار۔ یزید۔ ضحاک۔ معاویہ۔ رومی۔ حرُ اور دیگر اراکین مجلس بیٹھے ہوئے ہیں)

(دو طوائفیں شراب پلا رہی ہیں)

یزید۔ تم میں سے کوئی بتا سکتا ہے کہ جنت کہاں ہے۔

حرُ۔ رسُول نے تو چوتھے آسمان پر فرمایا ہے۔

شمس۔ میں چوتھے اور پانچویں آسمان کا قائل نہیں۔ خدا کا فضل اور کرم ہی جنت ہے۔

رومی۔ جنّت وہیں ہوگی جہاں مردے دفن کئے جاتے ہوں گے۔

یزید۔ استاد تم بھی چُوک گئے۔ پھر زور لگانا۔ اب ضحاک کی باری ہے۔
کہئے شیخ جی جنّت کہاں ہے۔

ضحاک۔ بتلاؤں؟ اس شراب کے پیالے ہیں۔

یزید۔ پتے پر پہنچے مگر ابھی کچھ کسر ہے۔ ذرا اور زور لگاؤ۔

ضحاک۔ اُس پیالہ میں جو کسی نازنین کے ہاتھ سے ملے۔

یزید۔ لانا ہاتھ۔ بس وہی جنّت ہے مئے گلفام ہو اور کسی نازنین کا پنجہ مرجان۔ اس ایک جنّت پر ہزاروں جنتیں قربان ہیں۔ اچھا اب بتاؤ دوزخ کہاں ہے۔

حُر۔ یا خلیفہ آپ کو دین حق کی توہین مناسب نہیں۔

یزید۔ حُر تم نے سارا مزا کرکرا کر دیا۔ آنکھوں کی قسم تم میری مجلس میں بیٹھنے کے قابل نہیں ہو۔ سارا مزا خاک میں ملا دیا۔ یزید کے سامنے دین کا نام لینا منع ہے۔ دین ان ملاؤں کے لئے ہے جو مسجدوں میں پڑے ہوئے گوشت کی ہڈیوں کو ترستے ہیں۔ دین اُن کے لئے ہے جو مصیبتوں کے سبب سے زندگی سے بیزار ہیں۔ جو محتاج ہیں بے بس ہیں۔ بھوکوں مرتے ہیں جو غلام ہیں۔ دُرّے کھاتے ہیں۔ دین بڈھے مردوں کیلئے۔ بیوہ عورتوں کے لئے۔ دیوالیہ سوداگروں کے لئے ہے۔ اس خیال سے ان کی اشک شوئی ہوتی ہے۔ دل تسکین پاتا ہے۔ بادشاہوں کے لئے نہیں ہے۔ اُن کی نجات اُن کے ہاتھوں میں ہے۔ دوستو بتلانا ہمارا پیر و مرشد کون ہے۔

ضحاک۔ پیرِ مغاں (ساقی)
یزید۔ لاناہاتھ۔ ہمارا پیر ساقی ہے۔ جس کے دستِ کرم سے ہمیں یہ نعمت میسّر ہوئی ہے۔ اچھا کون میرے سوال کا جواب دیتا ہے دوزخ کہاں ہے
شمس۔ کسی سود خوار کی توند میں۔
یزید۔ بالکل غلط۔
رومی۔ خلیفہ کے غصّہ میں۔
یزید۔ (مسکراکر) انعام کے قابل جواب ہے مگر غلط۔
قیس۔ کسی مُلّا کی نماز میں جو زمین پر سجدہ کرتے ہوئے یہ دیکھتا رہتا ہے۔ کہ کہیں سے روٹیاں آتی ہیں یا نہیں۔
یزید۔ واللہ خوب جواب ہے مگر غلط۔
ضحاک۔ کسی نازنین کے روٹھنے میں۔
یزید۔ ٹھیک ٹھیک، بالکل ٹھیک لاناہاتھ دل خوش ہوگیا۔ طوالقول سے)
نرگس اس جواب کی داد دو۔ زہرہ شیخ جی کے ہاتھوں کو بوسہ دو۔ وہ گیت گاؤ جس میں شراب کی بو ہو۔ شراب کا نشہ ہو۔ شراب کی گرمی ہو
نرگس۔ آج خلیفہ سے کوئی بڑا انعام لوں گی۔ (گاتی ہے)
(ایک قاصد کی آمد)
قاصد۔ السّلام علیک یا امیر۔ ابن زیاد نے مجھے کوفہ سے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔
یزید۔ خط لایا ہے؟

قاصد۔ خط اس خوف سے نہیں لایا کہ کہیں راستہ میں باغیوں کے ہاتھ گرفتار نہ ہو جاؤں۔

یزید۔ کیا پیغام لایا ہے۔

قاصد۔ ابن زیاد نے گزارش کی ہے کہ یہاں کے لوگ حضور کی بیعت قبول نہیں کرتے اور بغاوت پر آمادہ ہیں حسینؑ ابن علی کو اپنی بیعت لینے کو بلا رہے ہیں۔ تین قاصد جا چکے ہیں۔ مگر ابھی تک حسینؑ آنے پر رضامند نہیں ہوئے۔ اب شہر کے کئی رئیس خود جا رہے ہیں۔

یزید۔ ابن زیاد سے کہو جو آدمی میری بیعت نہ منظور کرے اُسے قتل کر دے مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔

رومی۔ دشمن کے ساتھ مطلق رعایت کی ضرورت نہیں۔ ابن زیاد کو چاہیئے کہ تلوار کے استعمال کرنے میں دریغ نہ کرے۔

حرؓ۔ مجھے خوف ہے کہ بغاوت ہو جائیگی۔

رومی۔ سزا اور سختی یہی حکومت کے دو گُر ہیں۔ میری عمر مُلک داری ہی میں گزری ہے۔ اس سے بہتر اور کارگر کوئی تدبیر نہ نظر آئی۔ خدا کو بھی اپنا نظام قائم رکھنے کیلئے دوزخ کی ضرورت پڑی۔ دوزخ کا خوف ہی دنیا کو آباد رکھے ہوئے ہے۔ اُس کا رحم اور انصاف فقیروں اور بیکسوں کی تسکین کے لئے ہے۔ خوف ہی سلطنت کی بنیاد ہے۔ نرمی سے سلطنت کا وقار مٹ جاتا ہے۔ لوگ سرکش ہو جاتے ہیں۔ فساد کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ ابن زیاد سے کہنا قتل کرو اور اس طرح قتل کرو کہ دیکھنے والوں کے

دل بھر آجائیں۔ تیروں سے چھید واؤ۔ کتوں سے نوچواؤ۔ زندہ کھال کھنچواؤ۔ لوہے سے داغ دو۔ جو حسینؑ کا نام لے۔ اُس کی زبان تالو سے کھینچ لو۔ وہ سزا سزا نہیں ہے جو سخت نہ ہو۔

یزید۔ میں اس حکم کی تائید کرتا ہوں۔ جا اور پھر ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے میرے آرام میں مخل نہ ہونا۔

(قاصد کی روانگی)

حسینؑ کا کوفہ آنا میرے لئے موت کے آنے سے کم نہیں۔ قسم ہے آنکھوں کی وہ کوفہ نہ آنے پائیں گے اگر میرا اختیار ہے۔

شمس۔ تعجب یہی ہے کہ کوفہ والوں نے تین قاصد بھیجے اور حسینؑ جانے پر راضی نہیں ہوئے۔

یزید۔ تیاریاں کر رہے ہوں گے۔ ولید اگر میرے چچا کا بیٹا نہ ہوتا تو میں اپنے ہاتھوں سے اُس کی آنکھیں نکال لیتا۔ اُس نے دیدہ دانستہ حسینؑ کو مکہ جانے دیا۔ مدینہ ہی میں قتل کر دیتا تو مجھے آج اتنی پریشانی کیوں ہوتی۔ تم میں سے کون جا کر انہیں گرفتار کر سکتا ہے؟

حر۔ میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔

یزید۔ اگر تم یہ کام پورا کر دکھاؤ تو اُس کے صلہ میں تمہیں وہ صوبہ دونگا جس پر جنت بھی فدا ہو میری فوج سے ایک ہزار چیدہ سپاہی لے لو۔ اور جب آفتاب نکلے تو تمہیں یہاں سے بیس فرسخ پر دیکھے۔

حر۔ انشاءاللہ۔

یزید- جسطرح شکاری شکار کی تلاش کرتا ہے۔ اسی طرح حسینؑ کی تلاش کرنا بھیڑ راستہ۔ اندھیری گھاٹیاں - گھنے جنگل۔ ریتلے میدان سب چھان ڈالنا - دن کی فکر نہیں لیکن رات کو اپنی آنکھوں سے نیند کو یوں بھگا دینا جیسے کوئی دیندار آدمی اپنے دروازہ سے کتّے کو بھگا دیتا ہے۔

حرؓ- (دل میں) یزید بدکار ہے بے دین ہے۔ شرابی ہے مگر خلافت کو سنبھالے ہوئے تو ہے۔ حسینؑ کی بیعت مسلمانوں میں آپسمیں دشمنی پیدا کر دیگی۔ خون کا دریا بہا دیگی۔ اور خلافت کا نشان مٹا دے گی۔ بقاء خلافت میرا پہلا فرض ہے۔ خلیفہ کون ہو اور کیسا یہ بعد کو دیکھا جائیگا۔ (بظاہر) حکم کی تعمیل کردوں گا۔

(حرؓ کی روانگی)

یزید- نرگس۔ رندوں میں ایک زاہد تھا وہ کھسکا۔ اب کوئی مست کرنیوالی غزل گاؤ۔ کاش سلطنت کی فکر نہ ہوتی تو تمہارے ہاتھوں شراب کے پیالے پیتے ہوئے عمر گذار دیتا۔

نرگس۔ خوف سے کانپتی ہوئی بلبل مستانہ غزلیں نہیں گا سکتی۔ شاخ پر ہے تو اڑ جائے گی۔ قفس میں ہے تو مر جائے گی۔ میں نے خوف سے گلشن کو آباد ہوتے نہیں ویران ہوتے دیکھا ہے۔ میرا وطن کوفہ ہے اور میں کوفیوں کو خوب جانتی ہوں۔ ان پر سختیاں کر کے آپ حسینؑ کو بلا رہے ہیں۔ حسینؑ کوفہ میں داخل ہو گئے تو پھر آپ ہمیشہ کے لئے عراق سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اہل کوفہ رعائتوں سے جاگیروں سے وظیفوں سے تھپکیوں سے قابو میں آ

سکتے ہیں۔ سختی سے نہیں۔ اگر اعتبار نہ ہو تو مجھ پر اپنی طاقت آزما دیکھئے اگر آپ کی دسوں انگلیاں دس تلواریں ہو جائیں تو بھی آپ میرے منہ سے ایک راگ نہ سنیں گے۔ کوفہ مصیبت میں مبتلا ہے۔ میں یہاں نہیں رہ سکتی

(جاتی ہے)

تیسرا سین

عدالت کوفہ، قاضی و دیگر عمائدین بیٹھے ہیں۔ قاضی کے سر پر عمامہ ہے بدن پر قبا۔ کمر میں پٹکا۔ سپاہی نیچے کرتے پہنے ہوئے ہیں عدالت سے کچھ دور مسجد ہے۔ مقدمے پیش ہو رہے ہیں۔ کئی آدمی ایک شریف آدمی کی مشکیں کسے لاتے ہیں۔

قاضی۔ اس نے کیا خطا کی ہے؟

ایک سپاہی۔ حضور یہ شخص مسجد میں کھڑا لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ کسی کو فوج میں داخل نہ ہونا چاہیئے۔

قاضی۔ گواہ ہے۔

ایک شخص۔ حضور میں نے اپنے کانوں سنا ہے۔

قاضی۔ اسے لے جا کر قتل کر دو۔

ملزم۔ حضور بالکل بے گناہ ہوں۔ یہ دونوں سپاہی میری دکان سے کپڑے اٹھائے لائے تھے میں نے چھین لیا اس پر انہوں نے مجھے پکڑ لیا۔ حضور میرے پڑوس کے دوکانداروں سے پوچھیں بے گناہ مارا جا رہا ہوں میرے اہل و عیال

تباہ ہو جائیں گے۔

قاضی۔ اسے یہاں سے ہٹاؤ۔

ملزم۔ (چلا کر) یا رسول، آپ قیامت کے روز میرا اور قاتل کا فیصلہ کیجئیگا

(دونوں سپاہی اسے لیجاتے ہیں مسجد کی طرف سے آواز آتی ہے)

یا خدا ہم بیکس تیری بارگاہ میں فریاد کرنے آئے ہیں۔ ہمیں ظالم کی قید سے آزاد کر۔"

(چار سپاہی پندرہ بیس آدمیوں کی مشکیں کسے کوڑے مارتے ہوئے لاتے ہیں)

قاضی۔ ان پر کیا الزام ہے؟

ایک سپاہی۔ حضور یہ اُن آدمیوں میں سے ہیں جنہوں نے حسینؑ کے پاس قاصد بھیجے تھے۔

قاضی۔ سنگین جرم ہے۔ کوئی گواہ ہے؟

ایک سپاہی۔ حضور کوئی گواہ نہیں ملتا۔ شہر والوں کے خوف سے کوئی گواہی دینے پر رضامند نہیں ہوتا۔

قاضی۔ انہیں حراست میں رکھو اور جب گواہ مل جائیں تو پھر پیش کرو۔

(سپاہی ان آدمیوں کو لیجاتے ہیں۔ پھر دو سپاہی ایک عورت کو دونوں کلائیاں باندھے لاتے ہیں)

قاضی۔ اس پر کیا الزام ہے۔

ایک سپاہی۔ حضور جب ہم ان ملزموں کو گرفتار کر رہے تھے جو ابھی گئے

ہیں تو اس نے خلیفہ کو ظالم کہا تھا۔

قاضی۔ گواہ؟

ایک عورت۔ حضور خدا اس کا منہ نہ دکھائے۔ بڑی بدزبان ہے۔

قاضی۔ اس کا مکان ضبط کر لو اور اس کے سر کے بال نوچ لو۔

ملزم عورت۔ خداوند میری آنکھیں پھوٹ جائیں۔ جو میں نے کسی کو کچھ کہا ہو۔ یہ عورت میری سوت ہے اس نے حسد سے مجھے پھنسایا ہے۔ خدا گواہ ہے کہ میں بے قصور ہوں۔

قاضی۔ اسے فوراً لے جاؤ۔

ایک جوان۔ (روتا ہوا) اے قاضی میری ماں پر اس قدر ظلم نہ کیجئے آپ بھی تو کسی کے بچے ہیں۔ اگر کوئی آپ کی ماں کے بال نچواتا تو آپ کے دل پر کیا گذرتی۔

قاضی۔ اس ملعون کو پکڑ کر دو سو درّے لگاؤ۔

(کئی سپاہی آدمیوں کے غول کو باندھے ہوئے لاتے ہیں)

قاضی۔ انہوں نے شرع کے کس حکم کی خلاف ورزی کی ہے؟

ایک سپاہی۔ حضور یہ سب آدمی سامنے والی مسجد میں کھڑے ہو کر رو رہے تھے۔

قاضی۔ رونا کفر ہے۔ ان سبھوں کی آنکھیں پھوڑ ڈالی جائیں۔

(سینکڑوں آدمی مسجد کی طرف سے تلواریں اور بھالے لئے دوڑے آتے ہیں اور عدالت کو گھیر لیتے ہیں)

سلیمان ۔ قتل کر دو اس مردود مکار کو جو مسندِ عدالت پر بیٹھا عدالت کا خون کر رہا ہے ۔

موسٰے ۔ نہیں پکڑ لو اسے زندہ جلائیں گے ۔

(کئی آدمی قاضی پر ٹوٹ پڑتے ہیں)۔

قاضی ۔ شرع کے مطابق مسلمان پر مسلمان کا خون حرام ہے ۔

سلیمان ۔ تو مسلمان نہیں ہے ۔ اِن سپاہیوں میں سے ایک بھی بچ جانے پائے

ایک سپاہی ۔ اے سلیمان ۔ ہماری کیا خطا ہے جس آقا کے غلام ہیں اُس آقا کا حکم نہ مانیں تو روٹیاں کیونکر چلیں ؟

مسلم ۔ جس پیٹ کے لئے تمہیں خدا کے بندوں کو ایذا پہنچانی پڑے ۔ اُسکو چاک کر دینا چاہیئے ۔

(سپاہیوں اور باغیوں میں لڑائی ہونے لگتی ہے)

سلیمان ۔ بھائیو ۔ آپ نے ان ظالموں کے ساتھ وہی سلوک کیا جو واجب تھا مگر یہ بھولنے کی بات نہیں کہ زیاد اس کی اطلاع یزید کو ضرور دیگا اور ہمیں کچلنے کے لئے شام سے فوج آئے گی ۔ آپ لوگ اس کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں ؟

مسلم ۔ اگر تیار نہیں ہیں تو ہو جائیں گے ۔

سلیمان ۔ ہم نے ابھی تک یزید کی بیعت نہیں قبول کی اور نہ کرینگے ۔ امام حسینؑ کی خدمت میں بار بار قاصد بھیجے گئے مگر وہ تشریف نہیں لائے ایسی حالت ہمیں کیا کرنا چاہیئے ؟

ہانی۔ ہم میں سے چند خاص آدمی خود جائیں اور انہیں ساتھ لائیں۔
مختار۔ ہم لوگوں نے آلِ رسُول کے ساتھ متواتر ایسی دغائیں کی ہیں کہ ہمارا اعتبار اُٹھ گیا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ حضرت امام حسینؑ یہاں ہرگز نہ آئینگے
سلیمان۔ ایک بار آخری کوشش کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہم لوگ چلکر ان سے عرض کریں کہ ہم قتل کئے جا رہے ہیں۔ ہمارا دین غارت کیا جا رہا ہے۔ ہماری عورتوں کی آبرو بھی خطرہ میں ہے۔ ہماری مصیبت کی کہانی سُن کر حسین کو ضرور ترس آئے گا۔ اُن کا دل اس قدر سخت نہیں ہو سکتا۔
مختار۔ مگر وہ تمہاری مصیبتوں پر ترس کھا کر آئے اور تم نے انکی مدد نہ کی تو سب کے سب روسیاہ کہلاؤ گے۔ ہم نے پہلے جو دغائیں کی ہیں ان کا نتیجہ بھگت رہے ہیں اور اگر پھر وہی حرکت کی تو ہم دین و دنیا میں کہیں بھی مُنہ نہ دکھا سکیں گے خوب سوچ لو کہ آخر تک تم اپنے ارادہ پر قائم رہ سکو گے؟ اگر تمہارا دل حامی بھرے تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ میں انہیں لے آؤنگا۔ لیکن اگر تمہارے دل کچے ہیں تم اپنی جانیں نثار کرنے کو تیار نہیں ہو۔ اگر تمہیں خوف ہے کہ تم لالچ کے شکار ہو جاؤ گے تو تم انہیں مکّہ ہی میں رہنے دو۔
حجر۔ خدا کی قسم ہم اُن کے قدموں پر اپنی جانیں فدا کر دیں گے۔
حارث۔ ہم اپنی بدنامی کے داغ مٹا دیں گے۔
مختار۔ خدا کو حاضر جان کر وعدہ کرو کہ اپنے قول پر قائم رہو گے۔

(کئی شخص ایک ساتھ)

"اللہ اکبر! ہم حسینؑ پر فدا ہو جائیں گے"

سلیمان۔ تو میں اُن کی خدمت میں خط لکھتا ہوں۔

(خط لکھتا ہے)

حجاج۔ اتنا ضرور لکھ دینا کہ ہم آپ کے نانا محمد مصطفےٰؐ کا واسطہ دیکر آپ سے عرض کرتے ہیں کہ ہمارے اُوپر رحم کیجئے

حارث۔ یہ اور لکھدینا کہ بے شمار عرضیاں آپکی خدمت میں روانہ کر چکے ہیں۔ مگر آپ تشریف نہ لائے۔ اگر آپ اب بھی نہ آئے تو ہم کل قیامت میں رسُول کے حضور میں آپ کا دامن پکڑیں گے۔

حجاج۔ اور کہیں گے یا خدا حسینؑ نے ہم پر ظلم کیا تھا۔ کیونکہ جب ہم نے ہدایت طلب کی تو رہبری نہ کی۔ تو اُس وقت آپ کیا جواب دیں گے۔ اور رسُول کو کیا مُنہ دکھائیں گے۔

قیس۔ میرے قبیلہ کے ایک ہزار جوان حسینؑ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں

حجاج۔ شاید شام تک زیادہ کچھ آدمی جمع کر لے۔

حارث۔ ابھی وہ خاموش رہے گا۔ یزید کی فوج آجائے گی اُس وقت ہمارے اوپر حملہ کرے گا۔

شمر۔ کیوں نہ لگے ہاتھ اُس کا بھی خاتمہ کر دیں۔ قصّہ پاک ہو؟

حارث۔ واہ اب تک وہ یہاں بیٹھا ہوگا۔

سلیمان۔ میں نے تمام قصّہ لکھدیا کون اس خط کو لے جائے گا۔

شمر۔ میں حاضر ہوں۔

سلیمان۔ کس کے پاس ایسی سانڈنی ہے۔ جو تھکنا نہ جانتی ہو۔ جو اس طرح

دوڑ سکتی ہو۔ جیسے زیاد لوٹ کے مال کی طرف؟

طارق ۔ میرے پاس ایسی سانڈنی ہے۔ جو تین روز میں اس خط کا جواب لا سکتی ہے۔ یہ خدمت بجا لانا میرا حق ہے۔ کیونکہ مجھ سے زیادہ مظلوم اور کوئی نہ ہوگا۔ جسکی ماں کے بال قاضی کے حکم سے ابھی ابھی نوچے گئے ہیں۔

سلیمان ۔ بیشک تمہارا حق سب سے زیادہ ہے۔ یہ خط لو اور اس سے قبل کہ تمہارا پسینہ ٹھنڈا ہو مکہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

(جوان چلا جاتا ہے)

آؤ ہم لوگ مسجد میں نماز ادا کر لیں۔ خط کا جواب تین دن میں آئیگا۔ حضرت امام حسینؑ کے آنے میں ابھی ایک ماہ کا عرصہ ہے۔ زیاد بھی شاید اس کے قبل نہیں لوٹ سکتا۔ یہ دن ہمیں تیاریوں میں صرف کرنا چاہئے۔ کیونکہ یزید کی خلافت کا فیصلہ کوفہ میں ہوگا۔ یا تو وہ مسند خلافت پر بیٹھے۔ یا جاہلوں کی عبادت کا مزار بنے گا۔ اگر کوفہ نے خلافت کو نبی کے خاندان میں واپس کر دیا تو اس کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔

(سب جاتے ہیں)

چوتھا سین

مقام کعبہ۔ مردانہ نشست گاہ۔ حسینؑ زبیر۔ عباسؑ مسلم۔ علی اکبر علی اصغر

(وغیرہ بیٹھے دکھائی دیتے ہیں)

حسینؑ ۔ یہ پانچویں سفارت ہے۔ ایک ہزار سے زیادہ خطوط آچکے ہیں اُن پر

دستخط کرنیوالوں کی تعداد پندرہ ہزار سے کم نہیں ہے۔
مسلم۔ اور سبھی بڑے بڑے قبیلوں کے سردار ہیں۔ سلیمان۔ حارث۔
حجاج۔ شمر۔ مختار۔ ہانی۔ یہ معمولی آدمی نہیں ہیں۔
زبیر۔ میں تو عرض کر چکا کہ تمام عراق آپ کی بیعت کرنیکے لئے بیقرار ہے
حسینؑ۔ مجھے تو ابھی تک ان کی باتوں پر اعتبار نہیں ہوتا۔ خدا معلوم کیوں
میرے دل میں انکی طرف سے دغا کا شبہہ جاگزیں ہے مجھے حبیب کی باتیں
نہیں بھولتیں۔ جو اُس نے چلتے چلتے کہی تھیں۔
مسلم۔ گستاخی تو ہے لیکن آپ کا ان پر شک کرنا بیجا ہے۔ آخر آپ اُن کی
وفاداری کا کیا ثبوت چاہتے ہیں؟ وہ قسمیں کھاتے ہیں وعدے کرتے ہیں۔
صاف لکھتے ہیں کہ آپکی مدد کیلئے بیس ہزار بہادر سورما بیٹھے ہیں اب اور کیا چاہیئے
زبیر۔ کم از کم میں تو ایسے ثبوت پاکر ایک پل کی بھی دیر نہ کرتا۔
عباسؑ۔ مجھے تو ان کوفیوں پر اس وقت بھی اعتبار نہ آئیگا۔ اگر اُن
بیسوں ہزار آدمی یہاں آکر آپکی بیعت کی قسم کھالیں۔ اگر وہ کلام پاک
لیکر بھی قسم کھائیں تو بھی میں اُن سے دُور بھاگوں گا۔

(طارق آتا ہے)

طارق۔ السلام علیک یا حسینؑ۔
حسینؑ۔ خدا تم پہ رحمت نازل فرمائے۔ کہاں سے آ رہے ہو؟
طارق۔ کوفہ کے مظلوموں نے اپنی فریاد سنانے کیلئے آپ کی خدمت
میں بھیجا ہے۔ غروب آفتاب کے قریب چلا تھا اور آفتاب ڈوبنے کے وقت

آیا ہوں۔ قبل طلوع آفتاب کے جانا ہے۔

عباسؑ۔ ہوا پر آئے ہو یا تختِ سلیمان پر؟ قسم ہے قبر رسول کی میں اس گھوڑے کیلئے پانچ ہزار دینار پیش کر سکتا ہوں۔

طارق۔ حضور گھوڑا نہیں سانڈنی ہے جو سفر میں کھانا اور تھکنا نہیں جانتی

(حسینؑ کے ہاتھ میں خط دیتا ہے)

حسینؑ۔ (خط پڑھکر) آہ کس قدر درد آمیز خط ہے۔ ظالموں نے دل نکال کر رکھدیا ہے۔ یہ کس قدر غضب کا جملہ ہے۔ اور اگر آپ نہ آئیں گے۔ تو ہم عاقبت میں آپ سے انصاف کے دعوے دار ہوں گے۔ آہ! انہوں نے نانا کا واسطہ دیا ہے۔ میں نانا کے نام پر اپنی جان کو یوں فدا کر سکتا ہوں جیسے کوئی حریص دولت پر ایمان فدا کر دیتا ہے۔ اتنا ظلم۔ اتنی سختی۔ دن دوپہر لوٹ!! دن دھاڑے عورتوں کی بے حرمتی۔ ذرا ذرا سی باتوں پر لوگوں کا قتل کیا جانا۔ عباسؑ اب مجھے صبر کی تاب نہیں ہے۔ میں اپنی بیعت کے لئے ہرگز نہ جاتا مگر مصیبت زدوں اور دین کی حمایت کیلئے نہ جاؤں یہ میری غیرت گوارا نہیں کرتی۔

مسلم۔ اے برادر آپ اس کا کچھ غم نہ کریں۔ میں اسی قاصد کے ساتھ وہاں جاؤں گا۔ اور وہاں کی کیفیت سے اطلاع دوں گا۔ میرا خط دیکھ کر آپ مناسب فیصلہ کیجئے گا۔

حسینؑ۔ جب تک یزید ان غریبوں پر خدا جانے کیا کیا ظلم ڈھائے۔ اس کا عذاب میری گردن پر ہو گا۔ غور تو کرو جب قیامت کے روز وہ لوگ فریاد کناں ہوں گے تو میں نانا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ رسول پاک مجھ سے

پوچھیں گے کہ تجھے جان اتنی پیاری تھی کہ تو نے میری اُمت پر یزید کے ظلم ہوتے دیکھے اور خاموش بیٹھا رہا۔ اس وقت میں انہیں کیا جواب دوں گا۔ مسلم میرا جی چاہتا ہے کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔

مسلم۔ مجھے تو اُس کا یقین ہے کہ سلیمان جیسا آدمی کبھی دغا نہیں کر سکتا۔

زبیر۔ ہرگز نہیں۔

مسلم۔ مگر میں بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے وہاں جا کر اپنا اطمینان کر لوں۔

حسینؑ۔ بہتر۔ مسلم تم علی الصباح روانہ ہو جاؤ اپنے ساتھ پانچ غلام لیتے جاؤ۔ راستہ میں شاید اُن کی ضرورت ہو۔ میں اہل کوفہ کو یہ خط لکھے دیتا ہوں انہیں دکھا دینا۔ انشاءاللہ ہم تم سے جلد ملیں گے۔ وہاں بڑی احتیاط سے کام لینا۔ اپنے کو پوشیدہ رکھنا اور کسی ایسے شخص کے یہاں قیام کرنا جو سب سے زیادہ قابلِ اعتبار ہو۔ میرے پاس ایک خط روزانہ بھیجنا۔

مسلم۔ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ میری حمایت کرے میں ایک اہم ذمہ داری لیکر جا رہا ہوں۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر میں روانہ ہو جاؤنگا۔ اُس وقت تک طارق کی سانڈنی بھی آرام کر لیگی۔

(حسینؑ خط لکھ کر مسلم کو دیتے ہیں مسلم دروازے کی طرف چلتے ہیں)

حسینؑ۔ (مسلم کے ساتھ دروازہ تک آکر) رات تو اندھیری ہے۔

مسلم۔ ایمان کی روشنی تو دل میں ہے۔

حسینؑ۔ (مسلم سے بغلگیر ہو کر) اچھا بھیا جاؤ۔ میرا دل تمہارے ساتھ رہیگا۔ جو کچھ ہونیوالا ہے جانتا ہوں۔ اس کی خبر مل چکی ہے۔ تقدیر سے کوئی چارہ

نہیں۔ اچھا جاؤ۔ مگر دل یہی چاہتا ہے کہ نہ جانے دوں۔ کاش تم کہدیتے کہ میں نہ جاؤنگا۔ مگر تقدیر نے تمہاری زبان بند کر رکھی ہے اچھا رخصت امید ہے کہ اللہ ہم دونو کو ایک ساتھ شہادت کا درجہ دیگا۔

(مسلم باہر چلے جاتے ہیں۔ حسینؑ آنسو پونچھتے ہوئے حرم میں داخل ہوتے ہیں)

زینبؓ۔ بھیا۔ آج پھر کوئی قاصد آیا تھا کیا؟

حسینؑ۔ ہاں بہن آیا تھا۔ یزید اہل کوفہ پر بڑا ظلم کر رہا ہے۔ میرا وہاں جانا لازمی ہے۔ ابھی تو میں نے مسلم کو وہاں بھیجدیا ہے۔ میں خود بھی بہت جلد جانا چاہتا ہوں۔

زینبؓ۔ آپ نے یکایک کیوں اپنی رائے بدل دی۔ کم از کم مسلم کے خط کے آنے کا انتظار کیجئے۔ میں تو آپ کو ہرگز نہ جانے دوں گی۔ آپ کو وہ خواب سے یاد ہے۔ جو آپ نے رسولؐ کی قبر پہ دیکھا تھا؟

حسینؑ۔ ہاں زینبؓ خوب یاد ہے۔ اور اسی وجہ سے میں جانے کی جلدی کر رہا ہوں۔ اُس خواب نے میری تقدیر کو میرے سامنے کھول کر رکھدیا۔ تقدیر سے بچنے کی بھی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے خدا کا حکم بھی کہیں ٹل سکتا ہے؟ خلافت کی تمنا کو دل سے مٹا سکتا ہوں۔ دین کی امداد سے تو مُنہ نہیں موڑ سکتا

شہربانو۔ گو یہ سب سچ ہے مگر جب آپ کو معلوم ہے کہ کوفہ میں لوگ آپ کے ساتھ دغا کرینگے۔ تو وہاں جائیے ہی کیوں؟ تقدیر آپ کو کھینچ تو نہ لیجائیگی بیکسوں کی امداد ضرور آپ کا اور آپ ہی کا نہیں بلکہ ہر ایک انسان کا فرض ہے

لیکن آپ کے خاندان کی بھی تو کوئی خبر لینے والا ہو۔ انسان پر دنیا سے پہلے اپنے خاندان کا حق ہوتا ہے۔

حسینؑ۔ ذرا اس خط کو پڑھ لو اور تب کہو کہ میں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ مناسب ہے یا کہ نہیں (شہر بانو کے ہاتھ میں خط دیکر) دیکھا اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن جسقدر آدمیوں نے اُس پر دستخط کئے ہیں اُس کے نصف بھی میرے ساتھ ہو جائیں گے تو میں یزید کا قافیہ تنگ کر دوں گا۔ اسلام کی حفاظت اسقدر اہم ہے کہ اس کی کوشش میں جان دیدینا بھی ذلت نہیں۔ جب میرے ہاتھوں میں ایک سیاہ کار۔ بے دین۔ بدکار آدمی کے سزا دینے کا موقع آیا ہے تو اس سے مستفید نہ ہونا پرلے درجے کی پست ہمتی ہے۔ گھر میں آگ لگتے دیکھ کر اُس میں کود پڑنا نادانی ہے۔ لیکن پانی نہ ملنے پر آگ کو نہ بجھانا اس سے بھی بڑی نادانی ہے۔

سکینہ۔ مگر ابّاجان۔ اب تو محرم کا مہینہ آ رہا ہے۔ پھوپھی جان کی بہت دنوں سے آرزو تھی کہ اس مہینہ میں یہاں رہتیں۔

حسینؑ۔ تم لوگوں کے لیجانے کا میرا ارادہ نہیں ہے۔

زینب۔ بھیّا۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آپ وہاں جائیں اور ہم یہاں رہیں! خدا معلوم کیا افتاد پیش آئے۔

سکینہ۔ ابّاجان دل دیکھتے ہیں اور آپ سچ سمجھ گئیں۔

کلثوم۔ اور کوئی چلے یا نہ چلے میں تو ضرور جاؤں گی۔ میرے دل سے لگی ہوئی ہے کہ ایک بار یزید کو خوب آڑے ہاتھوں لیتی۔

سکینہ - میں اپنی فتح کا قصیدہ لکھنے کے لئے بیتاب ہوں۔
شہر بانو - آپ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ رہنے سے آپکو تردّد ہوگا۔
مگر میں پوچھتی ہوں - آپ کو وہاں پھنسا کر دشمنوں نے ادھر حملہ کر دیا
تو ہماری حفاظت کی فکر آپ کو چین لینے دے گی؟
زینب - اصغر پھڑک پھڑک کر جان دے دیگا۔
سکینہ - میں اپنے اوپر اس بدنامی کا داغ نہیں لگا سکتی کہ رسُول
کے بیٹوں نے تو اسلام کی حمایت میں جان دی اور بیٹیاں حرم میں بیٹھی رہیں۔
حسینؑ - (خود بخود) شہر بانو نے معرکے کی بات کہی - اگر دشمنوں نے
حرم پر حملہ کر دیا تو ہم وہاں بیٹھے بیٹھے کیا کرینگے - انہیں یہاں چھوڑ دینا
اپنے قلعہ کی دیوار میں شگاف کر دینے سے کم خطرناک نہیں (ظاہرا) نہیں
میں تم لوگوں پر جبر نہیں کرتا - اگر چلنا چاہتی ہو تو شوق سے چلو۔

پانچواں سین

یزید کا دربار معاویہ پابہ زنجیر بیٹھا ہوا ہے - چار غلام شمشیر برہنہ
اس کے چہار جانب کھڑے ہیں - یزید کے تخت کے قریب سرجون
رومی بیٹھا ہوا ہے۔

معاویہ - (دل میں) نبیؐ کی آل پر یہ ظلم! مجھی سے تو اس کا بدلہ لیا جائیگا! باپ
کا قرض بیٹے ہی کو ادا کرنا پڑتا ہے! مگر میرے خون سے اس ظلم کا داغ نہ مٹے گا
ہرگز نہیں اس خاندان کا نشان مٹ جائے گا - کوئی فاتحہ پڑھنے والا بھی نہ رہیگا

آہ! نبیؐ کی آل اور یہ ظلم! جن کے قدموں کی خاک آنکھوں میں لگانی چاہئے تھی اتباہی کے سامان ہیں۔ اے رسولِ پاکؐ میں بے گناہ ہوں (ظاہر) آپ جانتے ہیں مولانا رومی کے والد کا مجھے کب تک انتظار کرنا پڑے گا۔

رومی۔ آتے ہی ہوں گے۔ زیاد سے کچھ باتیں ہو رہی ہیں۔

معاویہ۔ والد مجھے چاہتے ہیں کہ میں اس معرکہ میں شریک ہو جاؤں۔ لیکن اگر ظالموں کے ہاتھ سے انتقام لینے کے لئے یہ پہلو اختیار کیا جاتا تو سب سے پہلے میری تلوار نیام سے نکلتی۔ سب سے پہلے میں جہاد کا جھنڈا اٹھاتا۔ مگر حق کا خون کرنیکے لئے میری تلوار کبھی نہ نکلے گی اور میری زبان اس وقت تک ملامت کرتی رہے گی جبتک کہ وہ تالو سے کھینچ نہ لی جائے ایسے رسُولؐ کی مسند پر جس نے دنیا کو ہدایت کا چراغ دکھایا جس نے نورِ ایمان سے قلوب کو منور کیا اس شخص کو بیٹھنے کا حق نہیں ہے جو دین کو پیروں تلے کچلتا ہو۔ جو انسانیت کے نام کو داغ لگاتا ہو۔ چاہے وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ اسلام کا خلیفہ ہونا چاہئے جس پر انسانیت کو فخر ہو جو دین دار ہو۔ حق پرست ہو۔ بیدار ہو۔ بے لوث ہو دوسروں کے لئے نمونہ ہو۔ جو طاقت سے نہیں۔ فوج سے نہیں۔ اپنے کمال سے اپنے صفات سے دوسروں پر اپنا وقار جمائے۔

(یزید۔ ضحاک۔ زیاد۔ شریک۔ شمس وغیرہ آتے ہیں)

یزید۔ آپ لوگ دیکھئے یہ میرا لاڈلا بیٹا ہے جو اپنے باپ کو کتّے سے بھی زیادہ ناپاک سمجھتا ہے۔ میری پھولوں کی سیج میں بھی ایک کانٹا ہے۔ میرے نعمتوں کے خوان پر یہی ایک مکھی ہے۔ آپ لوگ اسے سمجھائیں۔ اسے قائل کریں۔ اسلئے میں نے

اسے یہاں بلایا ہے۔ اس کو سمجھائیے کہ خلیفہ کے لئے دینداری سے زیادہ ملک داری کی زیادہ ضرورت ہے دین ملاؤں کے لئے ہے بادشاہوں کے لئے نہیں۔ دینداری و ملک داری دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اور ایک ہی ذات میں دونوں ممکن نہیں۔

معاویہ۔ اگر حکومت کرنے کے لئے دین اور حق کا خون کرنا ضروری ہے تو میں گداگری کو اس سے بہتر سمجھتا ہوں۔ ملک داری کا منشا انصاف اور صداقت کی حفاظت کرنا ہے۔ اُس کا خون کرنا نہیں۔

یزید۔ آپ لوگ سنتے ہیں اس کی باتیں یہ مجھے ملک داری کا سبق سکھا رہا ہے۔ اس کے سر سے ابھی سودا نہیں گیا۔ اسے پھر وہیں لیجاؤ۔ ایسے آدمی کو آزاد رکھنا خطرناک ہے۔ خواہ وہ تخت کا وارث ہی کیوں نہ ہو۔ بعض حالتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب انسان کو اپنے ہی سے بچانا ضروری ہوتا ہے۔ دیوانہ کو نہ روکو تو اپنا گوشت نوچ ڈالتا ہے (غلام معاویہ کو لیجاتا ہے) زیاد جب تم اپنی داستان کہو۔ جبتک تم مجھے اس کا یقین نہ دلادوگے کہ تم کوفہ سے اپنی جان کے خوف سے نہیں میرے فائدے کے خیال سے آئے ہو۔ میں تمہیں معاف کرونگا ایسے نازک موقع پر جب شہر میں بغاوت کا ہنگامہ گرم ہو سلطنت کے ہر ایک ملازم کا خواہ وہ صوبہ کا عامل ہو یا شاہی محل کا دربان یہی فرض ہے کہ وہ اپنی جگہ پر آخر تک کھڑا رہے۔ خواہ اس کا جسم تیروں سے چھلنی کیوں نہ ہو جائے۔

زیاد۔ اے خلیفہ میں اپنے فرض سے واقف ہوں۔ لیکن میں صرف یہ عرض کرنیکے لئے حاضر ہوا ہوں کہ اس وقت رعایا پر سختی کرنے سے حالت اور بھی

نازک ہو جائے گی۔ جب سلطنت کو کسی دوسرے مدعی کا خوف ہو تو بادشاہ کو رعایا کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کر کے انہیں اپنا دوست بنا لینا مناسب ہے۔ باغی رعایا تنکے کی طرح ہے۔ جو ایک چنگاری سے جل اُٹھتی ہے۔ میری عرض ہے کہ ہمیں اس وقت رعایا کا دل اپنے ہاتھ میں کر لینا چاہیئے۔ ان کی گردنیں احسان سے دبا دینی چاہییں تاکہ وہ سر نہ اٹھا سکیں۔

یزید۔ میری فوج باغیوں کا سر کچلنے کے لئے کافی ہے۔

رومی۔ نازک موقع پر اگر کوئی چیز سلطنت کو بچا سکتی ہے تو یہ سختی ہے شاید اور کسی حالت میں سختی کی اتنی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔

ضحاک۔ بادشاہ کی رعایا اُس کی زوجہ کی طرح ہے۔ زوجہ پر ہم نثار ہوتے ہیں۔ اُس کے تلوے سہلاتے ہیں۔ اُس کی بلائیں لیتے ہیں۔ لیکن جب اُسے کسی رقیب سے مخاطب ہوتے دیکھتے ہیں۔ تو اس وقت اُس کی بلائیں لینے ہماری تلوار نیام سے نکل آتی ہے اور یا تو رقیب کی گردن پر گرتی ہے یا بیوی کی گردن پر یا دونوں کی گردنوں پر۔

رومی۔ بیشک کوفہ کو کچل دو۔ کوفہ کو کوفتہ کر دو۔

یزید۔ کوفہ کو کوفت میں ڈال دو۔ یہاں سے جاتے ہی جاتے فوجی قانون جاری کر دو۔ ایک ہزار آدمیوں کو تیار رکھو جو آدمی ذرا بھی گرم ہو اُسے فوراً قتل کر دو۔ سرداروں کو یکبارگی گرفتار کر لو۔ فوج کو روزانہ شہر میں گشت کرنے کا حکم دو۔ سب کی زبان بند کر دو۔ یہانتک کہ کوئی شاعر شعر نہ پڑھنے پائے مسجدوں میں خطبے نہ ہونے پائیں۔ مکتبوں میں کوئی لڑکا نہ جانے پائے۔ رئیسوں کو تو یہ

ذلیل کرو۔ ذلت سب سے بڑی سزا ہے۔

(ایک قاصد آتا ہے)

شمس۔ کہاں سے آتے ہو؟

قاصد۔ خلیفہ پر میرا سلام ہو۔ مجھے مکہ کے امیر نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنے کے لئے بھیجا ہے کہ حسینؑ کے چچا زاد بھائی مسلمؑ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔

یزید۔ کوئی خط بھی لایا ہے؟

قاصد۔ عامل نے خط اس لئے نہیں دیا کہ کہیں میں دشمنوں کے ہاتھ گرفتار نہ ہو جاؤں۔

یزید۔ زیاد تم اسی وقت کوفہ چلے جاؤ۔ تمہیں میرے سب سے تیز گھوڑے کو لے جانے کا اختیار ہے۔ اگر میرا قابو ہوتا تو تمہیں ہوا کے گھوڑے پر سوار کرتا

زیاد۔ خلیفہ پر میری جان نثار ہو مجھے اس مہم پر جانے سے معاف رکھئے ضحاک یا شمس کو تعینات فرمائیں۔

یزید۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں اپنی ایک آنکھ پھوڑ لوں۔

رومی۔ آخر تم کیا چاہتے ہو۔

زیاد۔ میرا سوال صرف یہ ہے کہ اس موقع پر رعایا کے ساتھ ملائمت کا برتاؤ کیا جائے سرداروں کو جاگیریں دی جائیں۔ ان کے وظیفے بڑھائے جائیں یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کا انتظام کیا جائے۔ میں نے کوفہ والوں کی خصلت کا غور سے مطالعہ کیا ہے وہ حیادار نہیں ہیں۔ چند خاص آدمیوں کو چھوڑ کر سب کے سب طماع اور

خود غرض ہیں۔ بات پر قائم رہنے کا ان کا شعار نہیں۔ شان کا قائم رکھنا انکی خو نہیں قلیل نفع کی غرض سے بھائی بھائی کے خون پر تیار ہو جاتا ہے۔ کتوں کے دور کرنے کے لئے لاٹھی سے زیادہ مفید ہڈی کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے۔ سب کے سب اُس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو جھنجھوڑ کھاتے ہیں۔ خلیفہ کا خزانہ دس بیس ہزار دیناروں کے نکل جانے سے خالی نہ ہو جائے گا۔ مگر ایک قوم ہمارے ہاتھ آجائے گی۔ سختی کمزوروں کے حق میں وہی کام کرتی ہے جو ہلکوں کیساتھ ہم ان بلیوں کے بدلے ہوا کے ایک جھونکے سے تنکوں کو بکھیر سکتے ہیں۔ فوج سے فوج پامال کی جاسکتی ہے ایک قوم نہیں۔

رومی۔ میں تو ہمیشہ سختی کا حامی رہا اور رہوں گا۔

شریک۔ کامل وہ حکیم ہے جو مریض کے مزاج کے مطابق دوائیں تبدیل کرتا رہے آپ نے اُس حکیم کا قصہ نہیں سنا جو ہمیشہ فصد کھولنے کی تجویز کیا کرتا تھا ایک بار ایک دیوانہ کی فصد کھولنے گیا۔ دیوانہ نے حکیم کی گردن اس زور سے دبائی کہ حکیم صاحب کی زبان باہر نکل آئی۔ ملک داری کے آئین موقع اور ضرورت کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔

یزید۔ زیاد میں اس معاملہ میں تمہیں مختار بناتا ہوں مجھے بھی کچھ کچھ اندیشہ ہو رہا ہے۔ کہ کہیں حسینؑ کے وعدے کوفہ والوں کو فریفتہ نہ کرلیں تم جو مناسب سمجھو کرو لیکن یاد رکھو کہ اگر کوفہ گیا تو تمہاری جان اُس کے ساتھ جائے گی۔ یہ شرط منظور ہے۔

زیاد۔ منظور ہے۔

یزید۔ عمر کو تاکید کر دو کہ بہت نہ بڑھے اور مسلم کو اس طرح تلاش کرے جیسے کوئی بخیل اپنی کھوئی ہوئی مرغی تلاش کرتا ہے۔ تمہاری نرمی کمزوری کی نرمی نہیں ہونی چاہیئے جسے خوشامد کہتے ہیں۔ اسمیں حکومت کی شان قائم رہنی چاہیئے بس جاؤ۔

(زیاد۔ شریک اور قاصد چلے جاتے ہیں)

ضحاک۔ نرگس کو بلاؤ ذرا غم غلط کرے (غلام کے ہاتھ سے شراب کا پیالہ لیکر) یہ میری فتح کا جام ہے۔

رومی۔ مبارک ہو (دلمیں) زیاد تمہیں ڈیاد بگا تب نرمی کا مزا معلوم ہوگا

(نرگس ضحاک کی پیٹھ پر بیٹھی ہوئی آتی ہے)

یزید۔ شاباش نرگس، شاباش کیا خوب مخبر ہے اسکی کوئی تشبیہہ دینا شمس

شمس۔ مرغ کے سر پہ تاج ہے۔

رومی۔ لید پہ مکھی بیٹھی ہوئی ہے۔

نرگس۔ (گردن سے کود کر) لاحول ولا قوۃ۔

یزید۔ واللہ اس تشبیہہ سے دل خوش ہو گیا۔ نرگس بس اسی بات پر ایک مستانہ غزل سناؤ۔ خدا تمہارے دیوانوں کو تم پر نثار کرے۔

(نرگس گاتی ہے)

(پردہ گرتا ہے)

چھٹا سین

شام کا وقت ہے۔ آفتاب غروب ہو چکا ہے، کوفہ کے کئی ساربان
اونٹوں کا گلہ لئے داخل ہو رہے ہیں

پہلا۔ یار گلیوں سے چلنا نہیں تو کسی سپاہی کی نظر پڑ جائیگی تو مہینوں بیگار جھیلنی ہو گی۔

دوسرا۔ ہاں ہاں سب بلا کے موذی ہیں کچھ لادنے کو نہیں ہوتا تو یونہی بیٹھ جاتے ہیں اور دس بیس کوس کا چکر لگا کر لوٹ آتے ہیں۔ ایسا اندھیر پہلے کبھی نہ ہوتا تھا مزدوری تو بھاڑ میں گئی اوپر سے لات اور گالیاں کھاؤ۔

تیسرا۔ یہ سب پیسہ کمانے کے ہتھکنڈے ہیں نہ معلوم کہاں کے کتے آ کر سپاہیوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ چھوٹے بڑے سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہیں۔

چوتھا۔ امیر کے پاس فریاد لے کر جاؤ تو الٹے اور پھٹکار پڑتی ہے عجیب مصیبت کا سامنا ہے۔ حضرت امام حسینؑ جب تک نہ آئیں گے ہمارے سر سے یہ بلا نہ جائے گی۔

(حضرت مسلم پیچھے سے آتے ہیں)

مسلم۔ کیوں دوستو اس شہر میں کوئی خدا کا بندہ ایسا ہے جس کے یہاں مسافروں کے ٹھہرنے کو جگہ مل جائے۔

پہلا۔ یہاں کے رئیسوں کی کچھ نہ پوچھو کہنے کو دو چار بڑے آدمی ہیں مگر کسی کے

یہاں پوری مزدوری نہیں ملتی۔ہاں ذرا گالیاں کم دیتے ہیں۔
مسلم۔سارے شہر میں ایک بھی سچّا مسلمان نہیں ہے ؟
دوسرا۔جناب یہاں کوئی شہر کے قاضی تو ہیں نہیں۔ہاں مختار کی نسبت سنتے ہیں کہ بڑے دیندار آدمی ہیں۔حیثیت تو ایسی نہیں مگر خدا نے ہمّت دی ہے۔کوئی غریب چلا جائے تو بھوکا نہ لوٹے گا۔
تیسرا۔سنا ہے اُن کی جاگیر ضبط کر لی گئی ہے۔
مسلم۔یہ کیوں ؟
تیسرا۔اسی وجہ سے کہ اب تک انہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی۔
مسلم۔تم میں سے کوئی مجھے اُن کے گھر تک پہنچا سکتا ہے۔
چوتھا۔جناب یہ اونٹنیوں کے دوہنے کا وقت ہے۔ہمیں فرصت نہیں۔سیدھے چلے جائیے آگے لال مسجد ہے وہی اُن کا مکان ہے۔
مسلم۔خدا تم پر رحمت نازل فرمائے۔اب چلا جاؤں گا۔

(پردہ بدلتا ہے مسجد کے قریب مختار کا مکان)

مسلم۔(ایک بڑھے سے) یہی مختار کا مکان ہے نہ ؟
بڑھا۔جی ہاں غریب ہی کا نام مختار ہے۔آئیے کہاں سے تشریف لائے ہیں۔
مسلم۔مکہ شریف سے۔
مختار۔(مسلم کے گلے ملکر) معاف فرمائیے گا ضعیف کی بینائی شرابیوں کی توبہ کی طرح کمزور ہوتی ہے۔آج بڑا مبارک دن ہے۔بارے حضرت نے ہماری فریاد سن لی۔خیریت سے ہیں نہ۔

مسلم۔ (خط نکالکر مختار کو دیتے ہیں) اسمیں انہوں نے سب کچھ لکھدیا ہے
مختار۔ خط کو چھاتی اور آنکھوں سے لگا کر پڑھتے ہیں) خوشا نصیب کہ حضرت کے قدموں سے یہ شہر پاک ہوگا۔ میری بیعت حاضر ہے اور میرے دوستوں کی طرف سے بھی کوئی اندیشہ نہیں۔

(غلام کو بلاتا ہے)

غلام۔ جناب نے کیا یاد فرمایا۔
مختار۔ دیکھو اسی وقت حارث۔ حجاج۔ سلیمان۔ شمر۔ قیس شیث اور ہانی کے مکان پر جاؤ اور میرا یہ رقعہ دکھا کر جواب لاؤ۔

(غلام رقعہ لے کر چلا جاتا ہے)

پہلے مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت کا کوئی قاصد آئیگا تو میں شاید دیوانہ ہو جاؤں گا۔ مگر اس وقت آپ کو سامنے دیکھ کر بھی خاموش بیٹھا ہوا ہوں۔ کسی شاعر نے سچ کہا ہے ؎

جو مزا انتظار میں دیکھا ۔۔۔ نہ کبھی وصل یار میں دیکھا

جنّت کا خیال کتنا دلفریب ہے ...... مگر شاید اس میں داخل ہونے پر اتنی خوشی نہ رہے آیئے نماز ادا کر لیں اس کے بعد کچھ آرام فرمایئے پھر دم مارنے کی فرصت نہ ملے گی۔

(دونوں مکان کے اندر چلے جاتے ہیں پردہ بدلتا ہے۔ مسلم اور مختار بیٹھے ہوئے ہیں)

مسلم۔ کتنے آدمی بیعت کے لئے تیار ہیں؟

مختار۔ دیکھئے سب ابھی آجاتے ہیں۔ اگر یزید کی جانب سے ظلم اور سختیاں اسی طرح ہوتی رہیں تو ہمارے مددگاروں کی تعداد روزانہ بڑھتی جائیگی۔ لیکن کہیں اُس نے دلجوئی شروع کردی تو ہمیں اتنی آسانی سے کامیابی نہ ہوگی۔

(سلیمان کا آنا)

سلیمان۔ السلام علیک حضرت مسلم۔ آپکے دیدار سے آنکھیں روشن ہو گئیں میرے قبیلہ کے ایک سو آدمی جناب کے ہاتھ پر بیعت لینے کو حاضر ہیں اور ان میں ایک بشر بھی ایسا نہیں جو بات پر مر مٹنے والا نہ ہو۔

مسلم۔ آپ کو خدا نجات دے اُن آدمیوں سے فرمایئے کل جامع مسجد میں جمع ہوں آپ کا خط پڑھ کر بھائی صاحب بیقرار ہوگئے انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ مزار رسول کی خاکروبی کر کے زندگی صرف کردیں پر آپ کے آخری خط نے ان کے خیالات میں ہیجان پیدا کر دیا۔ سائل کی حمایت سے وہ ہرگز منہ نہیں موڑ سکتے۔

(شیث، قیس، شمر، سعد، اور حجاج کا آنا)

شیث۔ السّلام علیک حضرت مسلم۔ آپ کے دیدار سے جگر ٹھنڈا ہوگیا۔

قیس۔ السّلام علیک۔ آپ کے قدموں سے ہمارے خانہ ہائے ویران آباد ہوگئے۔

حجاج۔ السّلام علیک۔ جناب کی تشریف آوری ہمارے تنِ بیجان کے لئے مسیحا کا کام کر گئی۔

مسلم۔ (سب سے گلے ملکر) حضرت امام نے مجھے یہ خط دیکر آپ اصحاب کی

خدمت میں روانہ کیا ہے۔
(شمر خط لیکر بہ آواز بلند پڑھتا ہے اور سب لوگ سر جھکائے ہوئے سنتے ہیں)
شیث۔ ہمارے زہے نصیب۔ میں تو دستر خوان پر تھا حضور کے آنے کی خبر پاتے ہی شرف زیارت کے لئے دوڑا آیا۔
حجاج۔ میں تو ابھی بصرہ سے لوٹا ہوں۔ دم بھی نہ مارنے پایا تھا کہ جناب کے تشریف لانے کی خبر پائی۔ میرے قبیلہ کے صدہا آدمی شرف بیعت کے لئے باہر کھڑے ہیں۔
مسلم۔ ان لوگوں کو کل جامع مسجد میں طلب فرمائیے۔
شمر۔ وہ کونسا دن ہوگا کہ ملعون یزید کے ظلم سے ہمیں نجات ہوگی۔
شیث۔ آں حضرت نے ہم مظلوموں کی فریاد سن لی ہماری عین خوش نصیبی
قیس۔ ہماری قسمت کے ستارے اب روشن ہوں گے۔ میری دلی تمنا ہے۔ کہ زیاد کا سر اپنے پیروں کے نیچے دیکھوں۔
(ہانی۔ شعث کا آنا)
ہانی۔ "یا برادر حسین علیہ السلام آپ کے اوپر خدا کی رحمت ہو"
کثیر۔ ہم تو حضور کے لئے چشم براہ تھے۔
مسلم۔ بھائی صاحب نے مجھے یہ خط دیکر آپ حضرات کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔
ہانی خط لے کر آنکھوں سے لگاتا ہے۔ اور آنکھوں پر عینک لگا کر پڑھتا ہے۔

شمر - اب زیاد کی خبر لوں گا -
کثیر - میں تو یزید کی آنکھوں پہ مرچ ڈال کر اس کا تڑپنا دیکھوں گا -
مسلم - آپ لوگ بھی کل اپنے قبیلہ والوں کو جامع مسجد میں طلب فرمائیں
کل تین چار ہزار آدمی تو جمع ہو جائیں گے !!
شیث - خدا جھوٹ نہ بلوائے تو اس کے دس گنے آدمی جمع ہو جائیں گے
ہانی - آل رسولؐ کی شان ہی اور ہے وہ حسن، وہ اخلاق، وہ شرافت اور
کہیں نظر ہی نہیں آتی -
قیس - یزید کو دیکھو خاصا آبنوس کا کندا معلوم ہوتا ہے -
مسلم - آپ لوگ اپنے اپنے قبیلوں کو تیار رکھیں تاکہ جو لوگ اس وقت
یہاں نہ ہوں وہ بھی آجائیں -

(سب لوگ رخصت ہوتے ہیں)

مسلم (دل میں) یہ سبھی حضرات کوفے کے نامی سردار ہیں ہماری فتح یقینی ہے بیس ہزار آدمیوں کی بیعت مل گئی تو پھر حضرت حسینؑ کو مسند خلافت پر جلوہ افروز ہونے سے کون روک سکتا ہے -

ساتواں سین

کوفہ کے چوک میں کئی دو کاندار باتیں کر رہے ہیں)

پہلا - سنا آج حضرت حسینؑ تشریف لانے والے ہیں -
دوسرا - ہاں کل مختار کے مکان پہ بڑا جھگٹ تھا - مکہ سے کوئی صاحب ان کے

یہاں آنے کی خبر لائے ہیں۔
تیسرا۔ خدا کرے جلد آئیں کسی طرح ان ظالموں سے نجات تو ہو۔ میں نے یزید کی بیعت تو کر لی ہے لیکن حضرت حسینؑ آئیں گے تو پیچھا چھڑا کر الگ ہو جاؤں گا
چوتھا۔ لوگ کہتے تھے حضرت بڑے دھوم دھام سے آ رہے ہیں۔ پیدل سوار، خیمے..... سب ساتھ ہیں۔
پہلا۔ دوکان بڑھاؤ ہم لوگ بھی چلیں۔ تقدیر میں جو کچھ لکھا تھا بک چکا عاقبت کی بھی تو کچھ فکر کرنی چاہیئے (چونک کر) ارے یہ باجے کی آوازیں کہاں سے آ رہی ہیں۔
دوسرا۔ آ گئے شاید!
(سب دوڑ کر جاتے ہیں۔ زیاد کا جلوس سامنے سے آتا ہے۔ زیاد چوک میں ممبر پر کھڑا ہو جاتا ہے)
کئی آوازیں "مبارک ہو مبارک ہو یا حضرت حسینؑ"
زیاد۔ دوستو میں حضرت حسینؑ نہیں ہوں۔ حسینؑ کا ادنیٰ غلام۔ رسول پاک کے قدموں پر نثار ہونے والا آپ کا ناچیز خادم بن زیاد ہوں
ایک آواز۔ زیاد ہے! ملعون زیاد ہے!
دوسری آواز۔ گمراہ و مردود کو ممبر سے اُتار دو ملعون کو)
تیسرا۔ لگا دو تیر کا نشانہ، ظالم کی زبان بند ہو جائے۔ مکّار!
چوتھا۔ خاموش، خاموش۔ سنو کیا کہتا ہے۔
زیاد۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں ظالم ہوں تو بیشک مجھے تیر کا نشانہ بنائیے مگر سا

کیجئے گردن مارنے حاضر ہوں۔ بیشک ظالم گردن زدنی ہے۔ اور جو ظلم برداشت کرے وہ بے غیرت ہے۔

کئی آوازیں۔ سنو، سنو، خاموش!

زیاد۔ ہاں میں غیرت اور غرور سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ یہی وہ طاقت ہے جو کسی قوم کو ظالم کے ہاتھ سے بچا سکتی ہے۔ خدا کیلئے اس ظلم کی ناقدری نہ کیجئے جس نے آپ کی غیرت کو بیدار کیا۔ یہی میرا منشاء تھا۔ یہی یزید کا منشا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ ہماری تمنا پوری ہوئی۔ اب ہمیں یقین کامل ہو گیا کہ ہم آپ کے اوپر اعتماد کر سکتے ہیں۔ ظالم اُستاد کی بھی زندگی میں کبھی کبھی ضرورت ہوتی ہے حضرت حسینؑ جیسا پاک طینت۔ دیندار۔ فرشتہ خصال آپکو یہ سبق نہ دے سکتا تھا یہ ہم جیسے کور باطن، بے دین اور خود پرور آدمیوں ہی کا کام تھا۔ لیکن ہماری نیت خراب نہ تھی اگر ہماری نیت خراب ہوتی تو اس وقت آپ مجھے یہاں اُن رعایتوں کا اذن عام کرتے نہ دیکھتے جو میں ابھی ابھی کرنے والا ہوں۔ ان اعلانوں سے آپ کو میرے قول کی صداقت روشن ہو جائے گی۔

کئی آوازیں خاموش۔ سنو۔ سنو۔

زیاد۔ خلیفہ یزید کا حکم ہے کہ کوفہ اور بصرہ کا ہر ایک بالغ مرد خزانہ عامرہ سے پانچسو درہم سالانہ وظیفہ پائے۔

کئی آوازیں۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!

زیاد۔ اور کوفہ اور بصرہ کی ہر ایک بالغ عورت کو تاوقت نکاح دو سو درہم سالانہ عطا کیا جائے۔

کئی آوازیں - سبحان اللہ! سبحان اللہ!

زیاد - اور ہر ایک بیوہ عورت کو سو درہم سالانہ دیا جائے - جبتک موت اس کی زندگی کا خاتمہ نہ کر دے یا نکاح ثانی اس کی بیوگی اور بیچارگی کا -

کئی آوازیں - سبحان اللہ! سبحان اللہ!

زیاد - یہ میرے ہاتھ میں خلیفہ کا فرمان ہے - جسے یقین نہ آئے اگر خود دیکھ لے - ہر ایک یتیم کو تا سن بلوغ ایک سو درہم سالانہ مقرر کیا گیا ہے - ہر ایک جوان مرد اور عورت کو نکاح کے وقت ایک ہزار درہم یکمشت اخراجات کے لئے عطا کئے جائیں گے -

بہت سی آوازیں - خدا خلیفہ یزید پر اپنی برکتوں کی بارش کرے کیتی فیاضی کی ہے -

زیاد - ابھی اور سنئے اور تب فیصلہ کیجئے کہ یزید ظالم ہے یا رعایا پرور اس کا حکم ہے کہ ہر قبیلہ کے سردار کو ساحل دریا کی اتنی زمین عطا کیجائے جتنی دور اس کا تیر جا سکے -

بہت سی آوازیں - ہم خلیفہ یزید کی بیعت قبول کرتے ہیں - یزید ہمارا خلیفہ اور ہمارا پشت پناہ ہے -

زیاد - نہیں - یزید بیعت کے لئے آپ کو رشوت نہیں دیتا بیعت قبول کرنا یا نہ کرنا آپ کے اختیار میں ہے - یزید حضرت حسینؑ کا مخالف نہیں بننا چاہتا - اس کا حکم ہے کہ ندیوں کے معبدوں کا محصول معاف کر دیا جائے

بہت سی آوازیں - ہم یزید کو اپنا خلیفہ تسلیم کرتے ہیں -

زیاد - نہیں یزید کبھی حضرت حسینؑ کے حقوق کو زائل نہ کریگا۔ حسینؑ عالم و فاضل ہیں۔ عابد ہیں۔ زاہد ہیں۔ یزید کو انمیں سے کوئی صفت رکھنے کا دعویٰ نہیں یزید میں اگر کوئی صفت ہے تو وہ یہی کہ ظلم کرنا جانتا ہے۔ خاص کر نازک موقعہ پر، جب جان اور مال کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ ہو۔ جب سبھی اپنے اپنے حقوق اور دعویٰ پیش کرنے میں مصروف ہوں۔ کسی کو یہ خیال نہ رہے کہ رعایا پر کیا گذر رہی ہے۔

بہت سی آوازیں۔ ظالم یزید ہی ہمارا امیر ہے۔ ہم دل سے اُس کی بیعت قبول کرتے ہیں۔

زیاد - سوچئے اور غور سے سوچئے اگر خلافت کے دوسرے دعویداروں کی طرح یزید بھی کسی گوشۂ عافیت میں بیٹھا ہوا بیعت کے لئے ریشہ دوانیاں کیا کرتا تو آج ملک کی کیا حالت ہوتی۔ آپکے جان و مال کی کون حفاظت کرتا کون اس ملک کو باہر کے حملوں اور اندر کی خانہ جنگیوں سے بچاتا۔ کون عام شاہراہوں اور بندرگاہوں کو قزاقوں سے محفوظ رکھتا۔ کون قوم کی بہو بیٹیوں کی عزت و حرمت کا ذمہ دار ہوتا۔ جس ایک فرد کی ذات نے اتنی عظیم ذمہ داریاں اپنے سر لی ہوں۔

جس ایک فرد کی ذات سے آپکو اتنے فیوض حاصل ہوئے ہیں جس نے بیعت کی نسبت قوم کی حفاظت زیادہ ضروری سمجھی ہو۔

کیا وہ اسی قابل ہے کہ اُسے ملعون اور مردود کہا جائے۔ اُسے سر بازار گالیاں دیجائیں۔

ایک آواز - خدا ہمارے گناہوں کو معاف کرے۔ ہم سے بڑی تقصیر ہوئی ہم بہت نادم ہیں

شمر۔ ہم نے خلیفہ یزید کے ساتھ بڑی بے انصافی کی ہے۔
زیاد۔ ہاں آپ نے ضرور بے انصافی کی ہے۔ میں یہ کہنے کے لئے آپ کی معافی کا طالب نہیں ہوں ایسا شخص اس سے کہیں اچھے برتاؤ کا مستحق تھا حسینؑ کی عزت یزید کے اور میرے دل میں اس سے جو بھر بھی کم نہیں ہے جتنی اور کسی کے دل میں ہو گی۔ اگر آپ انہیں اپنا خلیفہ تسلیم کرنا چاہیں تو آپکو مبارک ہو۔ ہم خوش ہمارا خدا خوش! یزید سب سے پہلے ان کی بیعت منظور کرے گا۔ اس کے بعد میں ہوں گا۔ رسولِ پاک نے خلافت کیلئے انتخاب کی شرط لگا دی ہے۔ مگر حسینؑ کے لئے اس کی قید نہیں؟
قیس۔ انتخاب کی قید ہر شخص کے لئے ہے اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔
زیاد۔ اگر ہے تو انتخاب کا اس سے بہتر اور کون موقعہ ہوگا آپ اپنی رضا و رغبت سے کسی کا لحاظ یا مروت کئے بغیر جسے چاہیں خلیفہ بنا لیں۔ میں کثرت رائے کے سامنے سر تسلیم خم کر کے یزید کو اس کی اطلاع دے دوں گا۔
ایک طرف سے آوازیں۔ ہم یزید کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔
دوسری طرف سے آوازیں۔ ہم یزید کی بیعت قبول کرتے ہیں۔
تیسری طرف سے۔ یزید یا یزید یا یزید،
زیاد۔ خاموش اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ حضرت حسینؑ کے نام پر کون لوگ صاد کرتے ہیں۔ میں کسی پر جبر نہیں کرتا ہر شخص کو یہاں کامل آزادی سے اپنی رائے ظاہر کرنے کا مجاز ہے۔
(کوئی آواز نہیں آتی)

زیاد۔ آپ لوگ خاموش کیوں ہیں۔ کیا اِس مجمع کثیر میں ایک فرد بھی حضرت حسینؓ کا مداح نہیں۔

(کوئی آواز نہیں آتی)

زیاد۔ آپ جانتے ہیں یزید عابد نہیں۔

کئی آوازیں۔ ہمیں عابد کی ضرورت نہیں۔

زیاد۔ یزید عالم نہیں۔ فاضل نہیں، حافظ نہیں۔

کئی آوازیں۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں۔

حجاج۔ کتنی لاثانی فیاضی ہے!

شمر۔ کسی خلیفہ نے اتنی فیاضی نہیں دکھائی۔

شیث۔ عابد اکثر بخیل ہوتا ہے۔

اشعث۔ اجی کچھ نہ پوچھو۔ مسجد کے ملاؤں کو دیکھو، روٹیوں پہ جان دیتے ہیں۔

زیاد۔ اچھا آپنے تو یزید کو خلیفہ تسلیم کر لیا، لیکن فرض کیا حجاز، مصر، یمن اور شام کے لوگ کسی اور کو خلیفہ بنائیں تو؟

بہت سی آوازیں۔ ہم خلیفہ یزید کے لئے جانیں قربان کر دینگے۔

زیاد۔ بہت ممکن ہے۔ حضرت حسینؓ ہی کو وہ لوگ اپنا خلیفہ بنائیں۔ کیا اس حالت میں بھی آپ اپنا عہد پورا کریں گے؟

بہت سی آوازیں۔ مردوں کا قول جان کے ساتھ ہے۔ یزید کے سوا دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

زیاد۔ میں نے سنا ہے کہ حضرت حسین نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو

آپ کی بیعت لینے کیلئے بھیجا ہے۔اور شاید خود بھی آ رہے ہیں۔یزید کو گوشے میں بیٹھکر خدا کی یاد کرنا اس سے کہیں خوشگوار ہے کہ وہ خانۂ اسلام میں نفاق وشقاق کی آگ بھڑکائیں ابھی موقعہ ہے آپ لوگ خوب غور کر لیں۔

شمر۔خوب غور کر لیا ہے۔

حجاج۔حضرت حسینؑ کو جانے کیوں خلافت کی ہوس دامنگیر ہے بیٹھے ہوئے خدا کی یاد کیوں نہیں کرتے؟

قیس۔حسینؑ اہل مدینہ کے ساتھ جو مراعات کریں گے وہ ہمارے ساتھ کبھی نہیں کر سکتے۔

شیث۔کاش ہم سے پہلے غلطی نہ ہوتی۔

زیاد۔اگر آپ چاہتے ہیں ملک میں امن و امان رہے تو خبردار اس وقت ایک متنفس بھی جامع مسجد میں نہ جائے۔

حضرت حسینؑ آئیں ہمارے سر اور آنکھوں پہ ہم انکی تعظیم کریں گے۔ لیکن اگر انہوں نے خلافت کا دعویٰ کیا تو ہمیں امن قائم رکھنے کے لئے آپ کی مدد کی ضرورت ہوگی۔یہی آپ کی آزمائش کا وقت ہوگا اور اسمیں پورا اُترنے پر اسلام کی زندگی کا دار و مدار ہے۔

(زیاد ممبر سے اتر آتا ہے)

شیث۔بڑی غلطی ہوئی کہ حسینؑ کو خط لکھا۔

شمر۔میں تو جامع مسجد نہ جاؤں گا۔

قیس۔یہاں کون جاتا ہے۔

شیث۔ کاش انہیں رعایتوں کا چند روز قبل اعلان کر دیا ہوتا تو خط لکھنے کی نوبت ہی کیوں آتی۔

شمر۔ دین کی فکر موٹے آدمی کریں۔ یہاں دنیا کی فکر کافی ہے۔

(رفتہ رفتہ مجمع منتشر ہوتا جاتا ہے)

آٹھواں سین

(نو بجے رات کا وقت۔ کوفہ کی جامع مسجد۔ مسلمؓ، مختار، سلیمان اور ہانی بیٹھے ہوئے ہیں)

سلیمان۔ اب تک لوگ نہیں آئے!

ہانی۔ اب آنے کی امید کم ہے۔

مختار۔ آج زیاد کا واپس آنا ستم ہو گیا۔ اُس نے لوگوں کو وعدوں کے خوب سبز باغ دکھائے ہوں گے۔

سلیمان۔ یہی تو آئین سیاست مشہور رہا ہے۔

مسلم۔ ظالموں نے آئین سیاست کو آئین حق سے بالکل علیحدہ کر دیا ہے

سلیمان۔ حضرت مسلم۔ اب آپ اپنی تقریر شروع فرمائیں۔ شاید لوگ جمع ہو جائیں، (مسلم منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہیں)

شکر ہے اس خدائے پاک کا جس نے ہمیں آج دین اسلام کے لئے ایک ایسے بزرگ کو خلیفہ انتخاب کرنے کا موقعہ دیا ہے جو اسلام کا سچا دوست...

(بہت سے آدمی مسجد میں گھس پڑتے ہیں)
بس حضرت مسلم۔ زبان بند کیجئے،
آپ کے لئے اب یہی مناسب ہے کہ یہ یک بینی و دو گوش مدینہ کی راہ لیں
یزید ہمارا خلیفہ ہے اور زیاد ہمارا امام ہے۔
سلیمان۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ زیاد نے تمہاری پیٹھ پر آج خوب ہاتھ پھیرے ہیں اور ہری ہری گھاس دکھائی ہے۔ پر یاد رکھو اس ہریالی کے نیچے خندق ہے
(باہر سے اینٹ اور پتھر کی بارش ہونے لگتی ہے)
مارو، مارو! یہ قوم کا دشمن ہے
سلیمان۔ ظالمو! یہ خانۂ خدا ہے۔ اس کی حرمت کا تو خیال رکھو۔
"خانہ خدا نہیں۔ دشمنان اسلام کا مسکن کہو۔ اس کی زبان تالو سے کھینچ لو۔
مسلم۔ اے بد نصیب قوم! اگر تو اتنی جلد رسول کی ہدایتوں کو فراموش کر سکتی ہے اور تجھ میں نیک و بد کی تمیز نہیں رہی تو تو دنیا میں کبھی فروغ نہ پائے گی۔
ایک آواز۔ یہ اسلام کا دشمن ہے۔
دوسری آواز۔ نہیں نہیں یہ حضرت حسین کے چچیرے بھائی ہیں۔ ان کی توہین مت کرو۔
تیسری آواز۔ انہیں پکڑ کر شہر کی کسی اندھیری گلی میں چھوڑ دو۔ ہم ان کے خون سے ہاتھ نہ رنگیں گے۔ کئی آدمی مسلم پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور انہیں کھینچتے ہوئے مسجد کے باہر لے جاتے ہیں)

نواں سین

(ہانی کا مکان۔ مسلم۔ سلیمان۔ مختار۔ ہانی بیٹھے ہوئے ہیں۔ رات کے بارہ بجے ہیں)

مسلم۔ آپ نے یہ پیش بندی نہ کی ہوتی تو شاید میں زندہ نہ بچتا۔

ہانی۔ اس وقت یہی مصلحت تھی۔ آپ نے دیکھا نہیں مجمع کتنا غضبناک تھا میرے آدمیوں نے آپکو کوئی تکلیف تو نہیں دی۔ ایک بار مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ سب دغا کر جائیں اور میرے گھر کے بجائے آپکو زیاد کے پاس پہنچا دیں تو غضب ہی ہو جائے۔ مگر اندیشہ غلط تھا۔ میرے غلام وفادار ہیں۔

(شریک آتے ہیں)

شریک۔ السلام علیک یا حضرت مسلم۔ میں بھی حضرت حسین کے غلاموں میں ہوں۔

ہانی۔ کیوں حضرت مسلم۔ آپنے شریک کا نام تو سنا ہی ہوگا۔ آپ حضرت علی کے پرانے خادم ہیں اور اُن کی شان میں کئی قصیدے کہہ چکے ہیں

مسلم۔ (شریک سے گلے مل کر) ایسا بدنصیب کون ہے۔ جس نے آپ کے پاکیزہ کلام سے فیض اٹھایا ہو۔ شکر ہے آپ سے نیاز حاصل ہوا۔

شریک۔ زیاد نے تو آج لوگوں کو خوب سبز باغ دکھائے۔ اُس کی تقریر کا اثر حیرت انگیز تھا۔ قسم معبود کی میں اہل کوفہ کو اس درجہ حریص اور خودغرض نہ سمجھتا

تھا۔ اب تو ہمیں بھی دغا کا جواب فریب سے دینا چاہئے۔
مسلم۔ کیونکر؟
شریک۔ نہایت آسان ہے۔ زیاد سے میری پرانی راہ و رسم ہے میں اُسے لکھوں گا کہ تمہارا یہ رفیق بسترِ مرگ پر پڑا ہوا ہے۔ شاید اسے پھر اٹھنا نصیب نہ ہو۔ ملاقات کا بیحد اشتیاق ہے زیاد دوست نواز آدمی ہے فوراً میری مزاج پرسی کے لئے آئیگا۔ آپ وہیں چھپے بیٹھے رہیں۔ ایک وار میں کام تمام کر دیں۔
مسلم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کو مسلمان کا خون حرام ہے
شریک۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ بے دین کو پناہ دینا سانپ پالنا ہے، حضرت! حق کا راستہ رہزنوں سے خالی نہیں۔ اگر آپ حق کی حمایت کرنی چاہتے ہیں، تو رہزنوں کا استیصال کرنا ہوگا۔ اس مسئلہ کے ہر ایک پہلو پر غور فرمایئے۔

(باہر سے کوفیوں کا ایک مجمع دروازہ توڑ کر اندر آجاتا ہے)

ایک آواز۔ حضرت مسلم کہاں ہیں؟
دوسری آواز۔ ہم اس دشمن قوم کو شہر بدر کرنا چاہتے ہیں۔
تیسری۔ دوڑو مسلم وہ ہیں۔ انہیں گرفتار کر لو۔
مسلم۔ ہاں میں یہیں ہوں اگر چاہتے ہو تو مجھے قتل کر دو (قمر سے تلوار پھینک کر) یہ لو۔ اب تمہیں مجھ سے کوئی خوف نہیں ہے اگر تمہارا خلیفہ میرے خون کا پیاسا ہے تو یہ سینہ حاضر ہے۔ مگر خدا کے لئے حضرت حسینؑ کو لکھدو کہ آپ

یہاں نہ آئیں۔ اُنہیں خلافت کی ہوس نہیں ہے۔ ان کا منشا صرف آپکی حمایت کرنا تھا۔ وہ آپکے اوپر اپنی جان نثار کرنا چاہتے تھے۔ اُن کے پاس فوج نہیں تھی۔ اسلحے نہیں تھے۔ دولت نہیں تھی۔ محض اسلام کا درد تھا۔ صرف آپ کی فریاد کے زیر اثر وہ اپنے گوشۂ عبادت کو چھوڑنے پر آمادہ ہوئے تھے۔ اب آپکو اُن کی ضرورت نہیں ہے تو انہیں منع کر دیجئے کہ یہاں نہ آئیں انہیں بلا کر شہید کر دینے سے آپکو بجز ندامت اور افسوس کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اُن کی جان لینی کوئی مشکل کام نہیں۔ یہاں کی کیفیت دیکھکر وہ شاید خود ہی روحانی کوفت سے مر جائیں۔ اگر رسول صلعم پر جان دینے والی اُمت آج اُنکے نواسے کو قتل کرنا چاہتی ہے تو اُسے وہ اُمت کا انحراف نہیں، اپنا قصور سمجھیں گے اور یہ صدمہ اُنکی جان لینے کو کافی ہے۔ بولیئے انہیں اطلاع دیدوں کہ جن لوگوں کی حمایت کے لئے آپنے شہید ہونا قبول کیا تھا وہ اب آپکو شہید کرنے کی فکر میں ہیں۔ آپ ادھر کا رُخ نہ کریں۔

(کوئی آواز نہیں آتی)

مسلم۔ خموشی نیم رضا ہے۔

ایک آواز۔ کون کہتا ہے کہ ہم حضرت حسینؑ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔

مسلم۔ آپ کہتے ہیں۔ آپ کے الٰوار کہتے ہیں آپ کے تیور کہتے ہیں۔ آپ اپنی غرض کے غلام ہیں۔ آپ نے اپنا دین اور ایمان منصب اور جاگیر کے اوپر قربان کر دیا ہے۔ رسول صلعم نے آپ کو ہمیشہ صبر اور قناعت کی تلقین کی۔ آپ کو خوب معلوم ہے کہ وہ کتنی سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کو

خلیفہ اوّل کا حال معلوم ہے۔ حضرت فاروق رضؓ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ آپ کو سادہ اور قانع زندگی کا نمونہ دکھلا گئے۔ اسلام نے دولت کی کبھی پرستش نہیں کی، سیم وزر کو کبھی اپنا معبود نہیں بنایا۔ افسوس! آپ اس اصول کو بھول گئے جو توحید کے بعد اسلام کا سب سے پاک اصول ہے۔ ورنہ آپ وثیقوں اور جاگیروں کے جال میں نہ پھنستے۔ آپ نے ایک لمحہ کے لئے بھی خیال کیا ہے کہ جاگیریں اور وثیقے کس کے گھر سے آئیں گے؟ آپ پسند کرینگے کہ آپکی زمینیں آپ سے چھین کر دوسروں کو دیدی جائیں؟ ہرگز نہیں۔ آپ یہ صریح بے انصافی نہ برداشت کریں گے۔ لیکن آپ اپنے لئے جو نہیں روا رکھتے وہ دوسروں کے لئے ناروا سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اسلامی رعایا آپکے لئے پامال کی جائے گی۔ آپ کی ہوس کو خوش کرنے کے لئے آپ کے بھائیوں کا خون بہایا جائے گا۔ اگر یہی آئین سیاست ہے، اگر یہی آئین حق ہے، اگر یہی آئین انسانیت ہے تو اسلام کے بُرے دن آگئے۔ یہ دین پروری نہیں ہے۔ یہ اخوّت نہیں ہے اس کا کچھ اور ہی نام ہے۔

ایک آواز۔ بخدا ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔

مسلم۔ میں یزید کا دشمن نہیں ہوں۔ میں زیاد کا دشمن نہیں ہوں میں اسلام کا دوست ہوں جو انسان اسلام کو پیروں تلے کچلتا ہے وہ یزید ہو یا زیاد ہو، یا خود حسینؑ ہوں۔ میں اُس کا دشمن ہوں جو شخص قرآن کی اور رسولؐ کی توہین کرتا ہے وہ میرا دشمن ہے۔

ایک آواز۔ ہم بھی اُس کے دشمن ہیں۔ وہ مسلمان نہیں کافر ہے۔

مسلم۔ بیشک۔ اور کوئی مسلمان۔ اگر وہ مسلمان ہے۔ کافر کو خلیفہ نہ تسلیم

کرے گا چاہے وہ اس کا دامن ہیرے و جواہر سے بھر دے۔
ایک آواز۔ بیشک بیشک۔
مسلم۔ اس سے ایک سچا دیندار آدمی خلافت کا کہیں زیادہ مستحق ہے چاہے اس کے لباس میں پیوند ہی پیوند نظر آئیں۔
ایک آواز۔ بیشک بیشک
مسلم۔ کسی مسلمان کے لئے اس سے بڑی شرم کی بات نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی کو محض دولت یا حکومت کی بنا پر اپنا خلیفہ تسلیم کرے۔ خلافت کی مقدم شرط ہے۔ شریعت کی پیروی۔ اسلام نے دولت کو ہمیشہ حقیر سمجھا ہے۔ وہ اسلام کے لئے موت کا دن ہوگا جب وہ دولت کے سامنے سر جھکائے گا۔ خدا ہم کو اور آپ کو وہ دن دیکھنے کیلئے زندہ نہ رکھے۔ ہمارا دنیا سے مٹ جانا اس سے کہیں اچھا ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ بیعت اختیار کرنے سے پہلے تحقیق کر لو کہ جسے تم خلیفہ بنا رہے ہو وہ رسولؐ کی ہدایتوں پر عمل کرتا ہے یا نہیں۔ تحقیق کرو کہ وہ شراب کا عادی تو نہیں۔
کئی آوازیں۔ کیا خلیفہ یزید شراب پیتے ہیں۔
مسلم۔ یہ تحقیق کرنا تمہارا کام ہے۔ جانچ کرو کہ تمہارا خلیفہ فاجر تو نہیں؟
کئی آوازیں۔ کیا خلیفہ یزید فاجر ہیں؟
مسلم۔ یہ جانچ کرنا تمہارا کام ہے۔ دریافت کرو کہ وہ نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے۔ عالموں کی عزت کرتا ہے، بیت المال کا بیجا استعمال تو نہیں کرتا۔ اگر ان امور کی جانچ کئے بغیر تم محض جاگیروں اور وثیقوں کی امید کسی کی بیعت

قبول کرو گے تو تم قیامت کے روز خدا کے سامنے شرمندہ ہو گے۔ جب وہ تم سے پوچھے گا کہ تم نے انتخاب کے حق کا کیوں بیجا استعمال کیا تو تم اُسے کیا جواب دو گے؟ جب رسول صلعم تمہارا دامن پکڑ کر پوچھیں گے تو تم نے میری امانت میں کیوں خیانت کی۔ تو تم ان کے سامنے آنکھیں کیونکر ملاؤ گے؟

کئی آوازیں۔ ہم کو زیاد نے دغا دی۔ ہم یزید کی بیعت سے انکار کرتے ہیں

مسلم۔ پہلے تحقیق کر لو۔ میں کسی کو مطعون نہیں کرتا۔ تم میں سے کون کھڑا ہو کہہ سکتا ہے کہ یزید ان برائیوں سے پاک ہے۔

کئی آوازیں۔ ہم جانچ کر چکے۔

مسلم۔ تو تم کس کی بیعت قبول کرتے ہو۔

کئی آوازیں۔ حضرت حسین کی۔ رسول کے نواسے کی۔

مسلم۔ تم نے تحقیق کر لیا ہے کہ حضرت حسینؑ ان برائیوں سے پاک ہیں؟

کئی آوازیں۔ ان کے متعلق ہمیں کچھ تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں آن میں کوئی عیب نہیں، کوئی خطا نہیں۔ اُن کا دل آئینہ کی طرح روشن ہے اور سینہ قوم کی حمایت سے لبریز۔ ہم حسینؑ کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہیں۔ زیاد نے ہمیں گمراہ کر دیا تھا۔

ایک آواز۔ پہلے زیاد کو قتل کر دو۔

دوسری آواز۔ بیشک اسی ملعون نے ہمیں گمراہ کر دیا تھا۔

مسلم۔ نہیں نہیں رسولؐ کا واسطہ ہے۔ مومن پر مومن کا خون حرام ہے

(اہل کوفہ وہیں بیٹھ جاتے ہیں اور حضرت مسلم کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہیں

دسواں سین

رات کا وقت۔ ہانی کا مکان، شریک ایک چارپائی پر پڑے ہوئے ہیں۔ سامنے طاق پر شیشیاں اور پیالے رکھے ہیں۔ مسلم اور ہانی فرش پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

شریک۔ زیاد اب آتا ہی ہوگا۔ حضرت مسلم تلوار کو تیز رکھے گا۔
ہانی۔ میں خود اُسے قتل کرتا مگر ضعیفی نے ہاتھوں میں قوت باقی نہیں رکھی
شریک۔ اِسمیں پس و پیش کی مطلق ضرورت نہیں۔ حق کی حمایت کیلئے اسلام کی حمایت کے لئے، قوم کی حمایت کے لئے اگر خون کا دریا بہا دیا جائے تو اس میں فرشتے وضو کریں گے۔ اولیا کی روحیں اسمیں نہائیں گی جو ہاتھ حق کی حمایت میں نہ اُٹھے۔ وہ اندھی آنکھوں سے بجھے ہوئے چراغ سے۔ دن کے چاند سے بھی زیادہ بیکار ہے۔ اسلام کی خدمت کا بہتر موقع آپکو پھر نہ ملیگا۔ شاید پھر کبھی کسی کو نہ ملیگا۔ کوفہ اور بصرہ پر قبضہ کر کے آپ یزید کی بڑی سی بڑی فوج کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یزید کی خلافت اسلام کو بے دینی اور غلامی کے راستہ پر لیجائیگی۔ حسینؑ کی خلافت حق اور راستی اور آزادی کیطرف کیا آپکو یہ منظور ہے کہ یزید کے ہاتھوں اسلام تباہ ہو جائے!

(زیاد آتا ہے اور حضرت مسلم بغل کے کمرہ میں چھپ جاتے ہیں)

زیاد۔ السّلام علیک یا حضرت شریک۔ آپکی حالت تو بہت خراب نظر آتی ہے

ہانی - کل سے آنکھیں نہیں کھولیں ساری رات کراہتے گذری ہے۔
شریک - خدا فرماتا ہے حق کے واسطے جو تلوار اُٹھاتا ہے اس کے واسطے
جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے)

زیاد - شریک! شریک - کیسی طبیعت ہے؟

شریک - شوق کہتا تھا کہ ہاں حسرت یہ کہتی تھی نہیں؟!
میں اِدھر مشکل میں تھا، قاتل اُدھر مشکل میں تھا

ہانی - حضرت آنکھیں کھولئے - امیر آپ کی عیادت کو آئے ہیں -

شریک - سلب تھی قوتِ تڑپنے کی، نہ پتا کس طرح
ایک دل میں، دوسرا خنجر کف قاتل میں تھا

زیاد - کیا رات کو بھی ان کی یہی حالت تھی -

ہانی - جی ہاں - یونہی ہذیان بکتے رہے

زیاد - کسی کو بلانا چاہئے

شریک - کون آیا ہے؟ زیاد؟
،ہجوم آرزو سے، بڑھ گئیں بیتابیاں دل کی!
ارے او چھپنے والے، بے حجاب جانشاں کب تک

زیاد - تمہارے گھر والوں کو خبر بھیجی جائے؟

شریک - میں یہیں مرونگا - یہیں میرا مزار ہوگا اور اس پر خار زار ہوگا

زیاد - خدا کسی غریب کو غربت میں مریض نہ بنائے - ہاں مجھے معلوم ہوا ہے
کہ مسلم مکہ سے یہاں آئے ہیں - خلیفہ نے مجھے سخت تاکید کی ہے کہ انہیں

گرفتار کر لوں۔ آپ زعمائے شہر سے ہیں۔ ان کا کچھ سراغ ملے تو مجھے اطلاع دیجئے گا۔ مجھے آپکے اوپر کامل اعتماد ہے۔ آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ ان کے آنے سے ملک میں کتنا شور و شر پیدا ہوگا۔ قسم کلام پاک کی۔ اس وقت جو انکا سراغ لگادے اس کا دامن جواہرات سے بھر دوں۔

(چلا جاتا ہے) حضرت مسلم کمرہ سے باہر نکل آتے ہیں)

شریک۔ حضرت مسلم آپ سے آج جو غلطی ہوئی ہے اُس پر آپ تا دم آخر افسوس کریں گے اور آپکے بعد مسلمان قوم قیامت تک اس کا خمیازہ اُٹھایا آپ قیاس نہیں کر سکتے کہ آج آپنے اسلام کو کتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے شاید خدا کو بھی منظور ہے کہ رسول پاک کا لگایا ہوا پودا یزید کے ہاتھوں برباد ہو جائے۔ افسوس!

مسلم۔ حضرت، میں نے اپنی زندگی میں کبھی دغا نہیں کی اور مجھے یقین ہے کہ حضرت حسینؑ میری اس حرکت کو ہرگز پسند نہ کرتے۔ اسلام کا درخت حق کے بیج سے اُگا ہے۔ دغا سے اُسکی آبیاری نہیں ہو سکتی۔ حق پر قائم رہکر اگر اسلام کا نام و نشان دنیا سے مٹ جائے تو بھی اُس سے کہیں بہتر ہے۔ کہ اُسے زندہ رکھنے کیلئے دغا کا سہارا لینا پڑے (ہانی سے) بھائی صاحب کو اطلاع دیدوں کہ یہاں اٹھارہ ہزار آدمی آپ کی بیعت قبول کرنے پر آمادہ ہیں۔

ہانی۔ ضرور، میرا غلام اس خدمت کے لئے حاضر ہے۔

مسلم۔ (دل میں) یہ غیر ممکن ہے کہ اتنے آدمی بیعت کا وعدہ کر کے پھر جائیں

کل مجھے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا تھا۔ آج وہ گھٹائیں کھل گئیں خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ میرا خیال صحیح نکلا اور میری اُمید پوری ہوئی۔

گیارہواں سین

(شام کا وقت۔ زیاد کا دربار)

زیاد۔ تم لوگوں میں ایسا ایک آدمی بھی نہیں جو مسلم کا سراغ لگا سکے میں وعدہ کرتا ہوں کہ پانچ ہزار دینار اُس کی نذر کر دوں گا۔

ایک درباری۔ حضور کیا عرض کریں کہیں نشان نہیں ملتا۔ اتنا تو معلوم ہوا ہے کہ کئی ہزار آدمیوں نے اُنکے ہاتھ پر حسینؑ کی بیعت کی ہے۔ پر وہ مقیم کہاں ہیں اس کی ہمیں خبر نہیں۔

(موکل کا آنا)

موکل۔ حضور کو خدا سلامت رکھے ایک خوشخبری میں لایا ہوں۔ اپنا اونٹ لیکر شہر کے باہر چارہ کاٹنے گیا تھا کہ ایک آدمی کو بڑی تیزی سے ایک سانڈنی پر جاتے دیکھا۔ میں نے پہچان لیا کہ وہ سانڈنی ہانی کی تھی۔ شک گزرا۔ اس آدمی کو ایک حیلہ سے روک کر پکڑ لیا۔ جب مارنے کی دھمکی دی تو اُس نے قبول کیا کہ مسلم کا خط لیکر مکے جا رہا ہوں۔ میں نے وہ خط اُس سے چھین لیا۔ یہ حاضر ہے۔ حکم ہو تو قاصد کو پیش کر دوں۔

زیاد۔ (خط پڑھ کر) قسم خدا کی مسلم کو زندہ نہ چھوڑوں گا۔ (قاصد سے) تو

کس کا نوکر ہے ؟

قاصد۔ اپنے آقا کا۔

زیاد۔ تیرا آقا کون ہے ؟

قاصد۔ جس نے مجھے مصریوں کے ہاتھ سے خریدا تھا۔

زیاد۔ کس نے تجھے خریدا ؟

قاصد۔ جس نے ایک ہزار دینار دیئے تھے۔

زیاد۔ کس نے دینار دیئے تھے۔

قاصد۔ میرے آقا نے۔

زیاد۔ تیرا آقا کہاں رہتا ہے ؟

قاصد۔ اپنے گھر میں۔

زیاد۔ اُس کا گھر کہاں ہے ؟

قاصد۔ جہاں اُس کے بزرگوں نے بنوایا تھا۔

زیاد۔ قسم خدا کی تو ایک ہی شیطان ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تجھ جیسے بدمعاشوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے (جلاد سے) اسے لیجاؤ قتل کردو

موکل۔ حضور میں خوب پہچانتا ہوں یہ سانڈنی ہانی کی ہے)

زیاد۔ اگر تو مسلم کا سراغ لگادے تو تجھے آزاد کردوں اور پانچ ہزار دینار انعام دوں۔

(موکل چلا جاتا ہے)

زیاد۔ اگر یہ سانڈنی ہانی کی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ بھی سازش میں شریک ہے

میں اب تک اُسے اپنا دوست سمجھتا تھا۔ خدا! کچھ حقیقت نہیں کھلتی کہ کون میرا دوست ہے۔ اور کون دشمن۔ میں ابھی ہانی کے گھر گیا تھا۔ اگر شریک بھی ہانی کا شریک ہے تو یہی کہنا پڑے گا کہ دنیا میں وفا کی جنس معدوم ہے۔

بارہواں سین

(دس بجے رات کا وقت ہے۔ زیاد کے محل کے سامنے سڑک پر سلیمان مختار اور ہانی چلے آ رہے ہیں)

سلیمان۔ زیاد اب بہت مہربان معلوم ہوتا ہے۔

مختار۔ ہاں ورنہ ہم سے مشورہ کیوں طلب کرتا۔

ہانی۔ مجھے تو خوف ہے کہ اُسے ساری باتیں معلوم ہو گئی ہیں کہیں اُسکی نیت میں فتور نہ ہو۔

مختار۔ اگر کچھ شک نہ ہوتا تو وہ آج آپ کے گھر کیوں جاتا۔

ہانی۔ اس وقت شاید بھید لینے ہی کے ارادے سے گیا ہو۔ مجھ سے غلطی ہوئی کہ اپنے قبیلہ کے کچھ آدمیوں کو ساتھ نہ لایا۔ تلوار بھی نہیں لی۔

سلیمان۔ میں تو سمجھتا ہوں یہ آپ کا وہم ہے۔

(تینوں زیاد کے مکان پر جا پہنچتے ہیں۔ وہاں قیس، شمر، حجاج وغیرہ بیٹھے ہوئے ہیں)

زیاد۔ سلام علیک! آئیے آپ حضرات سے ایک خاص معاملہ میں مشورہ

کرنا ہے۔ کیوں شیخ ہانی، آپ کے ساتھ خلیفہ یزید نے جو رعائتیں کیں کیا اس کا یہی صلہ ہے۔ کہ آپ مسلم کو اپنے گھر میں ٹھہرائیں اور لوگوں کو حضرت حسینؑ کی بیعت لینے پر آمادہ کریں۔ ہم آپ کا رتبہ اور وقار بڑھاتے ہیں۔ اور آپ ہماری جڑ کھودنے کی فکر کرتے ہیں۔"

ہانی۔ یا امیر، خدا جانتا ہے میں نے مسلم کو خود نہیں بلایا۔ وہ رات کو میرے گھر آئے اور میری پناہ مانگی یہ انسانیت کے خلاف تھا۔ کہ میں انہیں گھر سے نکال دیتا۔ آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ اسمیں میری کیا خطا تھی۔

زیاد۔ تمہیں یہ نہ معلوم تھا کہ حضرت حسینؑ خلیفہ یزید کے دشمن ہیں۔"

ہانی۔ اگر میرا دشمن بھی میری پناہ میں آتا تو میں دروازہ بند نہ کرتا۔

زیاد۔ اگر تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو مسلم کو میرے حوالے کردو، ورنہ کلام پاک کی قسم تم پھر آفتاب کی روشنی نہ دیکھو گے

ہانی۔ یا امیر اگر آپ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں اور ان ٹکڑوں کو آگ میں جلا دیں تو بھی میں مسلم کو آپ کے حوالے نہیں کر سکتا۔ مروت اور حمیت اسے کبھی نہ قبول کریگی۔ یہ آئین انسانیت اور شرافت کے خلاف ہے۔

قیس۔ ہانی کو کنارے لیجا کر بھائی جان سوچو اس ضد کا انجام کیا ہوگا اپنے اوپر نہ سہی اپنے خاندان پر۔ خاندان بھی نہ سہی۔ اپنے قبیلے پر رحم کرو۔ اتنے آدمیوں کو قربان کرکے ایک فرد کی جان بچانا کہاں کی دانائی ہے۔

ہانی۔ قیس تمہارے منہ سے ایسی باتیں زیبا نہیں۔ میں حضرت مسلم کیساتھ کبھی دغا نہ کروں گا۔ چاہے میرا سارا خاندان اور قبیلہ خاک میں مل جائے۔

انسانیت انسان سے زیادہ گراں بہا جنس ہے۔
زیاد۔ شیخ ہاں شاید تم زندگی سے بیزار ہو گئے ہو۔
ہانی آپ مجھے اپنے گھر بلا کر یہ دھمکیاں دے رہے ہیں۔ یہ آپ کے حق میں اچھا نہیں۔ میری ایک صدا اس عالیشان عمارت کو جڑ سے ہلا دیگی۔ ہانی بیکس بے یار اور بے پر نہیں ہے۔
زیاد۔ (ہانی کے منہ پر اپنے چھڑی سے وار کر کے) خلیفہ کا نائب کسی کے منہ سے اپنی توہین نہ سُنے گا۔ چاہے وہ دس ہزار قبائل کا سردار کیوں نہ ہو۔
ہانی۔ (ناک سے خون پونچھتے ہوئے) ظالم! تجھے شرم نہیں آتی کہ تو ایک نہتے ضعیف آدمی پر وار کر رہا ہے۔ کاش میں جانتا کہ تو دغا کریگا تو یوں نہ بیٹھا رہتا۔
سلیمان۔ زیاد میں تجھے آگاہ کئے دیتا ہوں کہ شیخ ہانی کو ضرر پہنچا کر تو سلامت نہ رہے گا۔ دیکھ تیرے پاداش عمل کا وقت آپہنچا۔
(یہ کہتے ہوئے مختار اور سلیمان باہر جا کر مجاہدین کے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں)
زیاد۔ تم لوگوں نے ان دونوں روسیاہوں کو باہر کیوں جانے دیا۔ یہ ملعون وہاں باغیوں کے ساتھ شریک ہو کر خدا جانے کیا ستم ڈھائیں گے۔ خیر دروازے بند کر لو اور اپنی اپنی تلواریں لیکر تیار ہو جاؤ۔ قسم خدا کی میں اس بغاوت کو زبان کی طاقت سے فرو کروں گا۔ لیکن تیار رہنا شرط ہے
(چھت پر چڑھ کر باغیوں سے پوچھتا ہے)

تم لوگ کیوں شور مچاتے ہو؟

ایک مجاہد۔ ہم تجھ سے ہانی کے خون کا انتقام چاہتے ہیں۔

زیاد۔ کلام پاک کی قسم جیتے جاگتے آدمی کے خون کا انتقام آجتک کسی نے نہیں لیا اگر میں جھوٹا ہوں تو تمہارے شہر کا قاضی تو جھوٹ نہ بولیگا (قاضی کو نیچے سے بلا کر) تو نے ہانی کو زندہ دیکھا ہے تو ان جہلا کے شک کا ازالہ کر۔

قاضی۔ (مجاہدین سے) اے کوفہ کے باشندو۔ میں اپنے ایمان کے روح سے تصدیق کرتا ہوں کہ شیخ ہانی زندہ ہیں۔ انہیں کسی قسم کا گزند نہیں پہنچایا گیا ہے

مسلم۔ (مجاہدین سے) بڑھے چلو۔ محل پر چڑھ جاؤ۔ کیا کہا، زینے نہیں ہیں جو المردوں کو کبھی زینے کا محتاج نہیں دیکھا۔ تم آپ زینے بن جاؤ

زیاد۔ (دلمیں) ظالم ایک دوسرے کے کندہوں پر چڑھ رہے ہیں۔ دوستو یہ ہنگامہ کس لئے ہے؟ میں حضرت امام حسینؑ کا دشمن نہیں ہوں، اگر تم نے امام حسینؑ کی بیعت قبول کی ہے تو مبارک ہو۔ وہ شوق سے آئیں۔ میں یزید کا غلام نہیں ہوں ہیں اُسی کا غلام ہوں جسے آپ اپنا خلیفہ تسلیم کریں مگر اس کا فیصلہ ہنگامہ سے نہ ہوگا۔ اس مکان کو پست کرنے سے نہ ہوگا ایسا ہو تو سب سے پہلے میں اس پر پھاوڑا چلاؤں گا مجھے قتل کرنے سے بھی اس کا فیصلہ نہ ہوگا۔ اگر ایسا ہو تو میں اپنے ہاتھوں اپنا سر قلم کرنے کو تیار ہوں اس کا فیصلہ باہمی مشورہ سے ہوگا۔

مسلم۔ (مجاہدین سے) جو المردو ہمت نہ ہارو۔ ادھر پہنچے اور بس تمہاری فتح ہے۔

سلیمان - ارے یہ کیا ستم ہو گیا - یہ لوگ پیچھے کیوں چلے آتے ہیں -
قیس - کھڑکی سے سر باہر نکال کر) بھائیو ہم اور آپ اسی شہر کے باشندے ہیں - کیا تم ہمارے خون سے اپنی تلواروں کی پیاس بجھاؤ گے - تم ہیں سے کتنے ہی میرے دوست ہیں ہم اور تم ساتھ کھیلے ہیں - ساتھ بڑھے ہیں ، کیا یہ مناسب ہے کہ ہم ایک دوسرے کا خون بہائیں - ہم نے دولت ، عہدے یا جاگیر کی طمع سے یزید کی بیعت نہیں کی ہے - بلکہ محض اس لئے کہ کوفہ کی گلیوں میں خون کے نالے نہ بہیں -
ایک مجاہد - تم ہمارے دشمن نہیں ہو ہمارا دشمن زیاد ہے -
مسلم - ٹھہرو - ٹھہرو اس دغاباز کی باتوں میں نہ آؤ -
سلیمان - افسوس کوئی نہیں سنتا - سب بھاگے چلے جاتے ہیں -
مسلم - میری نادانی تھی کہ ان پر اعتبار کیا -
مختار - ایسے ایسے لوگ دغا دیئے جا رہے ہیں - جنہیں میں تقدیر سے زیادہ اٹل سمجھتا تھا - وہ لیجئے یزید کے سپاہی باہر نکل آئے خدا ان موذیوں سے سمجھے حضرت مسلم مجھے اب ایسا کوئی مکان نہیں نظر آتا جہاں آپ کو پناہ مل سکے - مجھے یہاں کی مٹی سے بھی دغا کی بو آرہی ہے -
کثیر - غریب کا مکان حاضر ہے -
مختار - خدا انہیں جزائے خیر دے کثیر - تم بڑے وقت پر کام آئے حضرت مسلم آپ ان کے ساتھ جائیں - میں اور سلیمان بھی کسی گوشے میں پناہ گزیں ہونگے - ہم دو چار آدمیوں کا زندہ رہنا ضروری ہے جو حضرت حسینؑ پر اپنی

جان نثار کر سکیں ہمیں اپنی جان عزیز نہیں لیکن حضرت حسین کی خاطر اس کی حفاظت کرنا ہوگی۔

تیرہواں سین

نو بجے رات کا وقت، مسلم ایک اندھیری گلی میں کھڑے ہیں تھوڑی دور پر ایک چراغ جل رہا ہے۔ توعہ اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھی ہوئی ہے۔

مسلم۔ (دل میں) اُف! کتنی سخت گرمی ہے جسم کا خون آگ ہوگیا۔ سارا دن گذر گیا پانی کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوا۔ ایک دن، ہاں صرف ایکدن قبل بیس ہزار آدمیوں نے میرے ہاتھوں پر حسینؑ کی بیعت لی تھی۔ آج کسی سے ایک بوند پانی مانگتے ہوئے خوف ہوتا ہے کہ کہیں گرفتار نہ ہوجاؤں۔ سائے پر دشمن کا گمان ہوتا ہے۔ آہ جان نثار کثیر خدا تمہیں جنت دے۔ کتنا دلیر کتنا جانباز کتنا بادفا دوست کی حمایت کا پاک فرض اتنی جوانمردی سے کس نے ادا کیا ہوگا۔ آہ! تم دونوں باپ اور بیٹے اس دغا اور فریب کی دنیا میں رہنے کے قابل نہ تھے تمہارے مزار پر فرشتے فاتحہ پڑھنے آئیں گے۔ آہ! اب پیاس کے مارے نہیں رہا جاتا۔ دشمنوں کی تلوار سے مرنا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مرنے سے کہیں اچھا ہے۔ وہ سامنے چراغ نظر آتا ہے۔ وہاں چلکر پانی مانگوں شاید مل جائے۔ (اس طرف جاکر توعہ سے) اے نیک بیوی! پیاس کے مارے میرا برا حال ہے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ ثواب ہوگا۔

طوعہ - آؤ بیٹھو، پانی لاتی ہوں۔

(طوعہ پانی لاتی ہے۔ حضرت مسلم پانی پی کر خدا کا شکر کرتے ہیں۔ اور دیوار سے لگ کر بیٹھ جاتے ہیں۔)

طوعہ - اے خدا کے بندے کیا تو نے پانی نہیں پیا؟

مسلم - خوب پی چکا۔

طوعہ - تو اب گھر کی راہ لو یہاں تنہا کھڑا رہنا مناسب نہیں ہے زیاد کے سپاہی چکر لگا رہے ہیں۔ کہیں تمہیں شبہہ میں پکڑ لیں۔ ایک بار پکڑ جاؤ گے تو پھر چھوٹنا مشکل ہوگا۔ ایسا ہی زمانہ ہے۔

مسلم - چلا جاؤں گا۔

طوعہ - ہاں بیٹا زمانہ نازک ہے۔ تم چلے جاؤ تو میں دروازہ بند کر لوں

مسلم - چلا جاؤں گا۔

طوعہ - سبحان اللہ تم بھی عجیب آدمی ہو۔ میں تم سے بار بار گھر جانے کو کہتی ہوں اور تم اٹھتے ہی نہیں۔ تمہارا یہاں پڑا رہنا مجھے پسند نہیں کہیں کوئی واقعہ ہو جائے تو بندھا بندھا کون پھرے گا۔

مسلم - اے خدا کی بندی جس کا یہاں گھر ہی نہ ہو وہ کس کے گھر چلا جائے جس کے لئے گھروں کے دروازے بند ہوں، سڑکیں بند ہو گئی ہوں۔ اس کا کہاں ٹھکانہ - اگر تمہارے گھر میں جگہ اور دل میں درد ہو تو مجھے پناہ دو۔ شاید میں اس نیکی کا صلہ کبھی دے سکوں۔

طوعہ - تم کون ہو؟

مسلم۔ میں وہی بدنصیب ہوں جس کی آج چاروں طرف تلاش ہو رہی ہے۔ میرا نام مسلم بن عقیل ہے۔

توعہ۔ یا حضرت تم پہ میری جان فدا ہو جب تک توعہ زندہ ہے آپکو کسی کے گھر جانے کی ضرورت نہیں۔ خوشا نصیب کہ مرنیکے وقت آپکی زیارت نصیب ہوئی۔ میں زیاد سے کیوں ڈروں میرے لئے موت کے سوا اب اور آرزو ہی کونسی ہے۔ آیئے آپکو اپنے مکان کے دوسرے حصہ میں ٹھیرا دوں جہاں کسی کا گذر نہیں ہو سکتا۔

(دونوں گھر کے اندر جاتے ہیں) یہاں آپ آرام کیجئے میں آپکے لئے کھانا لاتی ہوں۔

(بلال آتا ہے)

بلال۔ اماں جان آج زیاد نے سب کی خطائیں معاف کر دیں۔ سب کو تسلی دی اور اطمینان دیا کہ کسی کے ساتھ سختی نہ کی جائے گی۔ حضرت مسلم کا نہ جانے کیا حال ہوا۔

توعہ۔ جو حسینؑ کا دشمن ہے اُس کے قول کا کیا اعتبار۔

بلال۔ نہیں اماں جان اپنے قول کا سچا آدمی ہے۔ اُس کے بشرہ سے صداقت جھلکتی ہے۔ اب حضرت مسلم کا بچنا مشکل ہے۔ زیاد نے وعدہ کیا ہے کہ جو انہیں گرفتار کرا ئیگا اُسے پانچ ہزار دینار انعام۔

توعہ۔ بیٹا کہیں تیری نیت تو نہیں بدل گئی۔ خدا کی قسم میں تجھے دودھ نہ بخشوں گی۔

بلال - اماں جان خدا نہ کرے کہ میری نیت میں فرق آئے میں تو صرف بات کہہ رہا تھا - آج سارا شہر زیاد کو دعائیں دے رہا ہے -

(توعہ چپکے سے کھانا نکال کر مسلم کو دے آتی ہے)

بلال - حضرت حسینؑ اب تشریف نہ لائیں تو اچھا ہو - ناحق فتنہ و فساد پیدا ہوگا ان کا آنا اب مناسب نہیں -

توعہ - اچھا منہ دھو - کچھ کھانا تو کھا - یا زیاد نے دعوت بھی کر دی -

بلال - خدا مجھے اس کی دعوت سے بچائے - کھانا لا -

(توعہ اس کے سامنے کھانا نکال کر لاتی ہے - اور ایک پیالے میں کچھ لیکر چپکے سے حضرت مسلم کو دے آتی ہے)

بلال - یہ پچھواڑے کی طرف بار بار کیوں جا رہی ہو اماں جان ؟

توعہ - کچھ نہیں بیٹا یوں ہی ایک ضرورت سے چلی گئی تھی -

بلال - حضرت مسلم پر نہ جانے کیا گذری -

(بلال کھانا کھا کر چارپائی پر لیٹتا ہے توعہ ایک بستر لیکر چپکے سے چلی جاتی ہے اور حضرت مسلم کی چارپائی پر بچھا آتی ہے -)

بلال - اماں تم پھر ادھر گئیں اور کچھ لیکر گئیں آخر ماجرا کیا ہے کوئی مہمان تو نہیں آیا ہے -

توعہ - بیٹا مہمان آتا تو کیا اس کے لئے یہاں جگہ نہ تھی -

بلال - مگر کوئی نہ کوئی بات ہے ضرور - کیا مجھ سے بھی چھپانے کی ضرورت ہے -

توعہ۔ تم سوؤ۔ تمہیں اس کی کیا فکر پڑی ہے۔
بلال۔ جب تک نہ بتلاؤ گی، میں نہ سوؤں گا۔
توعہ۔ کسی سے کہو گے تو نہیں؟
بلال۔ تمہیں مجھ پر بھی اعتبار نہیں۔
توعہ۔ قسم کھا۔
بلال۔ خدا کی قسم جو کسی سے کہوں،
توعہ۔ (بلال کے کان میں) حضرت مسلم ہیں۔
بلال۔ یہ تم نے کیا غضب کیا۔ اماں زیاد کو خبر مل گئی تو ہم تباہ ہو جائیں گے
توعہ۔ خبر کیسے ہو جائیگی میں تو کہوں گی نہیں۔ ہاں تیرے دل کی بات نہیں جانتی۔ کرتی کیا ایک تو مسافر دوسرے حضرت حسینؑ کے بھائی۔ دل میں جگہ ہے تو گھر میں کیسے نہ ہوتی۔
بلال۔ (دلمیں) اماں نے مجھے یہ راز بتا دیا بڑی غلطی کی۔ میں نے جبر کر کے پوچھا مجھ سے بھی غلطی ہوئی۔ اب حرص رفعت کو کیوں کر مایوس رکھوں ایک وار سے ایک سلطنت ہاتھ آتی ہو تو ایسا کون ہاتھ ہے جو نہ اُٹھ جائیگا ایکبار زبان کھولنے سے اگر زندگی کے سارے حوصلے ساری تمنائیں پوری ہوتی ہوں تو وہ کون زبان ہے، جو خاموش رہ جائیگی۔ اے دل گمراہ نہ ہو تو نے سخت قسمیں کھائی ہیں۔ لعنت کا طوق گردن میں نہ ڈال۔ لیکن ہوگا تو وہی جو مقدر میں ہے۔ اگر حضرت مسلم کی تقدیر میں بچنا لکھا ہے تو بچیں گے چاہے ساری دنیا ان کی دشمن ہو جائے۔ مرنا لکھا ہے تو مریں گے۔ چاہے ساری دنیا دوست ہو جائے

(اٹھ کر چپکے سے توعہ کی چارپائی کی طرف دیکھتا ہے اور چپکے سے دروازہ کھول کر باہر چلا جاتا ہے)

توعہ (دروازہ کے کھلنے کی آواز سن کر) آہ ظالم! ماں سے بھی دغا کی۔ عاقبت کے دن خدا اور رسول کو کیا منہ دکھائے گا۔ ایک کنیز تھا کہ اپنی اور اپنے بیٹے کی جان عزیز وفا پر نثار کر دی اور ایک بدنصیب میں ہوں کہ میرا بیٹا بے غیرت۔ حریص۔ گمراہ بیٹا غداری پر آمادہ ہے۔ اندر کا دروازہ بند کر دوں کہیں شیاطین نہ آتے ہوں۔

(اٹھ کر اندر کا دروازہ بند کرنا چاہتی ہے کہ باہر شور سن کر حضرت مسلم اندر سے اُس کمرہ میں آ جاتے ہیں۔)

مسلم۔ توعہ! یہ شور کیسا ہے؟

توعہ۔ یا حضرت کیا بتاؤں۔ میرا بیٹا جسے میں نے اپنی کوکھ میں رکھا جسے اپنے خون جگر سے پالا۔ مجھ سے دغا کر گیا۔ جس وقت آپ نے مجھ سے پانی مانگا تھا میں نے کاش بے مروتی کی ہوتی تو آپ اس وقت خطرے میں نہ پڑتے اگر کبھی کسی ماں کو بیٹا جننے پر افسوس ہوا ہے تو وہ بدنصیب میں ہوں۔ اگر جانتی کہ اس کے ہاتھوں یہ روز بد دیکھنا پڑیگا تو زچہ خانہ ہی میں اس کا گلا گھونٹ دیتی۔

مسلم۔ اے پاکیزہ صفت خاتون۔ افسوس نہ کر یہ تیرے بیٹے کی خطا نہیں سب کچھ وہی ہو رہا ہے جو تقدیر میں تھا جسکی مجھے پہلے سے خبر تھی۔ لیکن دنیا میں رہکر انصاف عزت اور ایمان کے لئے قربان ہو جانا ہے۔ ایک

مسلمان کا فرض ہے۔ خدا نبیوں کے ہاتھ ہدایت کے بیج بوتا ہے۔ اور شہیدوں کے خون سے اُنہیں سینچتا ہے شہادت وہ اعلیٰ سے اعلیٰ رتبہ ہے جو خدا انسان کو عطا کر سکتا ہے۔ مجھے غم ہے تو یہی کہ جو بات ایکدن قبل ہونی چاہیے تھی وہ آج خدا کے دو نیک بندوں کے خون بہنے کے بعد ہو رہی ہے۔

(زیاد کے سپاہی توعہ کے گھر میں آگ لگا دیتے ہیں اور مسلم تلوار لیکر باہر نکل آتے ہیں)

ایک سپاہی۔ تلوار کیا ہے برق ہے۔ قہر خدا ہے۔ خدا بچائے۔

دوسرا سپاہی۔ غضب کی کاٹ ہے۔ کون مفت میں جان دے۔ بندہ تو گھر کی راہ لیتا ہے۔

(بھاگتا ہے)

تیسرا سپاہی۔ ارے۔ رے۔ رے۔ رے یا حضرت میں غریب مسافر ہوں دیکھنے آیا تھا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔

چوتھا سپاہی۔ (دلمیں) جہنم میں جائے ایسی ملازمت آدمی سے ڈرتا ہے یا دیو سے (مسلم سے) یا حضرت میں فوج میں نہیں ہوں میں تو حضور کے دست مبارک پہ بیعت لینے کو آیا تھا۔

پانچواں سپاہی۔ (دلمیں) کدھر سے بھاگوں کہیں راہ نہیں ملتی (حضرت مسلم سے) یا حضرت اپنی ماں کا اکیلا فرزند ہوں۔ جان بخشئیں تو حضور کی جوتیاں سیدھی کروں گا۔

(سپاہیوں میں بھگدڑ مچ جاتی ہے)

قیس۔ جوانمردو۔ ہمت نہ ہارو۔ تم تین سو ہو کیسے شرم کی بات ہے کہ ایک آدمی سے اتنا ڈر رہے ہو۔

ایک سپاہی۔ بڑے بہادر ہو تو تمہیں کیوں نہیں ان سے لڑتے۔ دُم دبائے پیچھے کیوں کھڑے ہو۔ کیا تمہیں کو اپنی جان پیاری ہے۔

قیس۔ (مسلم سے) حضرت مسلم امیر زیاد کا حکم ہے کہ اگر آپ ہتھیار ڈال دیں تو آپکو پناہ دیجائے (سپاہیوں سے) تم سب چھتوں پر چڑھ جاؤ اور ادھر سے پتھر پھینکو۔

مسلم۔ اے خدا اور رسول کے دشمن مجھے تیرے پناہ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہاں تجھ سے پناہ مانگنے نہیں آیا ہوں تجھے حق کا راستہ دکھانے آیا ہوں (سر پر پتھر گرتا ہے) اے گمراہو کیا تم نے اسلام سے مُنہ پھیر کر شرافت اور انسانیت سے بھی منہ پھیر لیا۔ افسوس۔

قیس۔ کلام پاک کی قسم۔ ہم آپ سے فریب نہ کرینگے۔ اگر ہم آپ سے جھوٹ بولتے ہوں تو خدا ہمیں نجات نہ دے۔

مسلم۔ واللہ تو مجھے زندہ گرفتار کر کے زیاد کے طعنوں کا نشانہ نہ بنا سکے گا۔

قیس۔ (دلمیں) یہ اس طرح قابو میں نہ آئیں گے۔ ان کا سامنا کرنا موت کا لقمہ بننا ہے۔ (سپاہیوں سے آہستہ) یہاں ایک بڑا گھڑھا کھودو۔ وہ سپاہیوں کو قتل کرتے ہوئے آئینگے تو اندھیرے میں گھڑھے میں گر پڑیں گے۔

ایک سپاہی۔ (دلمیں) اس ملعون زیاد پر لعنت ہو جس نے ہمیں شیر سے لڑنے کیلئے بھیجا ہے (مسلم) یا حضرت رحم! رحم!!

دوسرا سپاہی۔ خدا خیر کرے کیا جانتا تھا کہ یہاں موت سے لڑنا پڑیگا۔
بال بچوں کی خبر لینے والا کوئی نہیں۔
(حضرت مسلم سپاہیوں کو قتل کرتے ہوئے آتے ہیں اور گڑھے
میں گر پڑتے ہیں۔)
مسلم۔ ظالمو آخر تم نے دغا کی۔
قیس۔ پکڑ لو۔ پکڑ لو۔ جانے نہ پائیں۔ خبردار قتل نہ کرنا۔ زندہ پکڑ لو۔
اشعث۔ مسلم کی تلوار کا حقدار میں ہوں)
قیس۔ زرہ میرا حصہ ہے۔
اشعث۔ ان کی خود اتار لو۔ سعد کو تحفہ میں دینگے۔
مسلم۔ پیاس! بڑے زوروں کی پیاس ہے۔ خدا کیلئے ایک گھونٹ پانی پلاؤ
قیس۔ یہاں آپ کو پانی دینے کی اجازت نہیں۔
مسلم۔ تف ہے تجھ پر ظالم مرتے وقت دشمن کو بھی پانی دیدیتے ہیں۔ افسوس
اشعث۔ اب افسوس کرنے سے کیا حاصل ہم حکم حاکم سے مجبور ہیں۔
مسلم۔ آہ میں اپنے لئے افسوس نہیں کرتا۔ روتا ہوں حضرت حسینؑ
کیلئے۔ انکو میں نے تمہاری مدد کیلئے آمادہ کیا تھا جبکہ ساری دنیا انہیں
تمہاری دغا سے تنبیہہ کر رہی تھی اکیلا تمہاری حمایت کر رہا تھا۔ روتا ہوں
اس لئے کہ جس دغا نے مجھے تباہ کیا وہ انہیں اور انکے ساتھ انکے خاندان
کو بھی تباہ کر دے گی۔
(کئی سپاہی حضرت مسلم کو رسیوں سے باندھ کر لیجاتے ہیں۔)

تیسرا ایکٹ

پہلا سین

(دوپہر کا وقت ریگستان میں حضرت حسینؑ کے قافلے کا پڑاؤ بگولے اُٹھ رہے ہیں حضرت امام حسینؑ اصغرؑ کو گود میں لئے خیمے کے دروازے پر کھڑے ہیں۔)

حسینؑ۔ (دل میں) یہ گرمی! نگاہیں جلتی ہیں پتھر کی چٹانوں سے چنگاریاں نکل رہی ہیں جسم جھلسا جاتا ہے بچوں کے چہرے سنولا گئے ہیں۔ یہ نا متناہی سفیدی یہ وسیع ریگستان۔ اسکی کہیں حد بھی ہے یا نہیں جن لوگوں نے پیاس کے مارے ہوک ہوک کر پانی پی لیا ہے اُنکے کلیجوں میں درد ہو رہا ہے اب تک کوفہ سے کوئی قاصد نہیں آیا۔ خدا جانے بھائی مسلمؑ کا کیا حشر ہوا قرینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ والوں نے دغا کی اور انہیں شہید کر دیا اگر وہ جنت کو سدھارے ہیں تو میرے لئے بھی اب دوسرا راستہ نہیں ہے شہادت میرا انتظار کر رہی ہے یہ کون مجھ سے ملنے آ رہا ہے۔

(فرزوق کا آنا)

فرزوقؓ۔ السّلام علیک یا حضرت حسینؑ۔ میں نے بہت چاہا کہ مکّہ میں ہی حضور کی زیارت کروں مگر افسوس میری کوششیں بیکار ہوئیں۔

حسینؑ۔ اگر عراق سے آئے ہو تو وہاں کی کیا خبریں ہیں؟

فرزوق۔ یا حضرت وہاں کی خبریں وہی ہیں جو آپ کو معلوم ہیں۔ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ کیونکہ آپ حق پر ہیں اور تلواریں یزید کے ساتھ ہیں۔ کیونکہ اُس کے پاس دولت ہے۔

حسینؑ۔ اور میرے بھائی مسلمؑ کی بھی کچھ خبر ہے۔

فرزوق۔ اُن کی روح پاک جنت میں ہے اور سر قلعے کی دیوار پر۔

حسینؑ۔ (سینے پر ہاتھ رکھ کر) آہ! مسلم! وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا۔ ابتک تمہیں کفن بھی نصیب نہیں ہوا۔ کیا تمہاری حق پرستی کا یہی صلہ تھا آہ! تم اتنے دنوں تک میرے ساتھ رہے۔ میں نے تمہاری قدر نہ کی۔ میں نے ہی تمہارے اوپر یہ ظلم کیا دیدہ و دانستہ تمہاری جان لی۔ میرے عزیز اور احباب سب کے سب مجھے اہل کوفہ سے ہوشیار کر رہے تھے پر میں نے کسی کی نہ سنی۔ اور تمہیں ہاتھ سے کھو دیا۔ اب اُنکی بیوی اور بچوں کو کیونکر تسلّی و تشفّی دونگا۔

(حضرت مسلم کی صاحبزادی فاطمہ آتی ہیں)

آؤ بیٹی بیٹھو۔ میری گود میں چلی آؤ۔ کچھ کھایا۔ یا نہیں؟

فاطمہ۔ چچی جان نے شہد اور روٹی تو دی تھی۔ کیوں چچا جان۔ اب ہم لوگ کتنے دنوں میں ابّا جان کے پاس پہنچیں گے؟ پانچ چھ دن تو ہو گئے۔

حسینؑ۔ (دل میں) آہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اس سوال کا کیا جواب دوں کیسے کہدوں کہ اب تمہارے ابا جنت میں ملیں گے۔ بیٹی خدا کی جب مرضی ہوگی

اصغر۔ آؤ فاطمہ ابا جان کی گود میں بیٹھو۔

فاطمہ۔ ہم تم دونوں کوفہ پہنچکر ابا جان کے گھر میں بیٹھیں گے۔ چچا جان! آپ رو کیوں رہے ہیں۔

حسینؑ۔ بیٹی تمہارا ابا جان میں ہی ہوں۔ تمہارے ابا جان کو خدا نے بلا لیا۔

(فاطمہ روتی ہوئی اپنی ماں کے پاس جاتی ہے بیبیاں گریہ و زاری شروع کرتی ہیں)

جناب زینبؓ۔ (باہر آکر) بھیا یہ کیا غضب ہو گیا؟

حسینؑ۔ کیا کہوں، ستم ٹوٹ پڑا، کوفہ والوں نے دغا کی۔

زینبؓ۔ تو پھر ایسے دغا بازوں سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ میں تم سے منت کرتی ہوں۔ بھیا یہیں سے واپس چلو کوفہ والوں نے کبھی کسی کے ساتھ وفا نہیں کی

(حضرت مسلم کے صاحبزادے عبداللہ کا آنا)

عبداللہ۔ پھوپھی جان اب تو اگر تقدیر بھی راستہ میں کھڑی ہو جائے تو بھی میرے قدم پیچھے نہ ہٹیں گے۔ تف ہے مجھ پر اگر اپنے باپ کے خون کا انتقام نہ لوں ہاں وہ انسان جس نے کبھی کسی سے بدی نہیں کی۔ جو رحم اور مروت کا پتلا تھا جو دل کا اتنا صاف تھا کہ اُسے کسی پر شبہہ تک نہ ہوتا تھا۔ وہ اتنی بیدردی سے ہلاک کیا جائے۔

(حضرت عباسؓ آتے ہیں)

عباسؓ۔ بیشک اب اہل کوفہ کو اُن کی دغا کی سزا دیئے بغیر لوٹ جانا ایسی ذلت ہے جس سے ہماری گردن ہمیشہ جھکی رہے گی خدا کو جو کچھ منظور ہے وہ ہوگا ہم سب شہید ہو جائیں رسولؐ کے خاندان کا نشان مٹ جائے پر یہاں سے لوٹ کر ہم دنیا کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقعہ نہ دیں گے مجھے یقین ہے کہ یہ شرارت کوفہ کے امراء اور عمائد کی ہے جنہیں زیاد کے وعدوں نے دیوانہ بنا رکھا ہے۔ آپ جس وقت کوفہ میں قدم رکھیں گے رعایا آپکے ہاتھوں پر بیعت کرنے کو دوڑیگی۔ آپ خدا کا نام لیکر کوچ فرمایئے۔ حق کے لئے شہید ہونا وہ درجہ ہے جس کے لئے فرشتوں کی روحیں بھی تڑپتی ہیں۔

زینبؓ۔ عباس میں تجھ پر صدقے یہاں سے لوٹ چلو۔

حسینؑ۔ زینب یہاں سے واپس جانا میرے اختیار کی بات نہیں۔ مجھے دور سے دشمن کی فوج کا غبار نظر آرہا ہے۔ نشیب کی طرف بھی دشمنوں نے راستہ روک رکھا ہے۔ دائیں بائیں کوسوں تک بستی کا کہیں نشان نہیں۔ ہم اب کوفہ کے سوا کہیں نہیں جا سکتے۔ کوفہ میں ہمیں تخت نصیب ہو یا تختہ ہمارے لئے کوئی دوسرا مقام نہیں ہے۔ عباس! جا کر رفیقوں کو کہہ دو میں اُنہیں خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں اپنے ساتھ ان کی اور ان کے بال بچوں کی جان عذاب میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

دوسرا سین

(شام کا وقت حضرتِ حسینؑ کا قافلہ ریگستان میں چلا جا رہا ہے)

عباسؓ۔ اللہ اکبر، وہ کوفہ کے درخت نظر آنے لگے۔

حبیب۔ ابھی کوفہ دور ہے۔ کوئی دوسرا گاؤں ہوگا۔

عباسؓ۔ رسولِ پاک کی قسم فوج ہے۔ بھالوں کی نوکیں صاف نظر آ رہی ہیں۔

حسینؑ۔ ہاں فوج ہی ہے دشمنوں نے کوفہ سے ہماری دعوت کا سامان بھیجا ہے یہیں اس ٹیلے کے قریب خیمے نصب کر دو۔ عجب نہیں کہ اسی میدان میں قسمتوں کا فیصلہ ہو جائے۔

(قافلہ رُک جاتا ہے۔ خیمے گاڑے جاتے ہیں بیگمیں محلوں سے اُترتی ہیں دشمن کی فوج قریب آ جاتی ہے۔)

عباسؓ۔ خبردار اب تم میں سے کوئی ایک قدم آگے نہ بڑھے یہاں حضرت حسینؑ کے خیمے ہیں۔

علی اکبر۔ ابھی جا کر ان بے ادبوں کی خبر لیتا ہوں۔

حسینؑ۔ پہلے ان لوگوں سے پوچھو کون ہیں کیا چاہتے ہیں۔

عباس۔ تم لوگوں کا سردار کون ہے؟

حُر۔ (سامنے آ کر) حضرت حسینؑ کا پرانا خادم ہوں۔ میرا نام حُر ہے۔

عباسؓ۔ دوست اگر دشمن کی صورت میں آئے تو وہ بھی دشمن ہے۔

حر۔ یا حضرت حاکم کے حکم سے مجبور ہوں۔ بیعت سے مجبور ہوں نمک کی قید سے مجبور ہوں۔ لیکن دل حضرت حسین کا غلام ہے۔

حسینؑ۔ (عباس سے) بھی اُسے آنے دو۔ اس کی باتوں میں صداقت کی بو آتی ہے۔

حرؑ۔ یا حضرت اہل کوفہ نے آپ کے ساتھ دغا کی ہے زیاد اور یزید دونوں آپ کو قتل کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ چاروں طرف سے فوجیں جمع کی جا رہی ہیں۔

حسینؑ۔ پہلے یہ بتلاؤ کہ تمہارے سپاہی کیوں اتنے بدحال اور بےجان ہو رہے ہیں۔

حرؑ۔ یا حضرت کیا عرض کروں۔ تین پہر سے پانی کی ایک بوند بھی نہیں ملی پیاس کے مارے سب کے دم لبوں پہ ہیں۔

حسینؑ۔ (عباس سے) بھیا پیاسوں کی پیاس بجھانا بہت ثواب کا کام ہے۔ تمہارے یہاں پانی ہو تو انہیں پلا دو۔ کیا ہوا اگر یہ میرے دشمن ہیں ہیں تو مسلمان میرے نانا کے نام پہ مرنے والے۔

عباسؓ۔ یا حضرت ہمارے ساتھ عورتیں اور بے زبان بچّے ہیں اور پانی یہاں عنقا ہو رہا ہے۔

حسینؑ۔ انہیں پانی پلا دو میرے بچّوں کا خدا حافظ ہے۔

(عباس، علی اکبر اور حبیب پانی کی مشکیں لا لا کر حر کے سپاہیوں کو پانی پلاتے ہیں)

عباسؓ۔ حرؒ اب یہ بتلاؤ کہ تم ہم سے صلح کرنا چاہتے ہو یا جنگ۔
حرؒ۔ حضرت مجھے آپ سے نہ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ صلح کا میں صرف اس لئے تعینات کیا گیا ہوں کہ حضرت کو زیاد کے پاس لے جاؤں اور کسی دوسری طرف نہ جانے دوں۔
عباسؓ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم جنگ کرنا چاہتے ہو۔ ہم کسی خلیفہ یا عامل کے حکم کے پابند نہیں ہیں کہ کسی خاص سمت کو اختیار کریں۔ ملک خدا کا ہے ہم آزادی سے جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ اگر ہم کو کوئی روکے گا تو اُسے کانٹوں کی طرح راستہ سے ہٹا دیں گے۔
حسینؑ۔ نماز کا وقت آگیا پہلے نماز ادا کر لو۔ اس کے بعد اور باتیں ہونگی خیر تم میرے ساتھ نماز پڑھوگے یا اپنی فوج کے ساتھ۔
حرؒ۔ یا حضرت آپ کی امامت میں نماز ادا کرنے کا ثواب نہ ترک کروں گا چاہے میری فوج مجھ سے جدا ہی کیوں نہ ہو جائے۔

تیسرا سین

(شام کا وقت۔ نسیمہ باغیچہ میں بیٹھی آہستہ آہستہ گا رہی ہے)

دفن کرنے لیچلے تھے جب میرے گھر سے مجھے — کاش تم بھی دیکھ لیتے روزن در سے مجھے
سانس پوری ہو چکی دنیا سے رخصت ہو چکا — تم اب آئے ہو اٹھانے میرے بستر سے مجھے
کیوں اٹھاتا ہے مجھے میری تمنا کو نکال — تیر در تک کھینچ لائی تھی یہی گھر سے مجھے
ہجر کی شب کچھ یہی مونس تنہا میرا تھا — اک ذرا رو لینے دے مل مل کے بستر سے مجھے

یاد ہے تسکین اب تک وہ زمانہ یاد ہے
جب چھڑایا تھا فلک نے میرے دلبر سے مجھے

(وہب آتا ہے تسیمہ خاموش ہو جاتی ہے)

وہب۔ خاموش کیوں ہو گئیں۔ یہی سُن کر تو میں آیا تھا۔
تسیمہ۔ اپنا درد کیوں سناؤں جب کوئی سننا نہ چاہے۔
وہب۔ شکوہ کرنے کا حق تو میرا ہے۔ پھر اُسے تم زبردستی چھینے لیتی ہو۔
تسیمہ۔ تم کہتے ہو تم میرے ہو۔ پر مجھے اُس کا یقین نہیں آتا۔ مجھے ہر دم یہی اندیشہ رہتا ہے کہ تم مجھے بھول جاؤ گے۔ تمہارا دل مجھ سے بیزار ہو جائیگا مجھ سے بے اعتنائی کرنے لگو گے۔ یہ خیال دل سے نہیں نکلتا۔ تب میں رونے لگتی ہوں اور غمناک خیالات۔ خوفناک صورتیں اختیار کر کے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ مجھے ایسا گمان ہوتا ہے کہ ہماری بہار بہت تھوڑے دنوں کی مہمان ہے۔ میں تم سے منت کرتی ہوں کہ مجھ سے بے اعتنائی نہ کرنا ورنہ میرا جگر پاش پاش ہو جائیگا۔ مجھے یہاں آنے سے پہلے کبھی نہ معلوم ہوا تھا کہ میرا دل اتنا نازک ہے
وہب۔ میری کیفیت اس کے بالکل برعکس ہے۔ میرے دلمیں ایک نئی قوت پیدا ہو گئی ہے۔ مجھے خیال ہوتا ہے کہ اب دنیا کی کوئی فکر کوئی ترغیب کوئی تمنا میرے دل پر فتح نہیں پا سکتی۔ ایسی کوئی طاقت نہیں ہے جس کا میں مقابلہ کر سکوں۔ یہاں تک کہ مجھے اب موت کا بھی غم نہیں ہے محبت نے مجھے دلیر۔ بیخوف اور مستحکم بنا دیا ہے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محبت قوت دل کی کیمیا ہے۔

نسیمہ - وہب تمہاری ان باتوں سے مجھے وحشت ہو رہی ہے شاید کہیں ہماری تباہی کے سامان ہو رہے ہیں اب میں تمہیں جانے نہ دونگی - مجھے اس کی فکر نہیں ہے کہ کون خلیفہ ہوتا ہے اور کون امیر - مجھے مال و زر کی اور جاگیر کی مطلق تمنا نہیں - میں تمہیں چاہتی ہوں - صرف تمہیں - (قمر آتی ہے)

قمر - بیٹا وہب، دیکھ دروازہ پر ظالم زیاد کے سپاہی کیا غضب ڈھا رہے ہیں - انہوں نے تیرے والد کو گرفتار کر لیا ہے - اور جامعہ کی طرف کھینچے لئے جاتے ہیں -

نسیمہ - ہائے ستم اسی لئے تو مجھے وحشت ہو رہی تھی -

(وہب اٹھ کھڑا ہوتا ہے - نسیمہ اس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے)

وہب - نسیمہ میں ابھی لوٹا آتا ہوں - تم گھبرانا نہیں -

نسیمہ - نہیں نہیں تم مجھے یہاں زندہ چھوڑ کر نہیں جا سکتے - میں زیاد کو جانتی ہوں - زیاد کے روبرو جا کر پھر تم واپس نہیں آ سکتے -

قمر - وہب، اگر نسیمہ تجھے نہیں جانے دیتی تو مت جا، مگر یاد رکھ تیرے منہ پر ہمیشہ کے لئے ذلت کا داغ لگ جائیگا - میں خود جاتی ہوں - نسیمہ شاید اب تجھ سے پھر ملاقات نہ ہوگی - شاید یہ آخری ملاقات ہے - رخصت - وہب یہ گھر بار تجھے سونپا - خدا تجھے نیکی کی توفیق دے اور تیری عمر دراز کرے -

وہب - اماں جان - میں بھی جاتا ہوں -

قمر - نہیں تجھ پر اپنی بیوی کا حق سب سے زیادہ ہے

وہب - نسیمہ خدا کے لئے ....

نسیمہ - نہیں میرے پیارے آقا - مجھے زندہ چھوڑ کر نہیں -

(قمر چلی جاتی ہے وہب سر تھام کر بیٹھ جاتا ہے)

مجھ سے ناراض نہ ہو۔ خدا کے لئے۔ تمہاری محبت کی خطاوار ہوں۔ جو سزا چاہے دو۔ محبت خود غرض ہوتی ہے۔ وہ اپنے چمن کو جھونکے سے بچانا چاہتی ہے۔ کاش تقدیر نے مجھے اس گلزار میں نہ بٹھا دیا ہوتا۔ کاش میں نے اس چمن میں اپنا گھونسلا نہ بنایا ہوتا۔ تو آج برق اور صیاد کا اتنا خوف مجھے کیوں ہوتا میری بدولت یہ ندامت اُٹھانی پڑی۔ کاش میں مرجاتی۔

(نسیمہ رونے لگتی ہے)

چوتھا سین

(آدھی رات کا وقت حضرت عباس امام حسین کے خیمہ کے سامنے پہرہ دے رہے ہیں حر آہستہ سے آکر خیمہ کے قریب کھڑا ہو جاتا ہے)

حر۔ (دلمیں) خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ کس منہ سے رسول کے سامنے جاؤنگا آہ غلامی تیرا بُرا ہو۔ جس بزرگ نے ہمیں ایمان کی روشنی دی خدا کی عبادت سکھائی۔ انسان بنایا اُسی کے بیٹے سے جنگ کرنا میرے لئے کتنی شرم کی بات ہے یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ یزید میرے خون کا پیاسا ہو جائیگا۔ میری جاگیر چھین لی جائے گی۔ میرے لڑکے روٹیوں کو محتاج ہو جائیں گے۔ مگر دنیا کھو کر رسول کی نگاہ کرم کا حقدار ہو جاؤں گا۔ مجھے نہ معلوم تھا کہ یزید کی بیعت لیکر میں اپنی عاقبت بگاڑنے پر مجبور کیا جاؤں گا اب یہ جان حضرت حسینؑ پر نثار ہے۔ جو ہونا ہے ہو۔ یزید کا خلافت پر کوئی حق نہیں میں نے

اُس کی بیعت لینے میں بڑی غلطی کی اب اُس کے حکم کی پابندی مجھ پر فرض نہیں۔ خدا کے دربار میں اُس کے لئے گنہگار نہ ٹھیروں گا۔

(آگے بڑھتا ہے)

عباسؓ۔ کون ہے، خبردار ایک قدم آگے نہ بڑھے ورنہ لاش زمین پر ہوگی

حُر۔ یا حضرت آپ کا غلام حُر ہوں۔ حضرت حسینؑ کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

عباسؓ۔ اس وقت وہ آرام فرما رہے ہیں۔

حُر۔ میرا اُن سے اسی وقت ملنا ضروری ہے۔

عباسؓ۔ (دل میں) دغا کا اندیشہ تو نہیں معلوم ہوتا۔ میں بھی اس کے ساتھ چلتا ہوں ذرا بھی ہاتھ پاؤں ہلایا تو سر اُڑا دوں گا (ظاہرا) اچھا آؤ

(عباسؓ خیمہ سے باہر حضرت حسینؑ کو بلا لاتے ہیں)

حُر۔ یا حضرت معاف فرمایئے گا۔ میں نے آپ کو ناوقت تکلیف دی ہیں یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ آپ کوفہ کی طرف نہ جائیں رات کا وقت ہے۔ میری فوج سو رہی ہے آپ کسی دوسری طرف چلے جائیں میری یہ عرض قبول کیجئے

حسینؑ۔ حُر یہ اپنی جان بچانے کا موقعہ نہیں ہے اسلام کی آبرو قائم رکھنے کا سوال ہے۔

حُر۔ آپ یمن کی طرف چلے جائیں تو وہاں آپ کو کافی مدد ملے گی۔ میں نے سُنا ہے کہ سلیمان اور مختار وہاں آپ کی مدد کیلئے فوج جمع کر رہے ہیں۔

حسینؑ۔ حُر جس لالچ نے کوفہ کے رئیسوں کو مجھ سے پھیر دیا وہ کیا یمن میں

اپنا اثر نہ دکھلائے گی۔

انسان کی غفلت سب جگہ ایک سی ہوتی ہے۔ میرے لئے کوفہ کے سوا دوسرا راستہ نہیں ہے۔ اگر تم نہ جانے دوگے تو زبردستی جاؤں گا۔ یہ جانتا ہوں کہ وہاں مجھے شہادت نصیب ہو گی۔ اس کی خبر مجھے نانا کی زبان مبارک سے مل چکی ہے۔ کیا خوف سے شہادت کے مرتبہ کو چھوڑ دوں ؟

حُر۔ اگر آپ جانا ہی چاہتے ہیں تو مستورات کو واپس کر دیجئے

حسینؑ۔ ہاں اگر ایسا ممکن ہوتا تو مجھ سے زیادہ خوش کوئی نہ ہوتا۔ مگر انمیں سے کوئی بھی میرا ساتھ چھوڑنے پر تیار نہیں ہے اور میں بھی انہیں مجبور کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اب مجھے اپنے مرنے کا غم نہیں رہا۔ میرے نانا کی امت حق اور انصاف کی حمایت کریگی۔ شاید اسی لئے رسولؐ نے اپنی اولاد کو حق پر قربان کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

حُر۔ یا حضرت آپ کا رتبہ آج جیسا سمجھا ہوں ایسا کبھی نہ سمجھا تھا۔ حضور رسولِ پاک سے میرے حق میں دعا کریں کہ مجھ روسیاہ کے گناہ معاف کرے

(چلا جاتا ہے)

حسینؑ۔ عباس اب ہمیں کوفہ والوں کو اپنے پہنچنے کی اطلاع دینی چاہئے

عباسؓ۔ بجا ہے۔

حسینؑ کون جاتا ہے ؟

عباسؓ۔ سیداوی کو بھیجدوں ؟

حسینؑ۔ بہت اچھی بات ہے۔

(عباس سیدادی کو بلا کر لاتے ہیں)

عباسؓ۔ سیدادی تمہیں ہمارے پہنچنے کی خبر لیکر کوفہ جانا پڑے گا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ بڑے خطرہ کا کام ہے۔

سیدادی۔ یا حضرت جب آپ کی مجھ پر نگاہ ہے تو پھر خوف کس بات کا۔

حسینؑ۔ شاباش یہ خط لو اور وہاں کسی ایسے سردار کو دینا جو رسول کا سچا ماننے والا ہو۔ جاؤ خدا تمہیں خیریت سے لے جائے۔

(سیدادی جاتا ہے)

حسینؑ۔ (دلمیں) سیدادی جاتے تو ہو مگر مجھے شک ہے کہ تم زندہ لوٹو گے تم نے جیسے نہ دین کی حفاظت کا خیال ہے نہ حق کا جیسے دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر نہیں رکھا ہے جس کو شہید کرنیکے لئے فوجیں نہیں جمع کی جارہی ہیں جو دنیا میں آرام سے زندگی بسر کر سکتا ہے محض وفاداری کا حق ادا کرنے کیلئے جان بوجھ کر موت کے منہ میں قدم رکھا ہے تو میں موت سے کیوں ڈروں۔

پانچواں سین

رات کا وقت حسینؑ اپنے خیمے میں سوئے ہوئے ہیں وہ چونک پڑتے ہیں۔ اور لیٹے ہوئے ہیں چوکنی آنکھوں سے ادھر اُدھر تاکتے ہیں)

حسینؑ۔ (دلمیں) یہاں تو کوئی نظر نہیں آتا۔ میں ہوں شمع ہے اور میرا دھڑکتا ہوا دل ہے۔ پھر میں نے آواز کس کی سنی سر میں کیسا چکر آرہا ہے ضرور کوئی تھا خواب یا حقیقت کا دہوکا نہیں ہو سکتا خواب کے آدمی شبنم کے پردہ میں ڈھکی

ہوئی تصویروں کی طرح ہوتے ہیں۔ خواب کی آوازیں زمین کے نیچے سے نکلنے والی آوازوں کی طرح معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں یہ بات کہاں دیکھوں کہیں باہر تو کوئی کھڑا نہیں ہے (خیمہ سے باہر نکل کر) اُف کتنی گہری تاریکی ہے گویا میری آنکھوں نے کبھی روشنی دیکھی ہی نہیں ایک گہرا سناٹا ہے گویا سننے کی طاقت سے مجبور ہوں۔ گویا یہ دنیا ابھی ابھی عدم کے غار سے نکلی ہے (زور سے) کوئی ہے؟

(علی اکبر کا داخل ہونا)

علی اکبر۔ حاضر ہوں اباجان کیا ارشاد ہے؟

حسینؑ۔ یہاں سے ابھی کوئی سوار تو نہیں گزرا ہے؟

علی اکبر۔ اگر میرے ہوش و حواس بجا ہیں تو ادھر کوئی جاندار نہیں گزرا۔

حسینؑ۔ تعجب ہے۔ ابھی لیٹا ہوا تھا اور جہاں تک مجھے یاد ہے میری پلک تک نہیں جھپکی مگر میں نے دیکھا کہ ایک مسلح آدمی گھوڑے پر سوار سامنے کھڑے ہو کر کہہ رہا ہے کہ اے حسینؑ عراق جانے کی تیاری کر رہے ہو اور موت تمہارے پیچھے پیچھے دوڑی جا رہی ہے۔"

بیٹا معلوم ہوتا ہے کہ میری موت قریب ہے۔

علی اکبر۔ بابا کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔

حسینؑ۔ بیشک ہم حق پر ہیں اور حق ہمارے سامنے ہے۔

علی اکبر۔ اگر ہم حق پر ہیں تو موت کا کیا ڈر ہے۔ اگر ہم موت کی طرف جائیں یا موت ہماری طرف آ جائے۔

حسینؑ۔ بیٹا تم نے دل خوش کر دیا۔ خدا تم کو وہ سب سے بڑا انعام دے جو

باپ بیٹے کو دے سکتا ہے۔

(زہیر حبیب عبداللہ کلبی اور اُس کی عورت کا داخل ہونا)

علی اکبر۔ کون ادھر سے جا رہا ہے؟

زہیر۔ ہم مسافر ہیں یہ خیمے کیا حضرت حسینؑ کے ہیں؟

علی اکبر۔ ہاں۔

زہیر۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ ہم انہیں کی زیارت کیلئے کوفہ سے آ رہے ہیں۔

حسینؑ۔ جس کے لئے آپ کوفہ سے آ رہے ہیں وہ خود آپ سے ملنے کیلئے کوفہ جا رہا ہے۔ میں ہی حسینؑ ابن علی ہوں۔

زہیر۔ ہمارے نصیب کہ آپ کی زیارت ہوئی۔ ہم سب کے سب آپکے غلام ہیں۔ کوفہ میں آجکل در و دیوار آپکے دشمن ہو رہے ہیں۔ آپ ادھر قصد نہ فرمائیں۔ ہم اسی لئے چلے آئے ہیں کہ وہاں رہکر آپکی کچھ خدمت نہیں کر سکتے۔ ہم نے حضرت مسلم کے قتل کا خونی نظارہ دیکھا ہے۔ ہانی کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔ اور غریب توعہ کی چوٹیاں کٹتے دیکھا ہے۔ جو لوگ آپکی دوستی کا دم بھرتے تھے آج زیاد کے دا ہنے بازو بنے ہوئے ہیں۔

حسینؑ۔ خدا انہیں نیک راستہ پر لائے مجھے تقدیر کوفہ لئے جاتی ہے اور اب کوئی طاقت وہاں جانے سے نہیں روک سکتی۔ آپ لوگ چل کر آرام فرمائیں کل کا دن مبارک ہو گا۔ کیونکہ میں اُس مقام پہ پہنچ جاؤں گا۔ جہاں شہادت میرے انتظار میں کھڑی ہے۔

چھٹواں سین

(کربلا کا میدان - ایک طرف فرات ندی لہریں مار رہی ہے۔ حضرت حسینؑ میدان میں کھڑے ہیں عباس اور علی اکبر بھی انکے ساتھ ہیں۔

علی اکبر - دریا کے کنارے خیمے لگائے جائیں ٹھنڈی ہوا آئے گی۔

عباسؓ - بڑے فراغت کی جگہ ہے۔

حسینؑ - (آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے) بھائی لہراتے ہوئے دریا کو دیکھ کر خود بخود دل بھر آتا ہے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ اسی جگہ ایک بار والد مرحوم کی فوج ٹھیری تھی۔ بابا بہت غمگین تھے۔ انکی آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے تھے نہ کھانا کھاتے تھے نہ سوتے تھے۔ میں نے پوچھا "یا حضرت آپ کیوں اس قدر بیتاب ہیں؟ مجھے چھاتی سے لپٹا کر بولے "بیٹا تو میرے بعد ایکدن یہاں آئیگا اُس دن تجھے میرے رونے کا سبب معلوم ہوگا" آج مجھے اُن کی وہ بات یاد آتی ہے ان کا رونا بے سبب نہیں تھا۔ اسی جگہ ہمارے خون بہائے جائینگے۔ اسی جگہ ازدواج مطہرات قید کی جائیں گی۔ اسی جگہ ہمارے ساتھی شہید کئے جائینگے اور اسی جگہ میں بھی شہید کیا جاؤں گا اسی جگہ کا وعدہ میرے نانا سے اللہ تعالٰی نے کیا ہے اور اس کا وعدہ تقدیر کی تحریر ہے

(جناب زینب خیمہ سے باہر نکل آتی ہیں)

زینب - بھیّا یہ کونسا صحرا ہے کہ دیکھ کر خوف سے کلیجہ منہ کو آرہا ہے۔ بانو بہت

گھبرائی ہوئی ہیں اور اصغر چھاتی سے منہ نہیں لگاتا۔
حسینؑ۔ یہی کربلا کا میدان ہے۔
زینبؑ۔ (دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ کر) بھیا میری آنکھوں کے تارے تم پر میری جان نثار ہو۔ ہمیں تقدیر نے یہاں کہاں لا کے چھوڑا۔ کیوں کہیں اور نہیں چلتے؟
حسینؑ۔ بہن کہاں جاؤں؟ چاروں طرف سے ناکے بند ہیں۔ زیاد کا حکم ہے کہ میرا لشکر یہیں آ ترے۔ مجبور ہوں۔ لڑائی بن بحث نہیں کرنی چاہتا۔
زینبؓ۔ ہائے بھیا یہ بڑی منحوس جگہ ہے۔ مجھے لڑکپن سے یہاں کی خبر ہے۔ ہائے بھیا اس جگہ تم مجھ سے بچھڑ جاؤ گے۔ میں بیٹھی دیکھوں گی اور تم برچھیاں کھاؤ گے۔ مجھے مدینہ بھی نہ پہنچا سکو گے۔ رسول کی اولاد یہیں تباہ ہو گی۔ ان کی ناموس یہیں لٹے گی۔ وائے تقدیر۔

اس دشت میں تم مجھ سے بچھڑ جاؤ گے بھائی
گر خاک بھی چھانوں تو نہ ہاتھ آؤ گے بھائی
بہنوں کو مدینہ میں نہ پہنچاؤ گے بھائی
میں دیکھوں گی اور برچھیاں تم کھاؤ گے بھائی
اولاد سے بانو کی یہ چھٹنے کی جگہ ہے!
ناموس نبیؐ کی یہی لٹنے کی جگہ ہے!

(بیہوش ہو جاتی ہیں لوگ پانی کے چھینٹے دیتے ہیں)
علی اکبر۔ یا حضرت خیمے کہاں لگائے جائیں؟

عباسؓ۔ میری صلاح تو یہ ہے کہ دریا کے کنارے لگیں۔
حسینؑ۔ نہیں بھیا دشمن ہمیں دریا کے کنارے نہ اترنے دینگے۔ اسی میدان میں خیمے لگاؤ۔ خدا یہاں بھی ہے اور وہاں بھی اُسکی مرضی پوری ہو کر رہے گی۔
(زینبؓ کو عورتیں اٹھا کر خیمے میں لیجاتی ہیں)
بانو۔ ہائے! ہائے! باجی جان کو کیا ہو گیا۔ یا خدا ہم مصیبت کے مارے ہوئے ہیں۔ ہمارے حال پر رحم کر!
حسینؑ۔ بانو یہ میری بہن نہیں ماں ہیں اگر اسلام میں بت پرستی حرام نہ ہوتی تو میں ان کی عبادت کرتا۔ یہ میرے خاندان کا روشن ستارہ ہیں۔ مجھ سا خوش نصیب بھائی دنیا میں اور کوئی ہوگا جسے خدا نے ایسی بہن عطا کی ہو۔
(زینبؓ کے منہ پر پانی کے چھینٹے دیتے ہیں)

ساتواں سین

(نسیمہ اپنے گھر میں اکیلی بیٹھی ہوئی ہے۔ وقت بارہ بجے رات)
نسیمہ۔ (دلمیں) اب تک نہیں آئے غلام کو انہیں ساتھ لانے کیلئے بھیجا وہ بھی وہاں کا ہو رہا۔ خدا کرے آتے ہوں۔ دنیا میں رہتے ہوئے ملک کی حالت کا ہمارے اوپر اثر نہ پڑے ممکن نہیں۔ محلے میں آگ لگی ہو تو اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہنا ہمیں خطرے سے نہیں بچا سکتا۔ میں نے اپنے تئیں ان جھگڑوں سے کتنا بچایا تھا۔ یہاں تک کہ ابّا جان اور امّاں جان جب یزید کی بیعت نہ قبول کرنیکے جرم میں جلا وطن کر دیئے گئے تب بھی میں اپنا دروازہ بند کئے بیٹھی رہی

پر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ بیعت کی بلا پھر گلے پڑی وہب میرے لئے سب کچھ کرنیکو تیار ہے۔ شاید وہ یزید کی بیعت بھی قبول کر لینا چاہے اس کے دل کو کتنا ہی صدمہ ہوتا پر ان حالات کو دیکھ کر اب میرا دل بھی یزید سے منحرف ہو رہا ہے۔ اس سے نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ حضرت مسلم کس قدر بیدردی سے شہید کئے گئے۔ ہانی کو ظالم نے کتنی سفاکی سے قتل کرایا۔ یہ سب دیکھکر اگر یزید کی بیعت قبول کر لوں تو شاید میرا ضمیر مجھے کبھی معاف نہ کریگا۔ ہمیشہ پہلو میں خلش ہوتی رہیگی۔ آہ! اس خلش کو بھی سہہ سکتی ہوں پر وہب کی روحانی کوفت اب نہیں سہی جاتی۔ اُنکی وہ زندہ دلی خدا جانے کیا ہوئی۔ اُنکے لبوں پر کبھی ہنسی نہیں آتی کبھی غذا کی طرف اُنکی طبیعت مائل نہیں ہوتی۔۔۔۔ آہا وہ آگئے چلوں دروازہ کھولدوں

(جا کر دروازہ کھولدیتی ہے۔ وہب اندر داخل ہوتا ہے)

نسیمہ۔ خیریت ہوئی تم آگئے ورنہ میں خود جاتی۔ طبیعت بہت گھبرا رہی تھی غلام کہاں رہ گیا؟

وہب۔ قتل کر دیا گیا۔ میری آنکھوں کے سامنے اُس غریب نے دم توڑ دیا۔ نسیمہ میں نے اتنی دلیری سے جان دیتے نہیں دیکھا۔ اتنی لاپرواہی سے تو کوئی کتے کے سامنے لقمہ بھی نہیں پھینکتا۔

نسیمہ۔ ہائے میرے فرمانبردار اور غریب سالم! خدا تجھے غریق رحمت کرے! ظالموں نے اُسے کیوں قتل کیا؟

وہب۔ میرے کارن، محض میرے کارن جامعہ میں ہزار دل آدمیوں کا مجمع تھا خبر ہے اور تحقیق خبر ہے کہ حضرت حسینؑ بہ نفس نفیس مکے سے تشریف لا رہے

ہیں۔ ظالموں کے ہوش اُڑے ہوئے ہیں۔ جو پہلے بچ رہے تھے ان سے بھی یزید کی خلافت کا حلف لیا جا رہا ہے۔ زیاد نے جب مجھ سے حلف لینے کو کہا تو میں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ انکار کرتا تو اُس وقت یہاں نہ بیٹھا ہوتا۔ زیاد نے میری تعریف کی اور حامیان یزید کی صف میں مجھے ایک ممتاز درجہ پر بیٹھایا۔ جاگیر عطا کی اور کوئی منصب بھی دینا چاہتا ہے۔ اسی اثناء میں سالم پہنچا اور مجھے حامیانِ یزید کی صف میں بیٹھا دیکھ کر بد زبانی کرنے لگا۔ مجھے دغا باز۔ زمانہ ساز۔ بیغیرت خدا جانے کیا کیا کہہ ڈالا۔ اور اسی جوش میں یزید اور زیاد دونوں ہی کی شان میں بے ادبی کی۔ پھر مجھے طعنہ دیتا ہوا بولا۔ میں آج تمہارے نمک کی قید سے آزاد ہو گیا مجھے قتل ہونا منظور ہے۔ مگر ایسے آدمی کی غلامی منظور نہیں جو خود دوسروں کا غلام ہے۔ زیاد نے اسی وقت اُسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ میری آنکھوں کے سامنے اُس کی تڑپتی ہوئی لاش گھسیٹ کر کتوں کے سامنے ڈالدی گئی۔ میں زبان تک نہ ہلا سکا۔ نسیمہ! دنیا میں عاقبت بڑے مہنگے داموں ملتی ہے۔

نسیمہ۔ تم نے ابھی بیعت تو نہیں کی؟

وہب۔ حلف دے چکا ہوں۔ کل بیعت کی باری ہے۔

نسیمہ۔ تم یزید کی بیعت مت کرنا۔

وہب۔ نہیں نسیمہ اب اس کا موقعہ نکل گیا۔

نسیمہ۔ میں تم سے منت کرتی ہوں۔ بیعت مت کرنا۔

وہب۔ تم میری دلجوئی کے لئے اپنے اوپر جبر کر رہی ہو۔

نسیمہ۔ نہیں وہب اگر تم دل سے بھی اُس کی بیعت کرنی چاہو تو میں خوش نہ

ہونگی - میں بھی انسان ہوں اور میرے دلمیں بھی جذبات ہیں - میں تمہیں
اِن ظالموں کے سامنے سر نہ جھکانے دُوں گی -

وہب - جانتی ہو نتیجہ کیا ہوگا ؟

نسیمہ - جانتی ہوں - جاگیر ضبط ہو جائیگی - وظیفہ بند ہو جائے گا - جلا
وطن کر دیئے جائیں گے - میں تمہارے ساتھ یہ ساری مصیبتیں
جھیل لونگی ؟

وہب - اور اگر ظالموں نے اتنے ہی پر بس نہ کی ؟

نسیمہ - آہ ! وہب ! اگر یہ ہونا ہے تو خدا کے لئے یہاں سے چلے
چلو - کوئی سامان لے چلنے کی ضرورت نہیں - اسیطرح اِنہیں پاؤں
چلے چلو - یہاں سے دُور کسی درخت کے سایہ میں دن کاٹ
دوں گی "

وہب - (نسیمہ کو گلے لگاکر) نسیمہ میری جان تجھ پر فدا ہو - ظالموں
کی سختی میرے لئے اکسیر ہو گی - اب مجھے اِس ظلم کی کوئی شکایت نہیں
ہمارے جسم بارہا مِل چکے ہیں پر روحانی وصال آج ہی ہوا ہے -
مگر اِس وقت سب ناکے بند ہوں گے -

نسیمہ - ظالموں کے ملازم بہت ایمان دار نہیں ہوتے - میں
ناکے دار کو پچاس دینار دوں گی اور وہی ہمیں اپنے گھوڑے
پر سوار کر کے شہر کے باہر نکال دیگا -

وہب - سوچ لو - باغیوں کے ساتھ کسی قسم کی رو رعایت

نہیں کی جاتی۔ ان کی ایک ہی سزا ہے اور وہ قتل ہے۔
نسیمہ۔ وہب انسان کے دل کی کیفیت ہمیشہ ایک سی نہیں رہتی۔ سائے سے ڈرنے والا انسان بھی کسی موقعہ پر شیر کا سامنا کرتا ہے۔ میں نے سمجھا تھا خطرہ گھونسلے سے باہر نکلنے میں ہے۔ اندر عافیت ہی عافیت ہے۔ مگر اب معلوم ہوا کہ صیاد کے ہاتھ گھونسلے کے اندر بھی پہنچ جاتے ہیں۔ ہماری نجات زمانہ سے بھاگنے میں نہیں۔ اس کا مقابلہ کرنے میں ہے۔ تمہاری صحبت نے، ملک کی حالت نے قوم کے رئیسوں کی پستی اور غداری نے روشن کر دیا کہ یہاں عافیت کے معنی ایمان فروشی اور حق کشی ہے۔ اتنے مہنگے داموں میں عافیت نہیں چاہتی۔ بس اب دیر نہ کرو۔ چلو۔
وہب۔ یا خدا ہمارے حال پر رحم کر۔
(دونوں گھر سے باہر نکلتے ہیں)

چوتھا ایکٹ

پہلا سین

(صبح کا وقت ۔ زیاد فرش پر بیٹھا ہوا سوچ رہا ہے)

اُس وفاداری کی کیا قیمت ہے جو محض زبان تک محدود ہے کوفہ کے سبھی سردار جو مسلم بن عقیل سے جنگ کرتے وقت خم ٹھونک رہے تھے اب حسین بن علی سے جنگ کرتے وقت بغلیں جھانک رہے ہیں ۔ کوئی بھی اس مہم کو انجام دینے کا بیڑا نہیں اُٹھاتا ۔ سب کے سب عاقبت اور نجات کی آڑ میں پناہ لے رہے ہیں کیا عقل ہے جو دنیا کو عقبیٰ پر قربان کر دیتی ہے! مذہب! تیرے نام پر کتنی حماقتیں ثواب سمجھی جاتی ہیں ۔ تو نے انسان کو کتنا باطل پرست اور کتنا کم ہمت بنا دیا ہے ۔ (عمر سعد کا آنا)

سعد ۔ السلام علیک یا امیر، آپ نے کیوں یاد فرمایا!

زیاد ۔ تم سے ایک خاص معاملہ میں صلاح لینی ہے ۔ تمہیں معلوم ہے، رے کتنا زرخیز، آباد صحت پرور صوبہ ہے!

سعد - خوب جانتا ہوں حضور وہاں کچھ دنوں رہ چکا ہوں - سارا صوبہ میوے، باغوں، پہاڑوں، چشموں سے گلزار بنا ہوا ہے - باشندے نہایت خلیق اور فرمانبردار ہیں - بیمار آدمی وہاں جاکر توانا ہو جاتا ہے -

زیاد - میری تجویز ہے کہ تمہیں اس صوبہ کا عامل بناؤں - منظور کرو گے -

سعد - (بندگی کرکے) سر اور آنکھوں سے اس قدردانی کیلئے قیامت تک شکر گزار رہوں گا -

زیاد - معقول سالانہ مشاہرے کے علاوہ تمہیں گھوڑے، غلام، نوکر سرکار سے ملیں گے -

سعد - عین بندہ نوازی ہے - خدا آپ کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے -

زیاد - تو میں منشی کو حکم دیتا ہوں کہ تمہارے نام فرمان جاری کر دے -

سعد - غلام ہمیشہ آپ کا مشکور رہے گا -

زیاد - مجھے یقین ہے کہ تم اتنے ہی کارگزار اور وفادار ثابت ہو گے جتنا مجھے تمہاری ذات سے امید ہے (میر منشی کو بلا کر فرمان لکھاتا ہے اور زیاد کو دیتا ہے)

سعد - (فرمان کو بوسہ دیکر) تو میں کل چلا جاؤں!

زیاد - نہیں نہیں اتنی جلد نہیں - جانے سے پہلے تمہیں اپنی وفاداری کا ثبوت دینا ہوگا - اتنا اونچا منصب اسی کو مل سکتا ہے - جس کی وفاداری آزمائش کی آنچ برداشت کر چکی ہو -

سعد - میں ہر ایک خدمت کیلئے دل و جان سے حاضر ہوں جس مہم کو اور کوئی انجام نہ دے سکتا ہو اس پر مجھے بھیج دیجئے - خدا نے چاہا تو کامیاب ہو کر

آؤں گا۔

زیاد۔ بیشک بیشک مجھے تمہاری ذات سے ایسی ہی امید ہے۔ تمہیں معلوم ہے حسینؑ بن علی کوفے کی طرف آرہے ہیں۔ ہم کو انکی طرف سے بہت اندیشہ ہے۔ تم کو ان سے جنگ کرنیکے لئے جانا ہوگا۔ ادھر سے ہمیں بےفکر کرکے پھر رے کی حکومت پر جانا۔

سعد۔ یا امیر۔ آپ مجھے اس مہم پر جانے سے معاف رکھیں اس کے سوا آپ جو حکم دیں گے اس کی تعمیل میں مجھے ذرا بھی عذر نہ ہوگا۔

زیاد۔ کیوں حسینؑ سے جنگ کرنے میں تمہیں کیا عذر ہے؟

سعد۔ آپ کا غلام ہوں لیکن حسینؑ کے مقابلہ سے مجھے معاف رکھیں تو آپ کا ہمیشہ احسان مانونگا۔

زیاد۔ بہتر ہے تمہاری جگہ کسی اور کو بھیجوں گا۔ فرمان واپس دے کر گھر بیٹھ جاؤ۔ رے کا علاقہ اسی آدمی کا حق ہے جو اس مہم کو انجام دے۔

موت کے بغیر جنت نصیب نہیں ہو سکتی جو آدمی ایک پیر دین کی کشتی میں رکھتا ہے دوسرا پیر دنیا کی کشتی میں اُسے کبھی ساحل پر پہنچنا نصیب نہ ہوگا۔

سعد۔ (دلمیں) ایک طرف رے کا علاقہ ہے دوسری طرف نجات۔ ایک طرف دولت اور حکومت ہے۔ دوسری طرف لعنت اور عذاب!

خدا! میری تقدیر میں کیا لکھا ہے (ظاہرا) یا امیر مجھے ایکدن کی مہلت دیجئے۔ میں کل اس معاملہ پر غور کرکے آپ کو جواب دوں گا۔

زیاد۔ اچھی بات ہے۔ سوچ لو۔ (دونوں چلے جاتے ہیں)

دوسرا سین

(صبح کا وقت سعد کا مکان۔ سعد بیٹھا ہوا ہے)

سعد۔ یار دوست اور اپنے بیگانے، عزیز سب مجھے حضرت حسین کے مقابلہ پر جانے سے روکتے ہیں۔ بی بی کہتی ہے۔ اگر تیرے پاس دنیا میں کچھ باقی نہ رہے۔ تو اس سے بہتر ہے کہ تو حسینؑ کا خون اپنی گردن پر لے۔ آج میں نے زیاد کو جواب دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ساری رات سوچتے گذر گئی اور ابھی تک کچھ فیصلہ نہ کر سکا عجیب دو فصلے میں پڑا ہوں اپنا دل بھی حسینؑ کے قتل پر آمادہ نہیں ہوتا۔ گو میں نے یزید کے ہاتھوں پر بیعت کی پر حسینؑ سے میری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ کتنا دیندار کتنا بے لوث آدمی ہے ہمیں نے انہیں یہاں بلایا۔ بار بار خط اور قاصد بھیجے اور آج جب وہ یہاں ہماری مدد کے لئے آرہے ہیں تو ہم انکی جان لینے پر تیار ہیں۔ ہائے خود غرضی تیرا برا ہو۔ تیرے سامنے دین ایمان نیک و بد کی طرف سے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ کتنا گناہ عظیم ہے۔ اپنے رسولؐ کے نواسے کی گردن پر تلوار چلانا خدا نہ کرے کہ میں اتنا گمراہ ہو جاؤں۔ رے کا صوبہ کتنا زرخیز ہے وہاں تھوڑے دن بھی رہ گیا تو مالا مال ہو جاؤنگا کتنے شان سے بسر ہوگی۔ افسوس ہے مجھ پر جو اپنی شان اور حکومت کے لئے بڑے سے بڑے گناہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ نہیں مجھ سے یہ حرکت نہ ہوگی۔ رے جنت ہی سہی پر فرزند رسول کا خون کرکے مجھے جنت میں بھی جانا منظور نہیں۔

(زیاد کا آنا)

سعد۔ السلام علیکم امیر میں تو خود ہی حاضر ہونیوالا تھا۔ آپ نے ناحق تکلیف کی

زیاد۔ شہر کا دورہ کرنے نکلا تھا۔ باغیوں پر اس وقت بہت سخت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حبیب ظہیر۔ عبداللہ وغیرہ چھپکر حسینؑ کے لشکر میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس کی روک تھام نہ کی گئی تو باغی شیر ہو جائیں گے حضرت حسینؑ کے ساتھ آدمی تھوڑے ہیں پر مجھے تعجب ہوگا اگر یہاں آتے آتے اُنکے ساتھ آدھا شہر نہ ہو جائے شیر پنجرے میں بھی ہو تو بھی اُس سے ڈرنا چاہیئے۔ رسول کا نواسا فوج کا محتاج نہیں رہ سکتا۔ کہو تم نے کیا فیصلہ کیا میں اب زیادہ انتظار نہیں کر سکتا۔

سعد۔ یا امیر۔ حضرت حسینؑ کے مقابلہ کیلئے نہ تو اپنا دل ہی گواہی دیتا ہے اور نہ گھر والوں کی صلاح ہوتی ہے۔ آپ نے مجھے رے کی نظامت عطا کی ہے اس کے لئے آپ کو اپنا مربی سمجھتا ہوں مگر قتل حسینؑ کے واسطے مجھے نہ بھیجئے۔

زیاد۔ سعد دنیا میں کوئی خوشی بغیر تکلیف کے حاصل نہیں ہوتی شہد کے ساتھ مکھی کے ڈنگ کا زہر بھی ہے۔ تم شہد کا مزا اٹھانا چاہتے ہو۔ مگر ڈنگ کی تکلیف اُٹھانا نہیں چاہتے۔ بلا موت کی تکلیف اٹھائے جنت میں جانا چاہتے ہو۔ میں تمہیں مجبور نہیں کرتا۔ اس انعام پر حسینؑ سے جنگ کرنیکے لئے آدمیوں کی کمی نہیں ہے مجھے فرمان واپس دے دو اور آرام سے گھر میں بیٹھ کر رسول اور خدا کی عبادت کرو۔

سعد۔ یا امیر سوچئے اس حالت میں میری کتنی بدنامی ہوگی۔ سارے شہر میں خبر پھیل گئی کہ میں رے کا ناظم بنایا گیا ہوں۔ میرے دوست احباب مجھے مبارکباد دے چکے۔ اب جو مجھ سے فرمان لے لیا جائے گا تو لوگ دلمیں کیا کہیں گے۔

زیاد۔ یہ سوال تو تمہیں اپنے دل سے کرنا چاہئے۔

سعد۔ یا امیر مجھے کچھ اور مہلت دیجئے۔

زیاد۔ تم اس طرح ٹال مٹول کر کے دیر کرنی چاہتے ہو۔ کلام پاک کی قسم اب میں تمہارے ساتھ زیادہ سختی سے پیش آؤں گا۔ اگر شام کو حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو کر نہ آئے تو تمام جائداد ضبط کر لوں گا۔ تیرا گھر لٹوا دونگا۔ مکان پامال ہو جائے گا۔ اور تیری جان کی بھی خیریت نہیں۔

(زیاد کا جانا)

سعد۔ (دلمیں) معلوم ہوتا ہے کہ میری تقدیر میں رُوسیاہ ہونا ہی لکھا ہے۔ اب محض رے کی نظامت کا سوال نہیں بلکہ اپنی جان اور جائداد کا سوال بھی ہے۔ اس ظالم نے ہانی کو کتنی بیدردی سے قتل کیا۔ کثیر کو بھی اپنی آئین پروری کی گراں قیمت دینی پڑی۔ شہر والوں نے زبان تک نہ ہلائی۔ وہ تو محض حسین کے عزیز تھے۔ یہ معاملہ اُس سے کہیں نازک ہے۔ زیاد برہم ہو جائیگا تو جو کچھ نہ کر گذرے وہ تھوڑا ہے۔ میں رے کو ایمان پر قربان کر سکتا ہوں لیکن جان اور جائداد کو نہیں قربان کر سکتا۔ کاش مجھ میں ہانی اور کثیر کی سی ہمت ہوتی!

(شمر کا آنا)

شمر۔ السلام علیک سعد! کس فکر میں بیٹھے ہو۔ زیاد کو تم نے کیا جواب دیا

سعد - دل حسینؑ کے مقابلہ پر راضی نہیں ہوتا۔
شمر - ثروت اور دولت حاصل کرنے کا ایسا سنہری موقعہ پھر ہاتھ نہ آئیگا - ایسے موقعے زندگی میں بار بار نہیں آتے۔
سعد - نجات کیسے ہوگی؟
شمر - خدا رحیم ہے - کریم ہے - اُسکی ذات سے کچھ بعید نہیں - گناہوں کو معاف نہ کرتا تو رحیم کیوں کہلاتا - اگر ہم گناہ نہ کریں تو وہ معاف کیا کریگا؟
سعد - خدا ایسے بڑے گناہ کو معاف نہ کرے گا۔
شمر - اگر خدا کی ذات سے یہ اعتقاد اٹھ جائے تو میں آج مسلمان نہ رہوں یہ روزہ اور نماز یہ زکوٰۃ اور خیرات کس مرض کی دوا ہے اگر ہمارے گناہوں کو بھی معاف نہ کرا سکے۔
سعد - رسولؐ خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا؟
شمر - سعد، تم سمجھتے ہو ہم اپنی مرضی کے مختار ہیں - یہ عقیدہ باطل ہے سب اُسکے حکم کے بندے ہیں - اُسکی مرضی کے بغیر ہم اپنی انگلی کو بھی نہیں ہلا سکتے - ثواب اور عذاب کا یہاں سوال ہی نہیں رہتا - عقلمند آدمی اُدھار کیلئے نقد کو نہیں چھوڑتا - تاخیر مت کرو ورنہ افسوس ہی ہاتھ رہیگا
(شمر چلا جاتا ہے)
سعد - (دل میں) شمر نے بہت معقول باتیں کہیں - بیشک خدا اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کریگا - ورنہ حساب کے دن دوزخ میں گناہ گاروں کے کھڑے ہونیکی جگہ بھی نہ ملیگی - میں زاہد نہ سہی - لیکن مجھے تو خدا کے سامنے ندامت

سے گردن جھکانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ بیشک خدا کی یہی مرضی ہے کہ حسین کے مقابلے پر میں جاؤں ورنہ زیاد یہ تجویز ہی کیوں کرتا۔ جب خدا کی یہی مرضی ہے تو مجھے سر جھکانے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ اب جو ہونا ہو سو ہو۔ آگ میں کود پڑا۔ جلوں یا بچوں۔

(غلام کو بلا کر زیاد کے نام اپنی منظوری کا خط لکھتا ہے)

غلام۔ شاید حضور نے "رے" کی نظامت قبول کر لی؟

سعد۔ جا تجھے ان باتوں سے کیا مطلب؟

غلام۔ میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ آپ یہی فیصلہ کریں گے۔

سعد۔ تجھے کیونکر اس کا علم تھا؟

غلام۔ میں خود اس منصب کو نہ چھوڑتا۔ چاہے اس کے لئے کتنا ہی ظلم کرنا پڑتا۔

سعد۔ (دل میں) ظالم کیسے پتے کی بات کہتا ہے۔

(غلام چلا جاتا ہے)

چوتھا سین

(فرات ندی کے کنارے سعد کا لشکر پڑا ہوا ہے۔ فرات سے دو میل کے فاصلے پر کربلا کے میدان میں حضرت امام حسینؑ کا لشکر ہے فرات اور حسینؑ کے لشکر کے بیچ میں سعد نے ایک لشکر کو ندی کا پانی روکنے کے لئے پہرا بٹھا دیا ہے۔ صبح کا وقت شمر اور سعد خیمے میں بیٹھے ہوئے ہیں)

سعد۔ میرا دل ابھی تک حسینؑ سے جنگ کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ چاہتا ہوں کسی طریقہ سے صلح ہو جائے مگر تین قاصدوں میں سے ایک بھی میرے خط کا جواب نہ لا سکا۔ ایک تو حضرت حسینؑ کے پاس جا ہی نہ سکا۔ دوسرا شرم کے مارے راستے ہی سے کسی طرف ہٹ گیا اور تیسرے نے جا کر حسینؑ کی بیعت اختیار کر لی۔ اب اور قاصدوں کو بھیجتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ انکا بھی وہی حال نہو

شمر۔ زیاد کو یہ باتیں معلوم ہوں گی تو آپ سے سخت ناراض ہو گا۔

سعد۔ مجھے بار بار یہی خیال آتا ہے کہ حسینؑ یہاں جنگ کے ارادے سے نہیں محض ہم لوگوں کے بلانے سے آئے ہیں۔ انہیں بلا کر ان سے دغا کرنی انسانیت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

شمر۔ مجھے خوف ہے کہ آپکی تاخیر سے ناراض ہو کر زیاد آپکو واپس نہ بلا لے پھر اُس کے غصّے سے خدا ہی بچائے۔ زیاد نے کتنی سخت تاکید کی تھی کہ حسینؑ کے لشکر کو پانی کی ایک بوند بھی نہ ملے۔ وہاں اُن کے آدمی دریا سے پانی لے جاتے ہیں۔ اِدھر سے کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ زیاد سے یہ باتیں چھپی ہونگی؟

سعد۔ معلوم نہیں کون اُس کے پاس یہ سب خبریں بھیجتا رہتا ہے؟

شمر۔ اُس نے یہاں اپنے کتنے ہی گوئندے بٹھا رکھے ہیں جو دم دم کی خبریں بھیج دیتے ہیں۔

(ایک قاصد کا آنا)

قاصد۔ السلام علیک بن سعد۔ امیر کا حکمنامہ لایا ہوں۔

(سعد کو زیاد کا خط دیتا ہے)

سعد۔ (خط پڑھ کر) تم باہر بیٹھو۔ اس کا جواب دیا جائے گا۔ (قاصد چلا جاتا ہے)
اسمیں بھی وہی تاکید ہے کہ حسینؑ کو پانی مت لینے دو۔ جنگ کرنے میں ایک
لمحے کی دیر نہ کرو۔ دیکھئے لکھتے ہیں۔

"حضرت امام حسینؑ سے جنگ کرنے کیلئے اب کوئی عذر نہیں رہا۔
فوج کی کمی کی شکایت تھی سو وہ بھی نہیں رہی۔ اب میرے پاس
بائیس ہزار سوار اور پیدل موجود ہیں"

شمر۔ بیشک ان کا لکھنا واجب ہے۔ میں جاکر سخت حکم دیتا ہوں کہ حسینؑ کے
لشکر کی چڑیا بھی دریا کے کنارے نہ آنے پائے۔ آپ جنگ کا حکم دیدیں۔

سعد۔ آپ کو معلوم ہے ۲۲ ہزار آدمیوں میں کتنے عذاب کے خوف سے
بھاگ گئے اور روز بھاگتے جاتے ہیں!

شمر۔ اسلئے تو اور بھی ضروری ہے کہ جنگ شروع کردیجائے۔ ورنہ رفتہ رفتہ
یہ ساری فوج بادلوں کی طرح غائب ہو جائیگی۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ زیاد نے
ان سب آدمیوں کو گرفتار کر لیا ہے اور بہت جلد وہ سب فوج میں آجائینگے
یہ حکم بھی جاری کر دیا ہے کہ جو آدمی فوج سے نکل بھاگے گا۔ اسکی جائداد ضبط
کر لی جائیگی۔ اور اُسے خاندان کے ساتھ جلاوطن کر دیا جائیگا۔ اس حکم کا لوگوں
پر اچھا اثر پڑا ہے۔ اب امید نہیں کہ بھاگنے کی کوئی ہمت کرے۔ مجھے یہ بھی
خبر ملی ہے کہ زیاد نے کئی آدمیوں کو قتل کرا دیا ہے۔

(ایک اور قاصد کا آنا)

قاصد۔ السلام علیک بن سعد حضرت حسینؑ نے یہ خط بھیجا ہے اور اس کا جواب طلب کیا ہے۔

(سعد کو خط دیتا ہے)

سعد۔ (خط پڑھ کر) باہر جاکر بیٹھو ابھی جواب ملیگا۔

شمر۔ (خط پر جھک کر) اسمیں کیا لکھا ہے؟

سعد۔ (خط بند کر کے) کچھ نہیں یہی لکھا ہے کہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں

شمر۔ یہ اُنکی نئی چال ہے۔ کلام پاک کی قسم آپ اُنکی درخواست مانکر پچھتائینگے آپ کو فوج میں پھر آنا نصیب نہ ہوگا۔

سعد۔ کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ حضرت حسینؑ مجھ سے دغا کریں گے؟ علی کا بیٹا دغا نہیں کر سکتا۔

شمر۔ یہ میرا مطلب نہیں یہاں سے بچ نکلنے کی کوئی تجویز پیش کرنی چاہتے ہونگے۔ اُن کی زبان میں جادو کا اثر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو چکمہ دیں۔ کیا ہرج ہے اگر میں بھی آپ کے ساتھ چلوں؟

سعد۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنی دین اور دنیا کی خود حفاظت کر سکتا ہوں مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔

شمر۔ آپ کو اختیار ہے۔ کم سے کم میری اتنی صلاح تو مان ہی لیجئے گا کہ اپنے ساتھ تھوڑے سے چُنے ہوئے آدمی لیتے جائیگا۔

سعد۔ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے جیسا ٹھیک سمجھوں گا کروں گا۔

(قاصد کو بلا کر خط کا جواب دیتا ہے)

شمر۔ رات کا وقت لکھا ہے نا؟

سعد۔ اتنا تو تمہیں خود سمجھ لینا چاہئے تھا۔

شمر۔ (جانے کے لئے کھڑا ہو کر) میری بات کا ضرور خیال رکھئے گا (دلمیں) اُسکے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی باتوں میں آجائے گا۔ زیاد کے پاس خود جا کر یہ قصہ کہوں۔

سعد۔ (دلمیں) خدا تجھ سے سمجھے ظالم تو زیاد سے بھی دو اُنگل بڑھا ہوا ہے۔ شاید میرا یہ قیاس غلط نہیں ہے کہ تو ہی زیاد کو یہاں کے حالات کی اطلاع دیتا ہے۔ حسینؑ دغا کریں گے۔ حسینؑ دغا کرنیوالوں میں نہیں دغا کا شکار ہونیوالوں میں ہیں۔

(اُٹھ کر اندر چلا جاتا ہے)

پانچواں سین

(حضرت حسینؑ علیہ السلام کے حرم کی عورتیں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی ہیں شام کا وقت)

سکینہ۔ اماں بڑی پیاس لگی ہے۔

علی اصغر۔ پانی۔ پانی۔

حنفہ۔ قربان گئی بیٹے کتنا پانی پیو گے؟ ابھی لائی (مشکوں کو جا کر دیکھتی ہے اور چھاتی پیٹتی لوٹتی ہے) اے قربان گئی بی بی کہیں ایک بوند پانی نہیں بچوں کو کیا پلاؤں۔

زینبؑ - کیا بالکل پانی غائب ہو گیا -
حنفہ - اے قربان گئی بی بی - ساری مشکیں خالی پڑی ہوئی ہیں -
زینبؑ - غضب ہو گیا ندی تو بند ہی تھی - اب ظالم کنوئیں بھی نہیں کھودنے دیتے -

اصغر - پانی - پانی -
شہر بانو - یا خدا - کس عذاب میں پھنسے - ان ننھوں کو کیسے سمجھاؤں!
حنفہ - بی بی قربان جاؤں! میں جا کر دریا سے پانی لاتی ہوں کون موا روکے گا - منہ جھلس دوں اس کا - کیا میرے لال پیاسوں تڑپیں گے جب دریا میں پانی بھرا ہوا ہے؟
زینبؑ - تو نہیں جانتی ساڑھے چھ ہزار جوان دریا کا پانی روکنے کے لئے تعینات ہیں -
حنفہ - اے قربان جاؤں بی بی - کون مجھ سے بولے گا - جھاڑو نہ مارونگی رسولؐ کے بیٹے پیاسے رہیں گے؟

(حنفہ ایک مشک لیکر دریا کی طرف جاتی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد لوٹ آتی ہے - سر کے بال نچے ہوئے - کپڑے پھٹے ہوئے مشک ندارد روتی ہوئی زمین پر بیٹھ جاتی ہے)

زینبؑ - کیا ہوا حنفہ؟ یہ تیری کیا حالت ہے؟
حنفہ - بی بی خدا کا عذاب ان روسیاہوں پر نازل ہو ظالموں نے مجھے روک لیا - میری مشک چھین لی اور ایک کتے کو مجھ پر چھوڑ دیا - بھاگتے بھاگتے کسی طرح

یہاں تک پہنچی ہوں! ہائے ان موذیوں پر آسمان بھی نہیں ٹوٹ پڑتا۔ اتنا ذلیل کبھی نہ ہوئی تھی۔ (روتی ہے)

حسینؑ۔ اندر جاکر حنفہ کیوں روتی ہے۔ ارے یہ تیرے کپڑے کس نے پھاڑے ہیں
زینبؑ۔ بیچاری شامت کی ماری پانی لانے گئی تھی۔ بچے پیاس سے تڑپ رہے تھے۔ ظالموں نے نیم جان کر دیا۔

حسینؑ۔ حنفہ مت رو رسول کے قدموں کی قسم۔ ابھی ان ظالموں کا سر تیرے پیروں پہ ہوگا۔ جن کے بے رحم ہاتھوں نے تیری بے حرمتی کی ہے چاہے میرے سارے رفیق میرے سارے عزیز اور میں خود کیوں نہ مر جاؤں۔ عورت کی بے حرمتی کا بدلہ خون ہے۔ چاہے وہ غلام اور بیکس ہی کیوں نہ ہو۔ میں ان ظالموں کو دکھا دونگا کہ مجھے اپنی لونڈی کی آبرو اپنے حرم سے کم پیاری نہیں ہے

(تلوار ہاتھ میں لیکر باہر جاتے ہیں پر حنفہ ان کے پاؤں سے لپٹ جاتی ہے)

حنفہ۔ میرے آقا میری جان آپ پر فدا ہو۔ میں اپنا بدلہ دنیا میں نہیں عقبیٰ میں لینا چاہتی ہوں۔ جہاں کی آگ کہیں زیادہ تیز۔ جہاں کی سزائیں یہاں سے کہیں زیادہ دل ہلانیوالی ہونگی۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ کی تلوار سے قتل ہو کر وہ عذاب سے چھوٹ جائیں۔

حسینؑ۔ حنفہ یہ سب اُس کے لئے ہے جو دنیا میں اپنا بدلہ نہ لے سکے اگر میرے پاس ایک لاکھ آدمی ہوتے تو تیری بے عزتی کا بدلہ لینے کیلئے میں انہیں قربان کر دیتا۔ ان بہتر آدمیوں کی حقیقت ہی کیا ہے۔ میرے پاؤں چھوڑ دے۔ ایسا

نہ ہو کہ میرا غصہ آگ بن کر مجھ کو جلا کر خاک کر دے ۔

حنفہ ۔ (دل میں) کاش اسوقت وہ ظالم یہاں ہوتے اور دیکھتے کہ جسے انہوں نے کتوں سے پٹوایا تھا۔ اُس کی حضرت علی کے بیٹے کی نگاہوں میں اتنی عزت ہے ۔نہیں میرے مولا میں دشمنوں کو اتنی اچھی موت دینا نہیں چاہتی۔ میں انہیں جہنم کی آگ میں جلانا چاہتی ....۔

(علی اکبر کا آنا)

علی اکبر ۔ اباجان ۔ سعد اپنی فوج سے نکل کر آیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے

حسینؑ ۔ ہاں! میں نے اُسے اسی وقت بلایا تھا ۔ پہلے اُس سے حنفہ کے ستانے والوں کے ظلم کا معاوضہ لینا ہے ۔

(حضرت حسینؑ اور علی اکبر باہر جاتے ہیں)

علی اکبر ۔ یا حضرت میں بھی آپ کے ساتھ رہونگا ۔

عباس ۔ میں بھی ۔

حسینؑ ۔ نہیں میں نے اُس سے تنہا ملنے کا وعدہ کیا ہے ۔ تمہارے ساتھ رہنے سے میری بات میں فرق آئے گا ۔

اکبر ۔ وہ تو اپنے ساتھ ایک سو جوانوں سے زیادہ لایا ہے ۔ جو چند قدموں کے فاصلے پر کھڑے ہیں ۔ ہم آپ کو تنہا نہ جانے دیں گے ۔

عباسؓ ۔ سعد کی شرافت پر مجھے بھروسہ نہیں ہے ۔

حسینؑ ۔ میں اُسے اتنا کمینہ نہیں سمجھتا کہ میرے ساتھ دغا کرے خیر چلو اگر اُسے کوئی اعتراض نہو گا تو وہاں موجود رہنا اُسے بھی اپنے ساتھ دو آدمیوں کو رکھنے گی

آزادی ہوگی۔

(تینوں آدمی ہتھیاروں سے سجکر چلتے ہیں۔ پردہ بدلتا ہے۔ دونوں فوجوں کے بیچ میں حسینؑ اور سعد کھڑے ہیں۔ حضرت حسینؑ کے ساتھ اکبر اور جناب عباس ہیں۔ سعد کے ساتھ اس کا بیٹا اور غلام)

سعد۔ السلام علیک یا فرزند رسول۔ آپ نے مجھے اپنی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ دیا، اس کے لئے آپ کا مشکور ہوں۔ مجھے کیا ارشاد ہے۔

حسینؑ۔ میں نے تمہیں یہ تصفیہ کرنے کے لئے تکلیف دی ہے کہ آخر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ تمہارے والد رسول پاک کے فدائیوں میں سے تھے اور اگر باپ کی طبیعت کا اثر کچھ بیٹے پر پڑتا ہے تو مجھے امید ہے کہ تم میں انسانیت کا جوہر موجود ہے۔ کیا نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟ میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔

سعد۔ آپ رسول پاک کے نواسے ہیں۔

حسینؑ۔ اور یہ جان کر بھی تم مجھ سے جنگ کرنے آئے ہو۔ کیا تمہیں خدا کا ذرا بھی خوف نہیں۔ تم میں ذرا بھی انصاف نہیں ہے کہ تم مجھ سے جنگ کرنے آئے ہو جو تمہارے ہی بھائیوں کی دغا کا شکار بن کر یہاں آ پھنسا ہے اور اب یہاں سے واپس جانا چاہتا ہے۔ کیوں ایسا کام کرتے ہو۔ جس کے لئے تمہیں دنیا میں رسوائی اور عقبیٰ میں روسیاہی حاصل ہو؟

سعد۔ یا حضرت میں کیا کروں۔ خدا جانتا ہے کہ میں کتنی مجبوری کی حالت میں یہاں آیا ہوں۔

حسینؑ - سعد کوئی انسان آجتک یہ کام کرنے پر مجبور نہیں ہوا جو اُسے پسند نہ آیا ہو۔ تمکو یقین ہے کہ میرے قتل کے صلے میں تمہاری جاگیر بڑھیگی - رَے کی حکومت ہاتھ آئیگی - دولت حاصل ہوگی - لیکن سعد حرام کی دولت نے بہت دنوں تک کسی کیساتھ دوستی نہیں کی اور نہ تمہارے لئے اپنی پرانی عادت چھوڑیگی ہوس کو چھوڑ دو اور مجھے اپنے گھر جانے دو -

سعد - پھر تو میری زندگی کے دن انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں -

حسینؑ - اگر یہ خوف ہے تو میں تمہیں اپنے ساتھ لیجا سکتا ہوں -

سعد - یا حضرت ظالم میرے مکان برباد کر دیں گے - جو شہر میں اپنا ثانی نہیں رکھتے -

حسینؑ - سبحان اللہ تم نے وہ بات مُنہ سے نکالی جو تمہاری شان سے بعید ہے اگر حق پر قائم رہنے کی سزا میں تمہارا مکان برباد کیا جائے تو ایسا بڑا نقصان نہیں - حق کے لئے لوگوں نے اُس سے کہیں بڑے نقصان اٹھائے ہیں - یہانتک کہ جان سے بھی دریغ نہیں کیا - میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہیں اُس سے اچھا مکان بنوا دوں گا -

سعد - یا حضرت میرے پاس بڑی زرخیز اور آباد جاگیریں ہیں جو ضبط کر لی جائینگی - اور میری اولاد اِن سے محروم رہجائے گی -

حسینؑ - میں حجاز میں تمہیں اُن سے زیادہ زرخیز اور آباد جاگیریں دونگا - اطمینان رکھو کہ میری ذات سے تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا -

سعد - یا حضرت آپ پر میری جان نثار ہو - میرے ساتھ ۲۲ ہزار سوار اور

پیدل ہیں زیاد نے ان کے سرداروں سے بڑے بڑے وعدے کر رکھے ہیں۔ میں اگر آپ کی طرف آ بھی جاؤں تو یہ آپ سے ضرور جنگ کریں گے۔ اس لئے ٹھیک یہی ہے کہ آپ جو شرطیں پسند فرمائیں میں زیاد کو لکھ دوں گا۔ میں اپنے خط میں صلح پر زور دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ زیاد میری تجویز کو منظور کرے گا۔

حسینؑ۔ خدا تمہیں اس کا ثواب عاقبت میں دیگا۔ میری پہلی شرط یہ ہے کہ مجھے مکہ کو لوٹنے دیا جائے۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو میں سرحدوں کی طرف جا کر امن سے زندگی بسر کرنے کو راضی ہوں۔ اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو مجھے یزید کے پاس جانے دیا جائے اور سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ جب تک میں یہاں ہوں مجھے دریا سے پانی لینے کی پوری آزادی حاصل ہو۔ میں یزید کی بیعت کسی حالت سے نہ قبول کروں گا۔ اور اگر تم نے میری واپسی کی یہ شرط قائم نہ کی تو ہم یہاں شہید ہو جانا ہی پسند کریں گے۔ لیکن اگر یہ ارادہ ہے کہ مجھے قتل ہی کر دیا جائے تو میں اپنی جان کو گراں سے گراں قیمت پر بیچوں گا۔

سعد۔ حضرت آپ کی شرط بہت معقول ہے۔

حسینؑ۔ میں تمہارے جواب کا کب تک انتظار کروں۔

سعد۔ صبح آفتاب کی روشنی کے ساتھ میرا قاصد آپ کی خدمت میں حاضر ہوگا۔

(دونوں آدمی اپنی اپنی فوج کی طرف لوٹتے ہیں)

چھٹواں سین

(آٹھ بجے شب کا وقت۔ زیاد کی خاص بیٹھک۔ شمر اور زیاد باتیں کر رہے ہیں)

زیاد۔ کیا کہتے ہو میں نے سخت تاکید کر دی تھی کہ دریا پر حسینؑ کا کوئی آدمی نہ آنے پائے۔

شمر۔ بجا ہے۔ مگر میں تو حسینؑ کے آدمیوں کو دریا سے پانی لاتے برابر دیکھتا رہا ہوں۔ اور شاید میرا دریا کی حفاظت کے لئے اپنی ذمہ داری پر حکم صادر کرنا سعد کو بُرا لگا۔

زیاد۔ سعد پر مجھے اطمینان ہے۔ ممکن ہے اُسے لوگوں کو پیاسوں مرتے دیکھ کر رحم آگیا ہو اور حق تو یہ ہے کہ شاید میں بھی اس موقعہ پر اتنا بے رحم نہ ہو سکتا اس سے یہ تو نہیں ثابت ہوتا کہ سعد کی نیت ڈانواں ڈول ہو رہی ہے۔

شمر۔ میں سعد کی شکایت کرنے کیلئے آپکی خدمت میں نہیں حاضر ہوا ہوں صرف وہاں کی حالت عرض کرنا تھی۔ حسینؑ نے آج سعد کو ملاقات کی غرض سے بلایا بھی تو ہے۔ دیکھئے کیا باتیں ہوتی ہیں۔

زیاد۔ کیا؟ حسینؑ سے ملاقاتیں بھی ہو رہی ہیں؟ تم ثابت کر سکتے ہو؟

شمر۔ حضور ثبوت کی ضرورت نہیں۔ ان کا قاصد آتا ہی ہو گا۔

زیاد۔ کیا کئی بار ملاقاتیں ہوئی ہیں؟

شمر۔ آج کی ملاقات کا تو مجھے علم ہے پر شاید اور بھی ملاقاتیں تنہائی میں ہوئی ہوں

زیاد۔ کوئی اور آدمی ساتھ نہیں رہا؟
شمر۔ میں نے خود ساتھ چلنا چاہا تھا۔ لیکن میری عرض قبول نہ ہوئی۔
زیاد۔ کلام پاک کی قسم۔ میں اسے نہیں برداشت کر سکتا۔ میں نے اُسے حسینؑ سے جنگ کرنے کو بھیجا ہے۔ مصالحت کرنے کیلئے نہیں۔ میں اس سے اس کا جواب طلب کروں گا۔
شمر۔ حضور نے اُن کے ساتھ جو سلوک کئے ہیں اور اس کام کے لئے جو صلہ تجویز کیا ہے وہ تو کسی دشمن کو بھی آپ کا دوست بنا دیتا۔ مگر اپنا اپنا مزاج ہی تو ہے

(ایک قاصد کا آنا)

قاصد۔ السّلام علیک۔ یا امیر عمر بن سعد کا خط لایا ہوں۔
(زیاد کو خط دیتا ہے اور زیاد اسے پڑھنے لگتا ہے۔ قاصد باہر چلا جاتا ہے)
زیاد۔ اس مصالحت کا نتیجہ تو اچھا نکلا۔ حسینؑ واپس جانے کو رضامند ہیں۔ اور سعد نے اس کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کی جانب سے کسی خطرے کا اندیشہ نہیں۔ خلیفہ یزید کا منشا بھی یہی ہے۔ سعد نے خوب کیا کہ بغیر جنگ و جدال کے فتح حاصل کر لی۔
شمر۔ بیشک بڑی شاندار فتح ہے۔
زیاد۔ کیوں یہ فتح نہیں ہے۔ طعنہ کیوں دیتے ہو؟
شمر۔ جسے آپ فتح سمجھ رہے ہیں نہ فتح نہیں آپکی شکست ہے۔ ایسی شکست جو پھر آپ کو اٹھنے نہ دیگی۔ آگ۔ پھوس میں پڑ کر اتنی خوفناک نہیں ہو سکتی جتنے اس محاصرے سے نکل کر حسینؑ ہو جائینگے۔ شیر کسی شکار کے پیچھے دوڑتا ہوا بستی

میں آگیا ہے۔ اُسے آپ گھیر کر مار سکتے ہیں۔ لیکن ایک بار وہ جنگل میں پہنچ جائے تو کون ہے۔ جو اُس کے پنجوں کے سامنے جانے کی ہمت کر سکے۔ کربلا سے نکل کر حسینؑ وہ دریا ہوں گے جو باندھ کو توڑ کر باہر نکل آیا ہو۔ اور آپ کی حالت اُسی ٹوٹے ہوئے باندھ کی طرح ہو گی۔

زیاد۔ ہاں اسمیں تو کوئی شک نہیں کہ اگر وہ نکل کر حجاز اور یمن چلے جائیں تو شاید خلیفہ یزید کی خلافت ڈگمگا جائے۔ مگر ایک شرط یہ بھی تو ہے کہ انہیں یزید کے پاس جانے دیا جائے۔ اس میں ہمیں کیا عذر ہو سکتا ہے؟

شمر۔ اگر باز کبوتر کے نزدیک پہنچ جائے تو دنیا کی کوئی فوج اُسے باز کے چنگل سے نہیں بچا سکتی کوئی عجب نہیں کہ اپنی عقل کے زور سے امروز کا قیدی فردا کا خلیفہ ہو اور خلیفہ کو اُلٹے اُن کی بیعت قبول کرنی پڑے۔

زیاد۔ تمہارا یہ خیال بھی بہت درست ہے۔ کاش مجھے تمہاری وفاداری کا اتنا علم پہلے ہوتا تو تمہیں فوج کے سپہ سالار ہوتے۔

شمر۔ کاش سعد نے میری باتیں اتنی قدر دانی سے سنی ہوتیں تو مجھے یہاں آنے کی اور آپکو تکلیف دینے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

زیاد۔ تم صبح چلے جاؤ اور سعد سے کہو کہ فوراً جنگ شروع کر دے۔

شمر۔ حضور کو جو حکم دینا ہو بذریعہ خط عطا فرمائیں۔ ماتحت کے ذریعہ افسر کو حکم دینا افسر کو ماتحت کے خون کا پیاسا بنانا ہے۔

زیاد۔ بہتر میں خط ہی لکھے دیتا ہوں۔

(زیاد خط لکھکر شمر کو دیتا ہے)

شمر۔ اسمیں حضور نے ایسا کوئی کلمہ تو نہیں لکھا جسمیں سعد کو شبہ ہو کہ میرے اشارے سے لکھا گیا ہے؟

زیاد۔ مطلق نہیں۔ ہاں یہ البتہ لکھدیا ہے کہ اگر تو نے سرتابی کی تو تیری جگہ شمر لشکر کا سردار ہوگا۔

شمر۔ حضور کی قدردانی کی کہاں تک تعریف کروں۔

زیاد۔ اس کی ضرورت نہیں۔ اگر سعد میرے حکم کی تعمیل کرے تو بہتر نہیں تو وہ معزول ہوگا اور تم لشکر کے سردار ہوگے۔ پہلا کام جو تم کروگے وہ سعد کا سر قلم کرکے میرے پاس بھیجنا ہوگا یہی تمہاری بحالی کی سند ہوگی۔

شمر۔ (اٹھ کر) آداب بجالاتا ہوں۔

(شمر باہر چلاجاتا ہے اور زیاد مکان میں آرام کرنے جاتا ہے)

ساتواں سین

(صبح۔ شام کا لشکر حر اور سعد گھوڑوں پر سوار فوج کا معائنہ کر رہے ہیں)

حر۔ ابھی تک زیاد نے آپ کے خط کا جواب نہیں دیا؟

سعد۔ اُس کے انتظار میں رات بھر آنکھیں نہیں لگیں جب کسی کی آہٹ ملتی تھی تو گمان ہوتا تھا کہ قاصد ہے۔ مجھے تو یقین ہے کہ امیر زیاد میری تجویز منظور کرلینگے

حر۔ کاش ایسا ہوتا۔ اگر جنگ کی نوبت آئی تو فوج کے کتنے ہی سپاہی لڑنے سے انکار کردیں گے۔

(سامنے سے شمر گھوڑا دوڑاتا ہوا آتا ہے)

سعد۔ لو قاصد بھی آگیا۔ خدا کرے اچھی خبر لایا ہو؟ ارے یہ تو شمر ہے۔
حُر۔ ہاں شمر ہی ہے۔ خدا خیر کرے جب یہ خود زیاد کے پاس گیا تھا تو مجھے آپکی تجویز منظور ہونے میں بہت شک ہے۔

شمر۔ (قریب آکر) السّلام علیک میں کل ایک ضرورت سے مکان چلا گیا آخر زیاد کو خبر ہو گئی اُس نے مجھے بلایا اور آپ کو یہ خط دیا۔

(خط سعد کو دیتا ہے۔ سعد خط پڑھکر جیب میں رکھ لیتا ہے اور ایک لمبی سانس لیتا ہے)

سعد۔ شمر میں نے سمجھا تھا تم صُلح کی خبر لائے ہو گے۔
شمر۔ آپ کی سمجھ کی غلطی تھی۔ آپ کو معلوم ہے کہ امیر زیاد ایک مرتبہ فیصلہ کر کے پھر اُسے نہیں بدلتے۔ اب آپکی کیا منشا ہے۔
سعد۔ مجبوراً حکم کی تعمیل کروں گا۔
شمر۔ تو میں فوج کو تیار ہونے کا حکم دیتا ہوں؟
سعد۔ جیسا درست سمجھو۔

(شمر فوج کی طرف چلا جاتا ہے)

حُر۔ خدا سب کچھ کرے لیکن انسان کا باطن سیاہ نہ بنائے
سعد۔ یہ سب انہیں حضرت کی کارگذاری ہے۔ زیاد میری طرف سے کبھی اتنے بدگمان نہ تھے۔
حُر۔ مجھے تو فرزند رسُولؐ سے لڑنے کے خیال ہی سے دہشت ہوتی ہے
سعد۔ حُر۔ تم سچ کہتے ہو مجھے یقین ہے کہ ان سے جو لڑیگا۔ اُس کی جگہ جہنم

ہیں ہے مگر مجبور ہوں اس کی پرواہ نہ کروں تو بھی گھر کی طرف سے بیفکر تو نہیں ہو سکتا۔ افسوس میں تو ہوس کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ کاش میرا دل اتنا مضبوط ہوتا۔ کہ رے کی نظامت پر لٹو نہ ہو جاتا تو آج میں فرزند رسول کے مقابلہ پر کھڑا نہ ہوتا۔ حر گیا اس جنگ کے بعد کسی طرح مغفرت نہیں ہو سکتی حر۔ فرزند رسول کے خون کا داغ کیسے دھلے گا؟

سعد۔ حر میں اتنے روزے رکھونگا کہ میرا جسم گھل جائیگا۔ اتنی نمازیں ادا کروں گا کہ آجتک کسی نے نہ کی ہونگی۔ رے کی ساری آمدنی خیرات کر دونگا پیادہ پا حج کرونگا اور رسول پاک کے مزار شریف پر بیٹھ کر روؤنگا۔ گنہگاروں کی خطائیں معاف کرونگا اور ایک چیونٹی کو بھی ایذا نہ پہنچاؤں گا۔ ہائے ظالم شمر سوچنے کا بھی موقعہ نہیں دینا چاہتا۔ فوجیں تیار ہو رہی ہیں۔ قیس۔ حجاج۔ اشعث اپنے اپنے آدمیوں کو صفوں میں کھڑا کرنے لگے وہ دیکھئے نقارے پر چوب بھی پڑ گئی۔

حر۔ میں بھی جاتا ہوں اپنے آدمیوں کو سنبھالو۔

(آہستہ آہستہ جاتا ہے)

سعد۔ (دل میں) اے خدا! بہت بہتر ہوتا کہ تو نے مجھے شمر کی طرح سیاہ باطن بنایا ہوتا کہ عذاب کی کشمکش سے آزاد ہو جاتا۔ یا ہانی اور کثیر کی طرح دل دیا ہوتا۔ کہ اپنے کو غیر پر قربان کر دیتا۔ کمزور انسان جس کو اپنی مرضی پر قابو نہ ہو غلام سے بھی بدتر ہے۔ میرے قبیلے والوں نے بھی صف بندی شروع کر دی۔ مجھے بھی اب جا کر اپنی جگہ پر سب سے آگے چلنا چاہئے۔ اور وہی کرنا چاہئے جو شمر کہتا ہے کیونکہ اب میں فوج کا سردار نہیں ہوں شمر ہے۔

(آہستہ آہستہ جاکر فوج کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے)

شمر - (اونچی آواز سے) اے خلافت کو زندہ رکھنے کے لئے اپنے تئیں قربان کرنیوالے بہادرو! خدا کا نام لیکر قدم آگے بڑھاؤ۔ دشمن تمہارے سامنے ہے۔ وہ ہمارے رسول پاک کا نواسا ہے اور اُس رشتے سے ہم سب اُس کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ لیکن جو آدمی حرص کا اتنا بندہ ہے کہ رسول پاک کے حکم کو جو انہوں نے خلافت کو اتنک قائم رکھنے کے لئے دیا تھا پیروں تلے کچلتا ہے اور قوم کی بیعت کی پرواہ نہ کرکے اپنی وراثت کے حق کے لئے خلافت کو خاک میں ملا دینا چاہتا ہے وہ رسول کا نواسا ہوتے ہوئے بھی مسلمان نہیں ہے۔ ہماری نگاہوں میں رسول کے حکم کی عزت اُسکے نواسے کی عزت سے کہیں زیادہ ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم نے جس خلیفہ کی بیعت قبول کی ہے اُسے ایسے حملوں سے بچائیں جو مذہب کے نام پر کئے جاتے ہیں چلو فرض کے میدان میں قدم بڑھاؤ

(نقارے پر چوب پڑتی ہے اور پورا لشکر حضرت امام حسینؓ کی طرف پڑاؤ کی طرف بڑھتا ہے سعد آگے قدم بڑھاتا ہوا حسینؓ کے قریب پہنچ جاتا ہے)

عباسؓ - (حضرت حسینؓ کے خیمے سے نکل کر) سعد یہ دغا، ہم تمہارے جواب کا انتظار کر رہے ہیں اور تم ہمارے اوپر حملہ کر رہے ہو کیا یہی آئین جنگ ہے؟

سعد - حضرت، کلام پاک کی قسم - میں دغا کے ارادے سے نہیں آیا (زیاد کا خط عباس کے ہاتھ میں دے کر) یہ دیکھئے میرے ساتھ انصاف کیجئے میں اس وقت نام کے لئے سردار ہوں - اختیار شمر کے ہاتھوں میں ہے -

عباسؓ - (خط پڑھکر) آخر تم دنیا کی طرف جھکے یاد رکھو خدا کی درگاہ میں شمر نہیں تم خطاوار سمجھے جاؤ گے۔

سعد - یا حضرت یہ جانتا ہوں لیکن زیاد کے غصّے کا مقابلہ نہیں کر سکتا وہ بلّی ہے میں چوہا ہوں۔ وہ باز ہے میں کبوتر ہوں وہ ایک اشارے سے میرے خاندان کا نشان مٹا سکتا ہے۔ اپنی حفاظت کی فکر نے مجھے مجبور کر دیا ہے میرے دین اور ایمان کو خوفناک کر دیا ہے۔

عباسؓ - خلاصہ یہ کہ تم ہمارا محاصرہ کرنا چاہتے ہو۔ ٹھہرو کہ میں جا کر بھائی صاحب کو اطلاع کر دوں۔

(عباسؓ حضرت حسینؑ کے خیمے کی جانب جاتے ہیں)

شمر - (سعد کے نزدیک آکر) کیا اب کوئی دوسری چال چلنے کیلئے سوچ رہے ہیں

سعد - نہیں حضرت حسینؑ کو ہماری آمد اور ارادہ کی اطلاع دینے گئے ہیں

شمر - یہ اس موقعہ کو ہمارے ہاتھوں سے چھین لینے کا حیلہ ہے۔ شاید قبیلوں سے امداد طلب کرنے کا قصد کر رہے ہیں۔ ایک دن کی دیر بھی انہیں موقع کا بادشاہ بنا سکتی ہے۔

(عباسؓ خیمے سے واپس آتے ہیں)

عباسؓ - میں نے حضرت حسینؑ کو تمہارا پیغام دیا۔ حضرت کو اس کا بیحد صدمہ ہے کہ انکی کوئی شرط منظور نہیں ہمیں۔ صلح کی اس سے زیادہ کوشش ان کے امکان میں نہ تھی۔ گو ہم سب جنگ کے لئے تیار ہیں لیکن انہوں نے ایک دن کی مہلت مانگی ہے کہ دعا اور نماز میں گذاریں۔ صبح کو جو ہمیں خدا کا حکم ہوگا اسکی

تعمیل کریں گے۔
سعد۔ اس کا جواب میں اپنی فوج کے دوسرے سرداروں سے مشورہ کر کے دوں گا
(عباس اپنے خیمے کی طرف جاتے ہیں اور حُر حجاج اشعث قیس
سب سعد کے پاس آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں)
سعد۔ شمر۔ تمہاری اس معاملے میں کیا صلاح ہے؟
شمر۔ یہ ان کی حیلہ بازی ہے۔ آئندہ آپ امیر ہیں جو جی چاہے کریں۔
سعد۔ (دوسرے سرداروں سے مخاطب ہو کر) حضرت حسینؑ نے ایک دن
کی مہلت کی درخواست کی ہے۔ آپ لوگوں کی کیا صلاح ہے۔
شمر۔ اس کا آپ لوگ خیال رکھیں گے کہ یہ مہلت میزان کو پلٹ سکتی ہے۔
حُر۔ مہلت کے منظور کرنے میں پس و پیش کا کوئی موقع نہیں۔
حجاج۔ حسینؑ اگر کافر ہوتے اور مہلت کی درخواست کرتے تو بھی اُس کو
قبول کرنا لازم تھا۔ بہت ممکن ہے کہ وہ کل تک آپس میں صلاح کر کے
یزید کی بیعت قبول لیں تو ناحق خونریزی کیوں ہو۔
شمر۔ اور اگر شام تک بنی اسد اور دوسرے قبیلے انکی مدد کے لئے آجائیں تو۔
شیث۔ حضرت حسینؑ نے ابھی تک کسی قبیلے سے امداد نہیں طلب کی
ورنہ ہم اتنے اطمینان سے یہاں نہ کھڑے ہوتے۔
سعد۔ بنی اسد ہی نہیں اگر عراق کے سارے قبیلے آجائیں تب بھی ہم
آج انہیں جنگ کیلئے مجبور نہیں کر سکتے۔ یہ انسانیت سے بعید ہے۔
میرا فیصلہ یہی ہے آئندہ آپ لوگوں کو اختیار ہے۔

(اسعد غصہ میں بھرا ہوا وہاں سے چلا جاتا ہے)

شمر۔ کیا آپ لوگوں کی یہی مرضی ہے۔ کہ آج جنگ ملتوی کیجائے۔

حرؓ۔ یہاں جتنے اصحاب موجود ہیں سب اپنی رائیں دے چکے۔ امیر لشکر بھی چلا گیا۔ ایسی حالت میں مہلت کے سوائے اور ہو ہی کیا سکتا ہے؟ اگر آپ اپنی ذمہ داری پر جنگ کرنا چاہتے ہیں تو شوق سے کیجیے۔

(حرؓ۔ حجاج وغیرہ بھی چلے جاتے ہیں)

شمر۔ (دل میں) کون کہتا ہے کہ حسینؑ کے ساتھ دغا کی گئی؟ یہاں سب کے سب حسینؑ کے دوست نظر آتے ہیں۔ اس فوج میں رہنے سے کہیں یہ بہتر تھا کہ سب کے سب حسینؑ کی فوج میں ہوتے تب بھی اُن کی اتنی مدد نہ کر سکتے۔ مجھے ذرا بھی تعجب نہ ہوگا اگر کل سب لوگ ہتھیار رکھ کر حسینؑ کے قدموں پر گر پڑیں۔ زیاد کو اس مہلت کی اطلاع تو دے ہی دوں۔

(اسعد کا قاصد مہلت کا پیغام لے کر حسینؑ کی لشکر کے جانب آتا ہے۔ شمر اپنے خیمے کی طرف جاتا ہے)

آٹھواں سین

(وقت آٹھ بجے رات۔ حسینؑ ایک کرسی پر بیدان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اُن کے دوست اور عزیز سب فرش پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ شمع جل رہی ہے)

حسینؑ۔ شکر ہے خدائے پاک کا جس نے ہمیں ایمان کی روشنی عطا کی۔ تاکہ ہم نیکی کو قبول کریں اور بدی سے بچیں۔ میرے سامنے اس وقت میرے بیٹے اور بھتیجے بھائی

اور بھانجے۔ دوست اور رفیق سب جمع ہیں۔ میں سب کے لئے خدا سے دعا کرتا ہوں
مجھے اس کا فخر ہے کہ اس نے مجھے ایسے سعادتمند عزیز اور ایسے جان نثار دوست
عطا کئے۔ آپنے اپنی دوستی کا حق پوری طرح ادا کر دیا۔ آپ نے ثابت کر دیا کہ
حق کے سامنے آپ جان اور مال کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے۔ اسلام کی تاریخ
میں آپ کا نام ہمیشہ روشن رہیگا۔ میرا دل اس خیال سے پاش پاش ہوا
جاتا ہے کہ کل میرے باعث وہ لوگ جنہیں زندہ رہنا چاہئے۔ جن کا حق ہے زندہ
رہنا۔ جنکو ابھی زندگی میں بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ شہید ہو جائینگے مجھے سچی
خوشی ہوگی اگر تم لوگ میرے دل کا یہ بوجھ ہلکا کر دوگے۔ میں بڑی خوشی سے ہر ایک کو
اجازت دیتا ہوں کہ اس کا جہاں جی چاہے چلا جائے۔ میرا کسی پر کوئی حق نہیں ہے
میں تم سے التماس کرتا ہوں۔ اسے قبول کرو۔ تم سے کسی کی دشمنی نہیں ہوئی ہے۔
جہاں جاؤگے لوگ تمہاری عزت کرینگے۔ تم زندہ شہید ہو جاؤگے۔ جو مرکر شہادت
کا درجہ پانے سے کم عزت کی بات نہیں۔ دشمن کو صرف میرے خون کی پیاس ہے۔ میں ہی
اسکے راستہ کا پتھر ہوں اگر حق اور انصاف کو صرف میرے خون سے آسودگی ہو جائے تو
اس کے لئے اور خون کیوں بہایا جائے۔ سعد سے ایک شب کی مہلت مانگنے میں
یہی میرا خیال تھا۔ یہ دیکھو میں شمع ٹھنڈی کئے دیتا ہوں۔ جسمیں کسی کو حجاب نہ ہو۔

(سب لوگ رونے لگتے ہیں اور کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا)

عباسؓ۔ یا حضرت اگر آپ ہمیں مار کر بھگائیں تو بھی ہم نہیں جا سکتے۔ خدا وہ
دن نہ دکھائے کہ ہم آپ سے جدا ہوں۔ آپ شفقت کے سائے میں پل کر اب ہم
سوچ ہی نہیں سکتے کہ آپ کے بغیر ہم کیا کریں گے۔ کیسے رہیں گے۔

علی اکبر - اباجان یہ آپ کیا فرماتے ہیں ؟ ہم آپ کے قدموں پر نثار ہونے کیلئے آئے ہیں - آپ کو یہاں تنہا چھوڑ کر جانا تو کیا محض اُسکے خیال سے روح کو نفرت ہوتی ہے -

حبیب - خدا کی قسم ہم آپ کو اُس وقت تک نہیں چھوڑ سکتے جبتک دشمنوں کے سینے میں تیز برچھیاں نہ چبھولیں - اگر میرے پاس تلوار بھی نہ ہوتی تو میں آپ کی حمایت پتھروں سے کرتا -

عبد اللہ کلبی - اگر مجھے اس کا یقین ہو جائے کہ میں آپ کی حمایت میں زندہ جلایا جاؤنگا اور پھر زندہ ہو کر جلایا جاؤں گا - یہ عمل ستر مرتبہ ہوتا رہیگا - تو بھی میں آپ سے جدا نہیں ہو سکتا - آپ کے قدموں پر نثار ہونے سے جو مرتبہ حاصل ہو گا وہ ایسی ایسی بیشمار زندگیوں سے بھی نہیں ہو سکتا -

ظہیر - آپ نے زبان مبارک سے یہ باتیں نکال کر کے میری جتنی دلشکنی کی ہے اُس کا کافی اظہار نہیں کر سکتا - اگر ہمارے دل دنیائی ہوس سے مغلوب بھی ہو جائیں تو بھی ہمارے قدم کسی دوسری طرف جانے سے گریز کرینگے کیا آپ ہمیں دنیا میں روسیاہ اور بے عزّت بن کر زندہ رکھنا چاہتے ہیں

حسینؑ - آہ ! کاش رسُول پاک آج زندہ ہوتے اور دیکھتے کہ اُنکی اولاد اور اُنکی اُمّت حق پر کتنے شوق سے فدا ہوتی ہے - میری خدا سے یہی التجا ہے کہ اسلام میں حق پر شہید ہونے والوں کی کبھی کمی نہ رہے - دوستو آؤ نماز پڑھ لیں - شاید یہ ہماری آخری نماز ہو -

(سب لوگ پڑھنے لگتے ہیں)

نواں سین

(صبح۔ حسینؑ کے لشکر میں جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں)

عباسؓ۔ خیمے ایک دوسرے سے ملا دیئے گئے اور ان کے چاروں جانب خندقیں کھود ڈالی گئیں۔ نقارہ بجا دوں؟

حسینؑ۔ نہیں ابھی نہیں میں جنگ میں پہلے قدم بڑھانا نہیں چاہتا میں ایک مرتبہ پھر صلح کی تحریک کرونگا۔ ابھی تک میں نے شام کے لشکر سے کوئی تقریر نہیں کی۔ سرداروں ہی سے کام نکلنے کی کوشش کرتا رہا۔ اب میں جم غفیر سے دوبدو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ کہدو سانڈنی تیار کرے۔

عباسؓ۔ جیسا ارشاد۔

(باہر جاتے ہیں)

حسینؑ۔ (دعا کرتے ہوئے) اے خدا! تو ہی ڈوبتی ہوئی کشتیوں کو پار لگانیوالا ہے مجھے تیری ہی پناہ ہے۔ تیرا ہی بھروسہ ہے۔ جس رنج سے دل کمزور ہو اُس میں تیری ہی مدد مانگتا ہوں۔ جو آفت کسی طرح سر سے نہ ٹلے جسمیں دوستوں سے کام نہ نکلے جہاں کوئی حیلہ نہ ہو وہاں تو ہی میرا مددگار ہے۔

(خیمے سے باہر نکلتے ہیں حبیب اور ظہیر آپس میں نیزے بازی کی مشق کر رہے ہیں)

حبیب۔ یا حضرت۔ میری خدا سے یہی دعا کہ یہ نیزہ سعد کے جگر میں چبھ جائے اور رے کی صوبیداری کا ارمان اُس کے خون کے راستے نکل جائے۔

ظہیر۔ اسے صوبہ داری ضرور ملے گی۔ جہنم کی یا رے کی۔ اس کا فیصلہ میری تلوار کرے گی۔

حبیب۔ واہ! وہ میرا شکار ہے۔ ادھر نگاہیں نہ اٹھائیے گا۔ آپکے لئے میں نے شمر کو چھوڑ دیا۔

ظہیر۔ بخدا وہ میرے مقابلے آئے تو میں اس کی ناک کاٹ کر چھوڑ دوں ایسے بدنیت آدمی کے لئے جہنم سے زیادہ تکلیف دنیا ہی میں ہے۔

عباسؓ۔ اور میرے لئے کونسا شکار تجویز کیا؟

ظہیر۔ آپ کے لئے زیاد حاضر ہے۔

حسینؑ۔ میں ذرا سعد کے لشکر سے باتیں کر کے آجاؤں تو اس کا فیصلہ ہو۔

حبیب۔ گمراہوں کو فہمائش کرنا بیکار ہے۔ اُنکے دل اتنے سخت ہو گئے ہیں کہ ان پر کوئی تقریر اثر نہیں کر سکتی۔

حسینؑ۔ تاہم کوشش کرنا میرا فرض ہے۔

(پردہ بدلتا ہے۔ حسینؑ اپنی سانڈنی پر سعد کی فوج کے سامنے کھڑے ہیں)

حسینؑ۔ اے لوگو! کوفہ اور شام کے دلیر جوانو اور سردارو میری بات سنو۔ جلدی نہ کرو۔ مسلمان اپنے بھائی کی گردن پر تلوار چلانے میں جتنی دیر کریں عین ثواب ہے۔ میں اس وقت تک خونریزی نہیں کرنا چاہتا۔ جبتک تمہیں اتنا نہ سمجھا لوں جتنا مجھ پر واجب ہے۔ میں خدا اور انسان دونوں ہی کے نزدیک اس جنگ کی ذمہ داری سے پاک رہنا چاہتا ہوں۔ جہاں بھائی کی تلوار بھائی کے گردن پر ہو گی۔ تمہیں معلوم ہے میں یہاں کیوں آیا۔ کیا میں نے عراق اور شام پر فوج کشی کی سلوا اور

انصاف کرو۔ اگر تمہیں خدا کا خوف اور ایمان کا لحاظ ہے کہ میں یہاں تمہارے ہی سرداروں کے بلانے سے آیا۔ میں نے عہد کر لیا تھا کہ میں دنیا سے الگ رہ کر خدا کی عبادت میں اپنی زندگی کے بچے ہوئے دن گزاروں گا۔ مگر تمہاری ہی فریاد نے مجھے اپنے گوشے سے نکالا۔ رسول کی اُمت کی فریاد سنکر میں کانوں میں انگلی نہ ڈال سکا۔ اگر اس حمایت کی سزا قتل ہے تو یہ سر حاضر ہے۔ شوق سے قتل کرو۔ میں حجاج سے پوچھتا ہوں۔ کیا تم نے مجھے خط نہیں لکھے تھے۔

حجاج۔ میں نے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا۔

حسینؑ۔ قیس۔ تمہیں بھی خط لکھنے سے انکار ہے؟

قیس۔ میں نے کب آپ سے فریاد کی تھی؟

حسینؑ۔ اور شمر تم نے تو دستخط کئے تھے؟

شمر۔ سراسر غلط ہے۔ جھوٹ ہے۔

حسینؑ۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن آج یہ داغ بھی لگا۔

شیث۔ آپ یزید کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے کہ اسلام ہمیشہ کیلئے فتنہ اور فساد سے پاک ہو جائے۔

حسینؑ۔ کیا اس کے سوا اور مصالحت کی کوئی صورت نہیں ہے؟

شمر۔ نہیں اور کوئی دوسری صورت نہیں ہے۔

حسینؑ۔ تو اس شرط پر صلح کرنا میرے لئے غیر ممکن ہے۔ خدا کی قسم میں ذلیل ہو کر تمہارے سامنے سر نہ جھکاؤنگا۔ اور نہ خوف مجھے یزید کی بیعت قبول کرنے پر

مجبور کر سکتا ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے۔ ہم بھی جنگ کے لئے تیار ہیں
شمر۔ پہلا تیر چلانے کا ثواب میرا ہے۔

(حضرت امام حسینؑ پر تیر چلاتا ہے)

کسی طرف سے آواز آتی ہے "جہنم میں جانے کا فخر بھی پہلے تجھی کو ہوگا"

(امام حسینؑ اونٹنی کو اپنی فرودگاہ کی طرف پھیر دیتے ہیں۔ حُر اپنی فوج سے نکلکر آہستہ آہستہ حضرت امام حسینؑ کے پیچھے چلتے ہیں)

شمر۔ واللہ۔ حُر تمہارا اسطرح آہستہ آہستہ اپنے تئیں تول تول کر چلنا میرے دل میں شبہ پیدا کر رہا ہے۔ میں نے تم کو کبھی لڑائی میں اسطرح کانپتے ہوئے چلتے نہیں دیکھا

حُر۔ اپنے کو جنت اور جہنم کے لئے تول رہا ہوں اور حق یہ ہے کہ جنت کے مقابلے میں کسی چیز کو نہیں سمجھتا۔ چاہے کوئی مار ہی کیوں ڈالے۔

(گھوڑے کو ایک ایڑ لگاکر حُر حضرت امام حسینؑ کے پاس پہنچ جاتے ہیں)

اے فرزند رسول میں بھی آپکے ہمراہ ہوں خداوند مجھے آپ پر فدا کرے میں وہی ہوں جس نے آپ کو راستے سے واپس کرنیکی کوشش کی تھی۔ خدا کی قسم مجھے امید نہ تھی کہ یہ لوگ آپکے ساتھ یہ برتاؤ کرینگے اور صلح کی کوئی شرط نہ قبول کریں گے ورنہ میں آپ کو ادھر آنے ہی نہ دیتا۔ جب تک آپ میرے سر پر سے نہ آتے۔ اب ادھر سے مایوس ہوکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپکی مدد کرتے ہوئے اپنے تئیں آپکے قدموں پر نثار کردوں۔ کیا آپکے نزدیک میری توبہ قبول ہوگی۔

حسینؑ - میری خدا سے دعا ہے کہ وہ تمہاری توبہ قبول کرے۔
حُر - اب مجھے معلوم ہو گیا کہ میں یزید سے بیعت واپس لینے میں کوئی گناہ نہیں کر رہا ہوں۔

(دونوں چلے جاتے ہیں تیروں کی بارش ہونے لگتی ہے)

دسواں سین

(شام کا وقت۔ کوفہ کا ایک گاؤں۔ نسیمہ باغ میں زمین پر بیٹھی ہوئی گاتی ہے)

دبے ہوؤں کو دباتی ہے اے زمین لحد — یہ جانتی ہے کہ دم جسم ناتواں میں نہیں
قفس میں جی نہیں لگتا ہے آہ پھر بھی مرا — یہ جانتا ہوں کہ تنکا بھی آشیاں میں نہیں
اجاڑ دے کوئی یا پھونک دے اسے بجلی — یہ جانتا ہوں کہ رہنا اب آشیاں میں نہیں
خود اپنے دل سے مرا حال پوچھ لو سارا — مری زبان سے مزا میری داستاں میں نہیں
کریں گے آج سے ہم ضبط چاہے جو کچھ ہو — یہ کیا کہ لب پہ فغاں اور اثر فغاں میں نہیں
خیال کر کے خود اپنے کئے کو روتا ہوں — تباہیوں کے سوا کچھ مرے مکاں میں نہیں

(وہب کا آنا)

نسیمہ - بڑی دیر کی اکیلے بیٹھے بیٹھے جی اکتا گیا۔ کچھ ان لوگوں کی خبر ملی۔
وہب - ہاں نسیمہ ملی۔ جبھی تو دیر ہوئی۔ تمہارا خیال درست نکلا۔ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ ہیں۔
نسیمہ - کیا حضرت حسینؑ کی فوج آ گئی؟
وہب - کیسی فوج کل بوڑھے جوان بچے ملا کر بہ آدمی ہیں دس پانچ آدمی کوفہ سے

سے بھی آگئے ہیں۔ کربلا کے بے پناہ میدان میں اُنکے خیمے پڑے ہوئے ہیں ظالم زیاد نے بیس پچیس ہزار آدمیوں سے انہیں گھیر رکھا ہے۔ نہ کہیں جانے دیتا ہے۔ نہ کوئی بات مانتا ہے۔ یہاں تک کہ دریا سے پانی بھی نہیں لانے دیتا۔ پانچ ہزار جوان دریا کی حفاظت کیلئے تعینات کر دیئے ہیں شاید کل تک جنگ شروع ہو جائے۔

نسیمہ۔ مٹھی بھر آدمیوں کے لیے بیس پچیس ہزار سپاہی! کتنا غضب ہے! ایسا غصہ آتا ہے کہ زیاد کو پاؤں تو سر کچل ڈالوں۔

وہب۔ بس اس کی یہی ضد ہے کہ یزید کی بیعت قبول کرو۔ حضرت امام حسینؑ کہتے ہیں کہ یہ مجھ سے نہ ہوگا۔

نسیمہ۔ حضرت حسینؑ نبی کے نواسے ہیں۔ قول پر جان دیتے ہیں۔ میں ہوتی تو زیاد کو ایسا جُل دیتی کہ وہ بھی یاد کرتا۔ کہتی ہاں مجھے بیعت قبول ہے۔ وہاں سے جاکر بڑی فوج جمع کرتی اور یزید کے دانت کھٹے کر دیتی۔ رسُول پاک کو شرع میں ایسے نازک موقع کے لئے کچھ رعایت رکھنی چاہیئے تھی۔ تو کیا حضرت کی فوج میں بڑی گھبراہٹ ہے۔

وہب۔ مطلق نہیں۔ نسیمہ۔ سب لوگ شہادت کے شوق سے متوالے ہو رہے ہیں سب سے زیادہ تکلیف پانی کی ہے۔ ذرا ذرا سے بچے پیاسے تڑپ رہے ہیں۔

نسیمہ۔ آہ! ظالمو۔ تم سے خدا سمجھے۔

وہب۔ نسیمہ مجھے رخصت کرو۔ اب دل نہیں مانتا۔ میں بھی حضرت حسینؑ کے قدموں پر نثار ہونے جاتا ہوں۔ آؤ گلے مل لیں۔ شاید پھر ملاقات نہ ہو۔

نسیمہ۔ ہائے وہب! کیا مجھے چھوڑ جاؤ گے؟ میں بھی چلوں گی۔

وہب۔ نہیں نسیمہ۔ اُس لُو کے جھونکوں میں یہ پھول مرجھا جائیگا (نسیمہ کو گلے لگا کر) پھر دل کمزور ہوا جاتا ہے۔ ساری راہ کمبخت کو سمجھاتا آیا تھا نسیمہ تم مجھے بھگا دو۔ ہاں بھگا دو۔ خدا تو نے محبت کو ناحق پیدا کیا۔

نسیمہ۔ (رو کر) وہب، یہ پھول کس کام آئیں گے؟ کون اس کو سونگھے گا، کون اسے سینہ سے لگائیگا؟ میں بھی حضرت زینبؓ کے قدموں پر نثار ہونگی۔

وہب۔ وہ پیاس کی شدّت، وہ گرمی کی تکلیف۔ وہ ہنگامے، کیسے لیجاؤں؟

نسیمہ۔ جن تکلیفوں کو سیدانیاں برداشت کر سکتی ہیں۔ کیا میں نہ جھیل سکونگی؟ حیلے مت کرو۔ وہب میں تمہیں تنہا نہ جانے دونگی۔

وہب۔ نسیمہ تمہیں لگا ہوں سے دیکھتے ہوئے میرے قدم میدان کی طرف نہ اٹھینگے۔

نسیمہ۔ (وہب کے کندھوں پر سر رکھکر) پیارے کیوں کسی ایسی جگہ نہیں چلتے جہاں ہم ایک گوشہ میں بیٹھ کر اس زندگی کا لطف اٹھائیں۔ تم چلے جاؤگے خدانخواستہ دشمنوں کو کچھ ہو گیا تو میری زندگی روتے ہی گزریگی۔ کیا ہماری زندگی رونے ہی کے لیے ہے؟ میرا دل ابھی دنیا کی لذتوں سے آسودہ نہیں ہوا جنت کی خوشیوں کی اُمید پر اس زندگی کو قربان نہیں کرتے بنتا۔ حضرت حسینؑ کی فتح تو ہونے سے رہی۔ پچیس ہزار سامنے جیسے سو۔ ویسے ہی ایک سو ایک۔

وہب۔ آہ نسیمہ! تم نے دل کے سب سے نازک حصے پر نشانہ مارا۔ میری بھی یہی دلی تمنا ہے کہ ہم کسی عافیت کے گوشے میں بیٹھ کر زندگی کی بہار لوٹیں۔ پر ظالم کی یہ بیدردی دیکھ کر خون میں جوش آجاتا ہے۔ اور دل بے اختیار یہی چاہتا ہے کہ چلکر حضرت حسینؑ کی حمایت میں شہید ہو جاؤں۔ جو آدمی اپنی آنکھوں سے

ظلم ہوتے دیکھ کر ظالم کا ہاتھ نہیں روکتے وہ بھی خدا کی نگاہوں میں ظالم کا شریک ہے۔

نسیمہ۔ میں اپنی آنکھیں تم پر صدقے کروں۔ مجھے عذاب و ثواب کے مخمصوں میں مت ڈالو۔ سوچو کیا یہ ستم نہیں ہے کہ ہماری زندگی کی بہار اتنی جلد رخصت ہو جائے۔ ابھی میرے عروسی کپڑے بھی نہیں میلے ہوئے۔ حنا کا رنگ بھی نہیں پھیکا پڑا۔ تمہیں مجھ پر ذرا بھی ترس نہیں آتا؟ کیا یہ آنکھیں رونے ہی کے لئے بنائی گئی ہیں۔ کیا یہ ہاتھ دل کو دبانے کے لئے بنائے گئے ہیں؟ یہی میری زندگی کا انجام ہے۔

(وہب کے گلے میں ہاتھ ڈال دیتی ہے)

وہب۔ (دل میں) اے خدا مدد! اب تیرا ہی بھروسہ ہے۔ یہ عاشق کی دلسوز التجا نہیں معشوق کا ایمان شکن تقاضا ہے۔

(ساہس رائے کی فوج سامنے سے چلی آ رہی ہے)

نسیمہ۔ ارے! یہ فوج کہاں سے آ رہی ہے؟ سپاہیوں کا ایسا عجیب لباس کہیں نہیں دیکھا۔ ان کے ہاتھوں پر یہ سرخ بیل بوٹے کیسے بنے ہیں؟ قسم ہے ان آنکھوں کی ایسے سجیلے، ایسے حسین جوان آج تک میری نظر سے نہیں گذرے۔

وہب۔ میں جا کر پوچھتا ہوں۔ کون لوگ ہیں (آگے بڑھ کر ایک سپاہی سے پوچھتا ہے) اے جوانو! تم فرشتے ہو یا انسان؟ عرب میں تو ہم نے ایسے آدمی نہیں دیکھے۔ تمہارے چہروں سے جلال برس رہا ہے۔

ادھر کہاں جا رہے ہو؟

سپاہی۔ تم نے سلطان ساہس رائے کا نام سنا ہے؟ ہم انہیں کے تابعدار ہیں۔ اور حضرت حسینؑ کی مدد کرنے جا رہے ہیں۔ جو اس وقت کربلا کے میدان میں گھرے ہوئے ہیں۔ تم نے یزید کی بیعت کی ہے یا نہیں؟

وہب۔ میں اُس ظالم کی بیعت کیوں قبول کرنے لگا تھا؟

سپاہی۔ تعجّب ہے کہ تم حضرت حسینؑ کی فوج میں کیوں نہیں ہو۔ تم صورت سے منچلے معلوم ہوتے ہو۔ پھر یہ کم ہمتی کیسی؟

وہب۔ (شرماتے ہوئے) ہم بھی وہیں جا رہے ہیں۔

سپاہی۔ تو پھر آؤ ساتھ چلیں۔

وہب۔ میرے ساتھ مستورات بھی ہیں۔ تم لوگ چلو ہم بھی آتے ہیں۔

(فوج چلی جاتی ہے)

نسیمہ۔ یہ ساہس رائے کون ہیں؟

وہب۔ یہ تو نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ایسا حق پرست دلیر، انصاف پر نثار ہونیوالا آدمی دنیا میں نہ ہوگا۔ بیکسوں کی حمایت میں کبھی اُسے پیچھے قدم ہٹاتے نہیں دیکھا۔ معلوم نہیں کس مذہب کا آدمی ہے، مگر جس مذہب اور جس قوم میں ایسی پاک روحیں پیدا ہوں وہ دنیا کے لئے برکت ہے۔

نسیمہ۔ ان کے اہل وعیال ہونگے۔

وہب۔ بہت بڑا خاندان ہے۔ سات تو بھائی ہی ہیں۔
نسیمہ۔ اور مسلمان نہ ہوتے ہوئے بھی یہ لوگ حضرت حسینؑ کی امداد کے لئے جا رہے ہیں۔
وہب۔ ہاں اور کیا!
نسیمہ۔ تو ہمارے لئے کتنی شرم کی بات ہے کہ ہم اس طرح پہلو تہی کریں۔
وہب۔ پیاری نسیمہ۔ چلے چلیں گے۔ دو چار دن تو زندگی کی بہار لوٹ لیں۔
نسیمہ۔ نہیں وہب، ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کرو۔ خدا ہمیں جنّت میں پھر ملائیگا اور تب ہم ابد تک زندگی کی بہار لوٹیں گے۔
وہب۔ آج اور صبر کرو۔
نسیمہ۔ ایک لمحہ بھی نہیں۔ وہب مجھے امتحان میں نہ ڈالو۔ سانڈنی لاؤ اور فوراً چلو۔

پانچواں ایکٹ

پہلا سین

(نو بجے دن کا وقت۔ دونوں فوجیں لڑائی کے لئے تیار ہیں)

حرؔ۔ یا حضرت مجھے میدان میں جانے کی اجازت ملے۔ اب شہادت کا شوق بے قابو کئے ہوئے ہے۔

حسینؑ۔ ابھی آئے ہو اور ابھی چلے جاؤ گے۔ مہمان نوازی کا یہ تقاضا نہیں کہ ہم تمہیں آتے ہی آتے رخصت کر دیں۔

حرؔ۔ یا فرزند رسولؐ۔ میں آپ کا مہمان نہیں غلام ہوں۔ آپ کے قدموں پر نثار ہونے کے لئے آیا ہوں۔

حسینؑ۔ (با چشم نم حرؔ سے گلے مل کر) اگر تمہاری خوشی اسی میں ہے تو جاؤ خدا کو سونپا۔

دنیا کے شہیدوں میں ترا نام ہو بھائی
عقبےٰ میں تجھے راحت و آرام ہو بھائی

(حرؔ میدان کی طرف جاتے ہیں۔ حضرت حسینؑ خیمے کے دروازے تک انہیں

پہنچاتے آتے ہیں، خیمے سے نکلتے ہوئے حرؑ حسینؑ کے قدموں کو بوسہ دیتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔)

حرؑ۔ (میدان میں جاکر)

غلام حضرت شبیر رن میں آتا ہے! وہی جو دین کا ہے بندہ، وہ میرا آقا ہے
وہ آئے ٹھونک کے خم جس کی موت آئی ہے اسی کا پینے کو خون میری تیغ آئی ہے

(سفیان اُدھر سے جھومتا ہوا آتا ہے)

حرؑ۔ صفوان کتنے شرم کی بات ہے کہ تم فرزند رسول سے جنگ کرنے آئے ہو

صفوان۔ ہم سپاہیوں کو مال و دولت و جاگیر چاہیے۔ ہمیں دین اور عاقبت سے کیا سروکار؟ ہوشیار ہو جاؤ۔

(دونوں پہلوانوں میں چوٹیں چلنے لگتی ہیں)

عباسؓ۔ وہ مارا، صفوان کا سینہ ٹوٹ گیا۔ زمین پہ تڑپنے لگا۔

حبیب۔ صفوان کے تینوں بھائی دوڑے چلے آتے ہیں۔

عباسؓ۔ واہ میرے شیر، ایک کو تلوار سے لیا۔ دوسرا بھی گرا۔ تیسرا بھاگا جاتا ہے

حبیب۔ یا خدا خیر کر، حرؑ کا گھوڑا گر گیا۔

حسینؑ۔ فوراً ایک گھوڑا روانہ کرو۔

(ایک آدمی حرؑ کے پاس گھوڑا لیکر جاتا ہے)

عباسؓ۔ یہ پیرانہ سالی اور دلیری! ایسا بہادر آج تک نظروں سے نہیں گذرا، تلوار بجلی کے مانند کوند رہی ہے

حسینؑ۔ دیکھو دشمن کا لشکر کیسا پیچھے ہٹا جاتا ہے۔ مرنے والوں کے سامنے کھڑا

ہونا آسان نہیں ہے دلیری کی انتہا ہے۔
عباسؓ۔ حیف اب ہاتھ نہیں اُٹھتے۔ تیروں سے سارا جسم چھلنی ہو گیا۔
شمر۔ تیروں کی بارش کرو مار لو۔ حیف ہے تم پر کہ ایک آدمی سے اتنے خائف
ہو۔ وہ گرا۔ کاٹ لو سر۔ اور حسینؑ کی فوج میں پھینک دو۔

(کئی آدمی حرؑ کا سر قلم کرنے کو جاتے ہیں کہ حسینؑ میدان کی
جانب دوڑتے ہیں)

ایک۔ وہ حضرت امام حسینؑ دوڑے چلے آتے ہیں بھاگو نہیں تو جان نہ بچیگی
حسینؑ۔ (حرؑ کی نعش سے لپٹ کر)

ٹکڑے ہے بدن زخم بہت کھائے ہیں بھائی
اب ہوش میں ہو نعش پہ ہم آئے ہیں بھائی

حرؑ آنکھیں کھولکر دیکھتے ہیں اور اپنا سر اُن کی آغوش میں رکھدیتے ہیں)
حرؑ۔ یا حضرت آپ کے قدموں پہ نثار ہو گیا۔ زندگی ٹھکانے لگی۔

تکیہ ترے زانو کا میسّر ہوا آقا!
ذرہ تھا یہ اب مہر منور ہوا آقا

حسینؑ۔ ہائے! میرا جانباز رفیق جہان سے رخصت ہو گیا۔ یہ وہ دلاور تھا
جس نے حق پر اپنے رتبہ اور دولت کو نثار کر دیا جس نے دین کے لئے دنیا پر لات مار
دی یہ حق پر جان دینے والے ہیں۔ جنہوں نے اسلام کے نام کو روشن کیا ہے اور
ہمیشہ روشن رکھیں گے۔ جا۔ محمدؐ کے پیالے جنّت تیرے لئے ہاتھ پھیلائے ہوئے
ہے۔ جا اور حیات ابدی کے لطف اُٹھا میرے نانا سے کہدینا کہ حسینؑ بھی جلد ہی

سارے کنبے کو ساتھ لئے ہوئے حاضر خدمت ہونیوالا ہے۔ قابل تعظیم ہیں وہ مائیں جو ایسے بیٹے پیدا کرتی ہیں۔!!

دوسرا سین

(میدانِ جنگ، سعد کی جانب سے دو پہلوان آتے ہیں۔ یسار اور سالم)

یسار۔ کون نکلتا ہے۔ حُر کا ساتھ دینے کے لئے۔ چلا آوے جسے موت کا ذائقہ چکھنا ہو۔ ہم وہ ہیں جس کے تیغ سے قضا کی روح بھی لرزتی ہے۔

(عبداللہ کلبی حضرت شبیرؑ کے لشکر سے نکلتے ہیں)

یسار۔ تو کون ہے؟

عبداللہ۔ میں عبداللہ بن امیر کلبی ہوں جس کی تلوار ہمیشہ بیدینوں کے خون کی پیاسی رہتی ہے۔

یسار۔ تیرے مقابلے میں تلوار اٹھاتے ہمیں شرم آتی ہے۔ جا حبیب یا ظہیر کو بھیج

عبداللہ۔ تو جسکی زندگی زیاد کی غلامی میں گذری اُن سرداران فوج سے کیا لڑے گا؟ تجھے ان رئیسوں کو للکارتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ تجھ جیسوں کیلئے میں ہی کافی ہوں۔

(یسار تلوار لیکر جھپٹتا ہے عبداللہ ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیتے ہیں تب سالم اُن پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ عبداللہ کی پانچوں انگلیاں کٹ جاتی ہیں۔ تلوار زمین پر گر پڑتی ہے وہ بائیں ہاتھ میں نیزہ لیتے ہیں اور سالم کے سینے میں نیزہ چبھا دیتے ہیں وہ بھی گر پڑتا ہے

(زیاد کی فوج سے نکلکر لوگ عبداللہ کو گھیر لیتے ہیں ادھر سے قمر لکڑی
لے کر دوڑتی ہے)

قمر۔ میری جان تم پر فدا ہو رسول کے نواسے کیلئے لڑتے لڑتے جان دیدو۔
میں بھی تمہاری مدد کو آئی۔

عبداللہ۔ نہیں! نہیں قمر۔ میرے لئے تمہاری دعا کافی ہے۔ ادھر مت آؤ۔

قمر۔ میں ان شیطانوں کو لکڑی سے مار کر گرادونگی ایک کے لئے دو بھیجے۔
جب دونوں جہنم میں پہنچ گئے تو ساری فوج نکل پڑی۔ یہ کونسی جنگ ہے؟

عبداللہ۔ میں ایک ہی ہاتھ سے ان سب کو مار کر گرادونگا۔ تم خیمے میں جا کر بیٹھو

قمر۔ میں جبتک زندہ ہوں۔ تمہارا ساتھ نہ چھوڑونگی۔ تمہارے ساتھ ہی
رسول پاک کی خدمت میں حاضر ہونگی۔

حسینؑ۔ (قمر سے) اے نیک خاتون۔ تجھ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے تم وہاں
جاؤگی تو یہاں مستورات کی خبر گیری کون کریگا۔ عورتوں کو جہاد کرنا ناجائز
ہے۔ لوٹ آؤ اور دیکھو تمہارا جانباز شوہر ایک ہاتھ سے کتنے آدمیوں کا
مقابلہ کر رہا ہے۔ آفرین ہے تم پر میرے شیر! تم نے اپنے رسول کی جو خدمت کی
ہے اُسے ہم کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ خدا تمہیں جزائے نیک دیگا۔ آہ!
ظالموں نے تیر مار کر غریب کو گرادیا۔ خدا اُسے جنت دے۔

قمر۔ یا حضرت اس کا غم نہیں۔ وہ آپ پر نثار ہو گئے۔ اس سے بہتر اور کونسی موت
ہو سکتی تھی؟ کاش میں بھی اُنکے ساتھ چلی جاتی! میرے جانباز تیجے دلاور چا
اور جنت میں آرام کر! تو وہ تھا جس نے کبھی سائل کو نہیں پھیرا جسکی نیت کبھی خراب اور

نگاہ کبھی بُری نہیں ہوئی۔ جا اور جنت میں آرام کر۔

حسینؑ۔ قمر صبر کرو کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

قمر۔ مجھے اُن کے مرنیکا غم نہیں ہے۔ میں خوش ہوں کہ انہوں نے حق پر جان دی۔ اسوقت اگر میرے سو بیٹے ہوتے تو میں اسی طرح انہیں بھی آپ کے قدموں پر نثار کر دیتی۔ کاش وہب اتنا زن پرست نہ ہوتا....

(وہب کا آنا)

وہب۔ السلام علیک یا حضرت حسینؑ۔

قمر۔ (وہب کو گلے لگاکر) ذرا دیر پہلے ہی کیوں نہ آگئے بیٹا کہ اپنے باپ کا آخری دیدار کر لیتے نسیمہ کہاں ہے؟

وہب۔ اِسی خیمے کے پیچھے کھڑی ہے۔

قمر۔ میں ابھی تمہارا ہی ذکر کر رہی تھی۔ کیوں بیٹا اپنے باپ کا نام روشن نہ کروگے؟ میرا تمہارے اوپر بڑا حق ہے! تم نے میرے جگر کا خون پی کر پرورش پائی ہے۔ میرا دودھ حلال نہ کروگے؟ میری تمنا ہے کہ حسین پر اپنی جان نثار کر دو۔ تاکہ جہان میں قمر کا نام قمر کیطرح چمکے۔ جس کا شوہر اور بیٹا دونوں ہی حق پر شہید ہوئے۔

وہب۔ اماں جان میری بھی دلی تمنا یہی تھی اور ہے میں اپنے والد کے نام کو داغ نہیں لگانا چاہتا۔ مگر نسیمہ کو کیا کروں؟ اُسکی مصیبتوں کا خیال ہمت کو پست کر دیتا ہے۔ جاتا ہوں اگر اُس نے اجازت دیدی تو میرے لئے اس سے بڑھکر اور کیا خوشی ہو سکتی ہے

قمر۔ بیٹا تم اُسکی عادت سے واقف ہو کر پھر اُسی سے پوچھنے جاتے ہو۔ اس کا

مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ تم خود میدان میں جاتے ہوئے ڈرتے ہو

(وہب نسیمہ کے پاس جاتا ہے)

نسیمہ۔ کاش! ہم ذرا دیر قبل آجاتے تو ابا جان کی آخری دعائیں ملجاتیں

وہب۔ ہماری بدنصیبی!

نسیمہ۔ میں جانتی ہوں تم مجھے ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنے آئے ہو جاؤ۔ پیارے ایک سپوت بیٹے کی طرح اپنے والد کا نام روشن کرو۔ کاش عورتوں پر جہاد حرام نہ ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ حق کی حمایت میں نثار ہو جاتی۔ جب سے میں نے فرزند رسول کی پاک صورت دیکھی ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ میرا دل روشن ہو گیا ہے۔ اور اس روشنی میں زندگی کی تمنائیں اور خواہشیں نظر سے مٹتی جاتی ہیں۔ جاؤ پیارے جاؤ اور حق پر قربان ہو جاؤ۔ نسیمہ جب تک زندہ رہے گی۔ تمہارے مزار پر فاتحہ اور درود پڑھے گی۔ جاؤ جنت میں مجھے بھول نہ جانا۔ میں نے ہوس کے دام میں پھنسکر تمہیں فرض کی راہ سے ہٹا دیا تھا۔ رسول پاک سے کہنا میرا گناہ معاف کریں جاؤ ان آنسوؤں کا خیال نہ کرنا۔ ورنہ یہ آنسو تمہارے جوش کو بجھا دینگے۔ میں بھی بہت دنوں تک روؤنگی۔ تم اس کا غم نہ کرو۔ جاؤ کار خیر میں دیر نہ کرو۔ تمہیں خدا کو سونپا۔ آہ! دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ کیسے صبر کروں؟

(وہب آنسو پونچھتا ہوا باہر جاتا ہے)

قمر۔ (اندر آکر) بیٹی آؤ تجھے گلے سے لگالوں اور تجھ پر اپنی جان فدا!

کر دں - تو نے خاندان کی لاج رکھ لی -

نسیمہ - اماں جان - رسُول پاک نے اگر کوئی بے انصافی کی تو یہی کہ عورتوں پر جہاد حرام کر دیا - ورنہ اس وقت نسیمہ وہب کے پہلو میں ہوتی دیکھیے دشمن اُن پر چاروں طرف سے کتنی بیدردی کے ساتھ نیزے اور تیر کی بارش کر رہے ہیں - کسی کی ہمت نہیں ہے کہ اُن کے سامنے خم ٹھونک کر آئے - آہ دیکھیے ان کے ہاتھ کتنی تیزی سے چل رہے ہیں - جس پر اُن کا ایک ہاتھ پڑ جاتا ہے وہ پھر نہیں اُٹھتا - دشمن بھاگے جاتے ہیں - ہائے بزدلو، نامردو - ارے وہب ادھر چلے آ رہے ہیں بدن لہو سے تر ہے - سر پر بھی زخم لگے ہیں -

(وہب آ کر خیمے کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے)

وہب - امّاں جان - مجھ سے خوش ہوئیں !

قمر - بیٹا تجھ پر ہزار جان سے نثار ہوں - تو نے باپ کا نام روشن کر دیا - لیکن میں چاہتی ہوں کہ جب تک تیرے ہاتھوں میں طاقت ہے تب تک دشمنوں کو آرام نہ لینے دے -

وہب - (دل میں) آہ! حق پر جان دینا بھی اتنا آسان نہیں ہے - جتنا لوگ خیال کرتے ہیں - (ظاہر) اماں جان یہی میرا ارادہ ہے - لیکن نسیمہ کے آنسوؤں کی یاد مجھے کھینچ لائی - (قمر چلی جاتی ہے) پیاری نسیمہ معاف کرنا - تمہارے آخری دیدار کی تمنا مجھے میدان سے کھینچ لائی ہے صنم کا پجاری صنم ہی پر قربان ہو سکتا ہے - دین اور ایمان حق اور انصاف

یہ سب اس کی نظروں میں کھلونے ہیں ــــــــ محبت دنیا کی سب سے
مضبوط سیڑھی ہے۔ موت سے سخت زنجیر ہے (چونک کر) کوئی پہلوان میدان
میں آکر للکار رہا ہے، ہائے لعنت ہو ان پر جو حق کو پامال کر کے ہزاروں کو
نامراد مرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ نسیمہ ہمیشہ کے لئے رخصت، میری طرف
ایک مرتبہ محبت کی نگاہوں سے دیکھ لو۔ . . . .
ان میں محبت کا ایسا جام ہو کہ ان کا نشہ قیامت تک میرے سر سے نہ اترے۔

نسیمہ۔ میری جان آہ، دل بیٹھا جاتا ہے۔

(وہب میدان کی طرف چلا جاتا ہے)

خدایا کاش مجھے موت آجاتی کہ یہ دل خراش نظارہ آنکھوں سے نہ دیکھنا
پڑتا۔ میرا جوان۔ دلیر جانباز شوہر موت کے منہ میں چلا جا رہا ہے۔ اور
میں بیٹھی دیکھ رہی ہوں۔ زمین تو کیوں نہیں پھٹ جاتی کہ میں اس میں سما
جاؤں۔ بجلی آسمان سے گر کر کیوں میری مصیبتوں کا خاتمہ نہیں کر دیتی۔ وہ دیو
ان پر تلوار لئے جھپٹا۔ یا خدا مجھ نامراد پر رحم کر۔ وہ ظالم مارا گیا جہنم کو
چلا گیا۔ اب کوئی آگے نہیں آتا۔ وہ ملعون شمر اپنی جمعیت لئے ان کی طرف
دوڑتا ہوا آرہا ہے۔ ہائے ظالموں نے گھیر لیا۔ خدا تو یہ بے انصافی دیکھ رہا
ہے اور ان موذیوں پر اپنا قہر نہیں نازل کرتا۔ ایک کیلئے ایک فوج کو بھیج
دینا کونسا آئین جنگ ہے، ہائے! ہائے غضب ہو گیا۔ یا خدا نہیں دیکھا
جاتا (چھاتی پیٹ کر رونے لگتی ہے۔ شمر وہب کا سر کاٹ کر پھینک دیتا ہے
قمر دوڑ کر سر کو گود میں اٹھا لیتی ہے۔ اور اسے آنکھوں سے لگاتی ہے۔

قمر- میرے سپوت بیٹے مبارک ہو یہ گھڑی کہ میں تجھے اپنی آنکھوں سے حق پر شہید ہوتے ہوئے دیکھ رہی ہوں - آج تو میرے قرض سے ادا ہو گیا - آج میری مراد پوری ہو گئی - آج میری زندگی کامیاب ہو گئی - میں اپنی ساری تکلیف کا صلہ پا گئی - خدا تجھے شہیدوں کے پہلو میں جگہ دے - نسیمہ میری جان آج تو نے سچا سہاگ پایا ہے - جو قیامت تک تجھے سہاگن بنائے رکھے گا اب حوریں تیرے تلووں کے نیچے آنکھیں بچھائیں گی - اور فرشتے تیرے قدموں کی خاک کا سرمہ بنائینگے -

(وہب کا سر نسیمہ کی گود میں رکھدیتی ہے - نسیمہ سر کو گود میں رکھے ہوئے بین کر کے روتی ہے)

کاجل بنا بنا کے تیری خاکِ در کو میں — روشن کرونگی اپنی سوادِ نظر کو میں
آنسو بھی خشک ہو گئے اللہ رے سوزِ غم — کیونکر بجھاؤں آتشِ داغِ جگر کو میں
تیرے سوا ہے کون جو بیکس کی لے خبر — آتی نہ تیرے در پہ تو جاتی کدھر کو میں
تلوار کہہ رہی ہے جوانانِ قوم سے — مدت سے ڈھونڈتی ہوں تمہاری کمر کو میں
بعض آئی ہیں دعا ہی سے یارب کہ کب تلک — کرتی پھروں تلاش جہاں میں اثر کو میں
گر تیری خاک در سے نہ ملتا یہ افتخار — کرتی نہ میں بلند کبھی اپنے سر کو میں

ہائے پیارے تم کتنے بیوفا ہو - مجھے اکیلے چھوڑ کر چلے جاتے ہو - لو میں بھی آتی ہوں - اتنی جلدی نہیں ذرا ٹھہرو -

(ساہس رائے کا آنا)

ساہس رائے - ستی تمہیں نمسکار کرتا ہوں -

نسیمہ - صاحب آپ خوب آئے - آپ کا شکریہ، تہ دل سے شکریہ آپ نے مجھے آج اس درجہ پہ پہنچایا سُنا ہے کہ آپ کے وطن میں عورتیں اپنے شوہروں کے مرنے کے بعد زندہ نہیں رہتیں - وہ بڑی خوش نصیب ہوتی ہیں -

ساہس رائے - ستی ہم لوگوں کو آشیرباد دو -

نسیمہ - دلہن کہاں یہ درجہ! اللہ رے میں - یہ وہب کی بدولت - اس کی شہادت کا طفیل خدایا تجھ سے میری یہی دعا ہے - میری قوم میں کبھی شہیدوں کی کمی نہ رہے - کبھی وہ دن نہ آئے کہ حق کو جانبازوں کی ضرورت ہو - اور اُس پہ سر کٹانے والے نہ ملیں - اسلام میرا پیارا۔ اسلام شہیدوں سے ہمیشہ سرسبز رہے -!

(اپنے دامن سے ایک سلائی نکالکر وہب کے لہو میں ڈباتی ہے)

کیوں ساہس رائے تمہارے یہاں ستی کے جسم سے آگ نکلتی اور وہ اُس میں جل جاتی ہے - کیا بغیر آگ کے جان نہیں نکلتی -

ساہس - نسیمہ تو دیوی ہے، ایسی عورتوں کے دیدار مشکل سے ہوتے ہیں - اکاش کے دیوتا تجھ پہ پھولوں کی بارش کر رہے ہیں -

(نسیمہ آنکھوں میں سلائی پھیر لیتی ہے - اور ایک آہ کے ساتھ اُس کی جان نکل جاتی ہے)

تیسرا سین

(دوپہر کا وقت۔ حضرتِ حسینؑ عباسؑ کے ساتھ خیمے کے دروازے پر کھڑے میدانِ جنگ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔)

حسینؑ۔ کیسے کیسے جانباز رفیق رخصت ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ پیاس سے کلیجہ منہ کو آرہا ہے اور یہ ظالم نماز تک کی مہلت نہیں دیتے۔ آہ! ظہیر ایسا دینداراٹھ گیا۔ مسلم بن عوسجہ اس عالم ضعیفی میں بھی کتنے جوش سے لڑے۔ کس کس کا نام گناؤں؟

عباسؓ۔ یا حضرت مجھے خدشہ ہو رہا ہے کہ شمر کوئی نیا ستم ڈھانے کی تیاری نہ کر رہا ہو۔ یہ دیکھئے سپاہیوں کا ایک بڑا گروہ لیے ہوئے ادھر آرہا ہے۔

حبیب۔ (زور سے) شمر! خبردار، اگر ادھر ایک قدم بھی بڑھایا تو تیری نعش پر کتے روئیں گے۔ تجھے شرم نہیں آتی ظالم! اہلِ بیت کے خیموں پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

شمر۔ ہم اس حملے سے جنگ کا فیصلہ کر دینا چاہتے ہیں۔ جوانو! تیر برساؤ۔

حسینؑ۔ افسوس گھوڑے مرے جا رہے ہیں! گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاؤ۔ اور تیروں کا جواب دو۔ خدا ہی ہمارا والی اور حافظ ہے۔

شمر - بڑھو! بڑھو - تھوڑی دیر میں فیصلہ ہؤا جاتا ہے۔
سپاہی - دیکھتے نہیں ہو - ہماری صفیں خالی ہوتی جاتی ہیں - یہ تیر ہیں یا خدا کا غضب ہے - ہم آدمیوں سے لڑنے آئے ہیں دیووں سے نہیں -
شمر - لکڑیاں جلاؤ - فوراً اس خیمے پر آگ کے انگارے پھینکو - جلتے ہوئے کندے پھینکو جلا کر خاک سیاہ کر دو -

(آگ کی بارش ہونے لگتی ہے - عورتیں خیمے سے چلاتی ہوئی باہر نکل آتی ہیں)

زینب - تف ہے تجھ پر ظالم - مردوں سے نہیں - عورتوں پر اتنی دلیری دکھاتا ہے -
حسینؑ - سعد یہ کیا ستم ہے؟ تم لوگوں کا میں دشمن ہوں - مجھ سے لڑو - خیموں میں عورتوں اور بچوں کے سوا کوئی مرد نہیں - وہ غریب نکل کر بھاگ نہ سکیں تو ہم ادھر چلے جائیں گے - تم سے لڑ نہ سکیں گے حیف ہے کہ اتنی جمعیت ہوتے ہوئے بھی تم ایسی بدعتیں کر رہے ہو -
شمر - پھینکو انگارے - مجھے دوزخ میں جلنا نصیب ہو - اگر میں ان خیموں کو جلا نہ ڈالوں -
شبث - شمر یہ تمہاری حرکت آئین جنگ سے بعید ہے - روز حساب تمہیں سے اس کا مواخذہ ہو گا -
قیس - روکو اپنے آدمیوں کو -
شمر - میں اپنے فعل کا مختار ہوں - آگ برساؤ - لگاؤ آگ -

شیث۔ سعد خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے۔

حبیب۔ دوستو! ٹوٹ پڑو شمر پر۔ باز کی طرح ٹوٹ پڑو۔ ناموس حسینؑ پر نثار ہو جاؤ۔ یک بارگی نیزوں کا وار کرو۔

(حبیب اور ان کے ساتھ دس آدمی نیزے لیکر شمر پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ شمر بھاگتا ہے اور اس کی فوج بھی بھاگ جاتی ہے)

حسینؑ۔ حبیب تم نے آج اہل بیت کی آبرو رکھ لی۔ خدا تم کو جزائے خیر دے۔

حبیب۔ یا مولا۔ دشمن دو چار لمحوں کے لئے ہٹ گیا ہے۔ نماز کا وقت آ گیا ہے۔ ہماری تمنا ہے کہ آپ کے ساتھ آخری نماز پڑھ لیں شاید اب پھر یہ موقع نہ ملے۔

حسینؑ۔ خدا تم پر رحم کرے۔ اذان دو۔ اے سعد کیا تو اسلام کی شریعت کو بھی بھول گیا؟ کیا اتنی مہلت نہ دے گا کہ نماز پڑھ کر جنگ کی جائے؟

شمر۔ خدائے پاک کی قسم ہرگز نہیں۔ تم بے نماز پڑھے قتل کئے جاؤ گے شریعت باغیوں کے لئے نہیں ہے۔

حبیب۔ یا مولا آپ نماز ادا فرمائیں۔ اس موذی کو بکنے دیں۔ اس کی اتنی مجال نہیں ہے کہ نماز میں مخل کرے۔

(لوگ نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ ساہس رائے اور ان کے

ساتوں بھائی حسینؑ کی پشت پر کھڑے شمر کے تیروں سے اُن
کو بچاتے رہتے ہیں۔ اتنے میں نماز ختم ہو جاتی ہے)

حسینؑ۔ دوستو! میرے پیارے غمگسارو! یہ نماز اسلام کی تاریخ میں یادگار رہے گی۔ اگر خدا کے اُن دلیر بندوں نے ہماری پشت پر کھڑے ہو کر ہمیں دشمنوں کے تیروں سے نہ بچایا ہوتا تو ہماری نماز ہرگز نہ پوری ہوتی اے حق پرستو! ہم تمہیں سلام کرتے ہیں۔ اگرچہ تم مومن نہیں ہو لیکن جس مذہب کے پیرو ایسے حق پرور۔ انصاف پر جان دینے والے۔ زندگی اس طرح ناچیز سمجھنے والے۔ مظلوموں کی حمایت میں سر کٹانے والے ہوں وہ ضرور سچا اور منجانب خدا ہے۔ وہ مذہب ہمیشہ دنیا میں قائم رہے اور نورِ اسلام کے ساتھ اُس کی روشنی بھی چاروں طرف پھیلے۔

ساہس رائے۔ حضرت۔ آپ نے ہمارے حق میں جو دعائے خیر کی ہے اس کے لئے ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ میری بھی ایشور سے یہی دعا ہے کہ جب کبھی اسلام کو ہمارے لہو کی ضرورت ہو تو ہماری قوم میں اپنا سینہ کھول دینے والوں کی کمی نہ رہے۔ اب ہمیں اجازت ہو کہ میدانِ جنگ میں جا کر حق کی حمایت میں اپنی جانیں نثار کر دیں۔

حسینؑ۔ نہیں۔ میرے دوستو۔ جب تک ہم باقی ہیں اپنے مہمانوں کو میدانِ جنگ میں نہ جانے دیں گے۔

ساہس رائے۔ حضرت۔ ہم آپ کے مہمان نہیں خدمتگار ہیں۔ سچائی اور انصاف پر مرنا ہی ہماری زندگی کا خاص اصول ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے

کسی پر احسان نہیں۔
حسینؑ۔ کس منہ سے کہوں کہ جائیے۔ خدا کرے کہ اس میدان میں ہمارے اور آپ کے خون سے جس عمارت کی بنیاد پڑی ہے وہ زمانہ کی نظر سے ہمیشہ محفوظ رہے۔ یہ کبھی ویران نہ ہو۔ اس میں سے ہمیشہ نغمے کی صدائیں بلند ہوں اور آفتاب کی کرنیں اس پر چمکتی رہیں۔

(ساتوں بھائی گلے ملتے ہوئے میدان میں جاتے ہیں)

عباسؓ۔ غضب کے جانباز ہیں۔ اب مجھ پر یہ حقیقت کھلی کہ اسلام کے دائرے کے باہر بھی اسلام ہے۔ یہ سچے مسلمان ہیں اور رسولؐ پاک ایسے آدمیوں کی شفاعت نہ کریں۔ ممکن نہیں۔
حسینؑ۔ کتنی دلیری سے لڑ رہے ہیں۔
عباسؓ۔ فوج میں بیخوف گھس جاتے ہیں۔ ایسی بے جگری سے کسی کو موت کے منہ میں جاتے نہیں دیکھا۔
علی اکبر۔ ایسے پانچسو آدمی بھی ہمارے ساتھ ہوتے تو میدان ہمارا تھا۔
حسینؑ۔ آہ۔ وہ ساہس رائے گھوڑے سے گرے۔ مکار شمر نے پیچھے سے وار کیا۔ اسلام کو بدنام کرنے والا موذی۔
عباسؓ۔ وہ دوسرا بھائی بھی گرا۔
حسینؑ۔ ان کے رواج کے مطابق لاشوں کو جلانا ہوگا۔ لکڑیوں کا انبار جمع کرو۔
اکبر۔ تیسرا بھائی بھی مارا گیا۔

عباسؓ۔ ظالموں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مگر کس غضب کے تیر انداز ہیں۔ تیروں سے شعلے سے نکلتے ہیں۔

اکبر۔ اللہ اللہ ان کے تیروں سے آگ نکل رہی ہے۔ بھگدر پڑ گئی۔ ساری جمعیت پریشان ہو کر بھاگی جا رہی ہے۔

عباسؓ۔ چاروں بہادر دشمن کے خیموں کی طرف جا رہے ہیں۔ فوج کائی کی طرح پھٹتی جا رہی ہے۔

عباسؓ۔ چاروں بہادر دشمن کے خیموں کی طرف جا رہے ہیں۔ فوج کائی کی طرح پھٹتی جا رہی ہے۔ وہ خیموں سے شعلے نکلنے لگے۔

اکبر۔ یا خدا۔ چاروں دیکھتے دیکھتے غائب ہو گئے۔

حسینؑ۔ شاید ان کے سامنے کوئی خندق کھودی گئی ہے۔

عباسؓ۔ جی ہاں یہی میرا بھی خیال ہے۔

حسینؑ۔ چتا ہیں تیار کراؤ۔ اگر فریب نہ کیا جاتا تو یہ جانباز ساری فوج کو خاک کر دیتے۔ تیر ہیں یا معجزہ ہے۔

عباسؓ۔ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں جو بے غرض سر کٹاتے ہیں۔

حسینؑ۔ یہ لوگ اس پاک ملک کے رہنے والے ہیں جہاں سب سے پہلے توحید کی صدا بلند ہوئی تھی۔ میری خدا سے دعا ہے کہ انہیں شہیدوں میں اونچا رتبہ دے۔ وہ چتا ہیں شعلے اٹھے۔ اے خدا یہ سوز اسلام کے دل سے کبھی نہ مٹے۔ اس قوم کیلئے ہمارے دلیر ہمیشہ اپنا خون بہاتے رہیں۔ یہ بیج جو آج آگ میں بویا گیا ہے۔ قیامت تک سرسبز رہے۔

چوتھا سین

(شام کا وقت ہے اور زینب اپنے خیمے میں بیٹھی ہوئی ہیں)

زینب۔ (دل میں) عباس اور علی اکبر کے علاوہ اب بھیا کا کوئی بھی رفیق باقی نہیں رہا۔ سب لوگ ان پر نثار ہو گئے۔ ہائے قاسم کا سا جوان۔ مسلم کے بیٹے عباس کے بھائی۔ بھیا امام حسن کے چاروں بیٹے سب داغ دے گئے۔ دیکھتے دیکھتے ہرا بھرا باغ ویران ہو گیا۔ گلزار بستی اُجڑ گئی۔ سبھی ماؤں کے کلیجے ٹھنڈے ہوئے۔ باپوں کے دل باغ باغ ہوئے۔ ایک میں ہی بدنصیب نامراد رہ گئی۔ خدا نے مجھے بھی دو بیٹے دیئے ہیں۔ پر جب وہ کام ہی نہ آئیں تو ان کو دیکھ کر جگر کیا ٹھنڈا ہو۔ اس سے تو یہی بہتر ہوتا کہ میں نے اولاد کا منہ ہی نہ دیکھا ہوتا۔ تب یہ بیوفائی کا داغ تو ماتھے پر نہ لگتا۔ حسینؑ نے لڑکوں کو اپنے لڑکوں کی طرح سمجھا۔ اولاد کی طرح پالا۔ پر وہ مصیبت میں اس طرح ساتھ چھوڑتے ہیں۔ جیسے تاریکی میں سایہ۔ دغا کر رہے ہیں۔ ہاں یہ دغا نہیں تو اور کیا ہے۔ آخر بھیا اپنے دل میں کیا سمجھ رہے ہوں گے۔ کہیں یہ خیال نہ کرتے ہوں کہ میں نے ہی انہیں میدان میں جانے سے روک دیا ہے۔ یہ خیال نہ پیدا ہو کہ میں بھائی صاحب کے ساتھ اپنی غرض نکالنے کے لئے زمانہ سازی کر رہی تھی۔ آہ! انہیں کیونکر اپنا دل کھول کر دکھاؤں کہ وہ اُنکے لئے کتنا بے قرار ہے۔ پر اپنے

لڑکوں پر قابو نہیں۔ جاؤ جیسے تم نے میرے منہ پہ کالکھ لگائی ہے۔ میں بھی تمہیں دودھ نہ بخشوں گی۔ یہ اتنے کم ہمت کیسے ہو گئے۔ جن کے نانا میدان جنگ میں طوفان پیدا کر دیتے تھے۔ جن کے والد کی للکار سُن کر دشمنوں کے کلیجے دہل جاتے تھے۔ وہی لڑکے اتنے بودے پست ہمت ہوں۔ یہ میری تقدیر کی خرابی ہے اور کیا۔ جب میدان جنگ میں جانا ہی نہیں تو وہ ہتھیار سج کر مجھے جلاتے کیوں ہیں۔ بھیا کو کونسا منہ دکھاؤنگی۔ سامنے آنکھیں کیسے اٹھاؤں گی۔

(دونوں لڑکوں کا آنا)

عون۔ امّاں جان ہمارا آپ فیصلہ کر دیجئے۔ میں پہلے میدان میں جاتا ہوں۔ پر محمدؐ مجھے جانے نہیں دیتے۔ کہتے ہیں پہلے میں جاؤنگا۔ صبح سے یہی بحث چھڑی ہوئی ہے۔ کسی طرح چھوڑتا ہی نہیں۔ بتاؤ بڑے بھائی کے ہوتے ہوئے چھوٹا بھائی شہید ہو یہ کہاں کا انصاف ہے؟

محمدؐ۔ تو امّاں جان یہ کہاں کا انصاف ہے کہ بڑا بھائی تو مر جائے اور چھوٹا بھائی بیٹھا رہے اور اُس کی لاش پر ماتم کرے امّاں آپ چاہے خوش ہوں یا ناراض مجھ سے یہ تو نہ ہوگا۔ شاید ان کا یہ خیال ہو کہ میں جنگ کے قابل نہیں ہوں۔ چھوٹا ہوں۔ کیا جواب دوں لیکن خدا چاہے گا تو

ایک حملے میں کر ہم نہ اُلٹ دیں صف لشکر پھر دودھ نہ اپنا ہمیں تم بخشیو مادر

شہ کے قدم پاک پہ سر دے کے پھریں گے — یا جنگ سے سر شمر و عمر لے کے پھریں گے

اماں جان آپ نہ میری خاطر کیجئے نہ ان کی انصاف سے فرمایئے پہلے کس کو جانے کا حق ہے۔

زینب۔ اچھا تم لوگوں کے جنگ میں نہ جانے کا یہ مطلب تھا! میں کچھ اور سمجھ رہی تھی۔ پیارو تمہاری ماں نے تمہاری دلیری پر شک کیا اُسے معاف کرو۔ معلوم نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا کہ میرے دل میں تمہاری طرف سے ایسے شبہے پیدا ہوئے۔ لو میں جھگڑا ختم کئے دیتی ہوں۔ تم دونوں خدا کا نام لیکر ساتھ ساتھ روانہ ہو اور دکھا دو کہ تم کسی سے شبیر کی الفت میں کم نہیں ہو۔ میری اور میرے خاندان کی عزت تمہارے ہاتھ ہے

شیروں کے لئے ننگ ہے تلوار سے ڈرنا — میدان میں تن تن کے سپر سینوں کو کرنا
ہر زخم پہ دم الفت شبیر کا بھرنا — قربان گئی جینے سے بہتر ہے یہ مرنا
دنیا میں بھلا عزتِ اسلام تو رہ جائے
تم جیتے رہو یا نہ رہو نام تو رہ جائے

نانا کی طرح کون وفا کرتا ہے دیکھوں — سر کون ہزاروں کے جدا کرتا ہے دیکھوں
حق کون بہت ماں کا ادا کرتا ہے دیکھوں — ایک ایک صفِ جنگ میں کیا کرتا ہے دیکھوں
دکھلائیو ہاتھوں سے صفائی کا تماشہ
میں خیمے سے دیکھوں گی لڑائی کا تماشہ

یہ تو میں جانتی ہوں کہ تم نام کرو گے پر کمسن بہت ہو اس لئے سمجھاتی ہوں۔ جاؤ تمہیں خدا کے سپرد کیا۔

(دونوں میدانِ جنگ کو جاتے ہیں اور لڑتے ہیں۔ زینب پردے کے پیچھے سے دیکھتی ہیں۔ شہر بانو کا آنا۔)

شہر بانو۔ ہے ہے بہن تم نے کیا ستم کیا۔ ان ننھے ننھے بچوں کو جنگ میں جھونک دیا۔ ابھی تو علی اکبرؓ بیٹھا ہی ہوا ہے۔ عباسؓ موجود ہی ہیں ایسی کیا جلد پڑی تھی؟

زینب۔ یہ کسی کے روکے رکتے تھے؟ کل ہی سے ہتھیار سجے منتظر بیٹھے تھے۔ رات بھر تلواریں صاف کی گئی ہیں اور یہاں آئے ہی کس لئے تھے زندگی باقی ہے تو دونوں پھر آئیں گے مرجانے کا غم نہیں۔ آخر کس دن کام آتے۔ جہاد میں چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں رہتی۔ رسولؐ پاک کو ن منہ دکھاتی۔

شہر بانو۔ دیکھو۔ ہائے ہائے دونوں کو دشمنوں نے کس طرح گھیر رکھا ہے کوئی جاکر بیچاروں کو پھیر بھی نہیں لاتا۔ شبیر بھی بیٹھے تماشہ دیکھ رہے ہیں یہ نہیں کہ کسی کو بھیجدیں۔ ہیں تو ذرا ذرا سے پر کیسے مچھلیوں کی طرح تڑپتے پھرتے ہیں۔ خیر اچھا ہوا۔ عباسؓ دوڑے جا رہے ہیں۔

(حضرت عباسؓ کا میدان کی طرف دوڑتے ہوئے جانا)

زینب۔ (خیمے سے نکلکر) عباس تمہیں رسولؐ پاک کی قسم جو تم انہیں لوٹانے جاؤ۔ ہاں ان کا دل بڑھائے جاؤ۔ کیا مجھے شہادت کے ثواب میں سے کچھ بھی حصّہ دینے کا ارادہ نہیں ہے؟ بھیّا تم اتنے خود غرض کبھی نہ تھے۔

(دونوں بھائی مارے جاتے ہیں حسینؑ اور عباسؓ ان کی لاش اٹھانے جاتے ہیں اور جناب زینب ایک آہ سرد بھر کر بیہوش ہو جاتی ہیں)

پانچواں سین

(بارہ بجے رات کا وقت ہے۔ لڑائی ذرا دیر کے لئے بند ہو گئی ہے۔ دشمن کی فوج غافل ہے۔ دریا کا کنارہ۔ حضرت عباسؓ ہاتھوں میں مشک لئے دریا کے کنارے کھڑے ہیں)

عباسؓ۔ (دل میں) ہم دریا سے اتنے قریب ہیں۔ تھوڑی ہی دور پر دریا موجیں مار رہا ہے پر ہم ایک ایک بوند پانی کو ترس رہے ہیں دو دن سے کسی کے منہ میں ایک قطرہ بھی نہیں گیا بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ عورتوں کے لب خشک ہو گئے ہیں۔ خود حضرت حسینؑ کا برا حال ہو رہا ہے۔ مگر کوئی اپنی تکلیف کسی سے نہیں کہتا۔ بیچاری سکینہ بلبلا رہی تھیں کاش یہ ظالم اسی طرح غافل پڑے رہتے اور میں مشک لئے ہوئے بچکر نکل جاتا! جی چاہتا ہے دریا کا دریا پی جاؤں پر غیرت گوارہ نہیں کرتی گھر کے سب آدمی تو پیاسے مر رہے ہوں اور میں اپنی پیاس بجھاؤں۔ گھوڑے نے بھی پانی میں منہ نہیں ڈالا۔ وفادار جانور! تو حیوان ہو کر اتنا غیرتمند ہے میں انسان ہو کر بے غیرت ہو جاؤں۔

(دریا سے پانی لیکر گھاٹ پر چڑھتے ہیں)

ایک سپاہی۔ یہ کون پانی لئے ہوئے جاتا ہے؟
عباسؓ۔ (خاموش)
کئی آدمی۔ کیا کوئی پانی لے رہا ہے؟ کون ہے کھڑا وہ
(کئی سپاہی حضرت عباسؓ کو گھیر لیتے ہیں)
ایک۔ یہ تو حسین کے لشکر کا آدمی ہے۔ کیوں جی تمہارا کیا نام ہے؟
عباسؓ۔ میں حضرت حسینؑ کا بھائی عباسؓ ہوں۔
کئی آدمی۔ مشک چھین لو۔
عباسؓ۔ اتنا آسان نہ سمجھنا ایک ایک بوند پانی کے لئے ایک ایک سر دینا پڑے گا۔ اتنا مہنگا پانی کبھی نہ بکا ہوگا۔
(حضرت عباسؓ تلوار کھینچکر دشمنوں پر جھپٹ پڑتے ہیں اور ان کے حلقے سے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ شمر دوڑا ہوا آتا ہے)
شمر۔ خبردار۔ خبردار۔ چاروں طرف سے گھیر لو۔ مشک میں تیر مارو مشک میں۔
عباسؓ۔ ارے ظالم بیدرد۔ تو مسلمان ہو کر نبی کی اولاد پر اتنی سختیاں کر رہا ہے۔ بچے پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ حضرت حسینؑ کا برا حال ہو رہا ہے اور تجھے ذرا بھی درد نہیں آتا۔
شمر۔ خلیفہ سے بغاوت کرنے والا مسلمان مسلمان نہیں اور نہ اس کے ساتھ کوئی رعایت کی جا سکتی ہے۔ دلیرو! بس جنگ کا اسی دم خاتمہ ہے

عباسؑ کو لیا اور پھر وہاں حسینؑ کے سوا اور کوئی باقی نہ رہے گا۔
(سپاہی عباسؓ پر نیزے چلاتے ہیں اور عباسؓ نیزوں کو تلوار سے کاٹ دیتے ہیں)

(سعد کا آنا)

سعد۔ ٹھہرو۔ ٹھہرو! دشمن کو دوست بنا لینے میں جتنا فائدہ ہے۔ اتنا قتل کرنے میں نہیں۔ عباسؓ۔ میں آپ کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں ایکدم کے لیئے تلوار روک دیجئے۔ تنی ہوئی تلوار مصلحت کی زبان بند کر دیتی ہے۔

عباسؓ۔ مصالحت کی گفتگو کرنا ہو تو حضرت حسینؑ کے پاس کیوں نہیں جاتے۔ حالانکہ شاید اب وہ کچھ نہ سنیں گے۔ دو بھانجے۔ دو بھتیجے مارے جا چکے ہیں۔ کتنے ہی احباب شہید ہو گئے۔ وہ خود بھی زندگی سے بیزار ہیں۔ مرنے پر کمر باندھ چکے ہیں۔

سعد۔ تو ایسی حالت میں آپ کو اپنی جان کی اور بھی قدر کرنا چاہیئے۔ دنیا میں علیؑ کی کوئی نشانی تو باقی رہے۔ خاندان کا نام تو نہ مٹے۔

عباسؓ۔ بھائی کے بعد جینا بے کار ہے۔

سعد۔ ماہین لحد ساتھ برادر نہیں جاتا
بھائیؑ کوئی بھائی کیلئے مر نہیں جاتا

عباسؓ بھائی کے لیئے جی سے گذر جاتا ہے بھائی
جاتا ہے برادر بھی جدھر جاتا ہے بھائی

کیا بھائی ہو تینوں ہیں تو ڈر جاتا ہے بھائی
آنچ آتی ہے بھائی پہ تو مر جاتا ہے بھائی

سعد۔ آپ سے تو خلیفہ کو کوئی دشمنی نہیں۔ آپ ان کی بیعت قبول کر لیجئے۔ آپ کی ہر طرح بھلائی ہوگی۔ جو رتبہ چاہیں گے وہ آپ کو مل جائیگا۔ اور آپ حضرت علی کے جانشین سمجھے جائیں گے۔

عباسؓ۔ جب حسینؑ جیسے صلح پسند آدمی کو جنہوں نے کبھی غصّے کو پاس آنے نہیں دیا۔ جنگ پر کبھی سبقت نہیں کی اور انہوں نے آج بھی مجھ سے تاکید کر دی تھی کہ راہ نہ ملے تو دریا پر نہ جانا۔ تو مَیں جو ان اوصاف میں سے ایک بھی نہیں رکھتا۔ کس طرح تمہاری باتیں مان سکتا ہوں۔

سعد۔ تمہیں اختیار ہے۔

شمر۔ ٹوٹ پڑو۔ ٹوٹ پڑو۔

(ایک سپاہی پیچھے سے آکر تلوار مارتا ہے۔ جس سے حضرت عباسؓ کا داہنا ہاتھ کٹ جاتا ہے۔ عباسؓ بائیں ہاتھ میں تلوار لے لیتے ہیں۔)

شمر۔ ابھی ایک ہاتھ باقی ہے۔ جو اسے گرا دے اُسے ایک لاکھ دینار انعام ملے گا۔

(چاروں طرف سے زخمی سپاہیوں کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ حضرت عباسؓ صفوں کو چیرتے۔ سپاہیوں کو گراتے۔ حضرت امام حسینؑ کے خیمے کے سامنے پہنچ جاتے ہیں

اتنے میں ایک سپاہی تلوار سے ان کا بائیاں ہاتھ بھی گرا
دیتا ہے۔ شمر ان کی چھاتی میں بھالا چبھو دیتا ہے۔ حضرت
عباس رضؓ مشک کو دانتوں سے پکڑ لیتے ہیں۔ تب سر پر
ایک گرز پڑتا ہے اور جناب عباس گھوڑے سے گر پڑتے
ہیں۔)

عباس رضؓ ۔ (چلا کر) بھیّا تمہارا غلام اب جاتا ہے۔ اُس کا آخری
سلام قبول کرو۔

(حسینؑ خیمے سے باہر نکل کر دوڑے ہوئے آتے ہیں اور حضرت
عباس رضؓ کے پاس پہنچکر انہیں گود میں اٹھا لیتے ہیں۔)

حسینؑ ۔ آہ! میرے پیارے بھائی۔ میرے قوت بازو۔ تمہاری موت
نے کمر توڑ دی۔ ہائے اب کوئی سہارا نہیں رہا تمہیں اپنے پہلو میں دیکھتے
ہوئے مجھے وہ بھروسہ ہوتا تھا جو بچے کو اپنی ماں کے گود میں ہوتا ہے۔
تم میرے پشت پناہ تھے۔ ہائے اب کسے دیکھ کر دل کو ڈھارس ہوگی
آہ! اگر تم کو اتنی جلد رخصت ہوتا تھا تو پہلے مجھی کو مر جانے دیتے۔ میں
نے تمہیں اب تک اس طرح بچایا تھا جیسے آندھی میں کوئی چراغ کو
بچاتا ہے۔ پر قضا سے کچھ بس نہ چلا۔ ہائے میں پانی لینے کیوں نہ گیا۔
خیر بھیّا اتنی تسکین ہے کہ پھر ہماری تم سے جلد ملاقات ہوگی۔ اور
ہم قیامت تک جدا نہ ہوں گے۔

چھٹا سین

(دوپہر کا وقت حضرت حسینؑ اپنے خیمے میں کھڑے ہیں۔
زینب۔کلثوم۔سکینہ۔شہربانو سب انہیں گھیرے ہوئے
ہیں۔)

حسینؑ۔ زینب۔ عباس کے بعد علی اکبر سے دل کو تسکین رہتی تھی۔ اب کسے دیکھ کر دل کو ڈھارس دوں۔ ہائے میرا جوان بیٹا تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ کس شان سے میدان جنگ میں گیا تھا۔ کتنا خوش مزاج ہمت کا دھنی! زینب! میں نے اس کو کبھی اداس نہیں دیکھا۔ ہمیشہ مسکرایا کرتا تھا۔ مگر میں رونا کیوں ہوں۔ اچھا اگر اب یہ آنکھیں روئیں تو ان کو نکال کر پھینک دوں گا۔ خدا کی مرضی میں رونا کیسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام قدرت مجھے تباہ کرنے ہی پر تلی ہوئی ہے۔ یہ دھوپ کہ اس کی طرف دیکھنے ہی سے آنکھیں جلنے لگتی ہیں۔ یہ جلتا ہوا ریت یہ لو کے جھلسانے والے جھونکے اور یہ پیاس۔ اس طرح زندہ جلنا تیروں اور بھالوں کے زخموں سے بھی کہیں زیادہ سخت ہے۔

(علی اصغر آتے ہیں اور بیہوش ہو کر گر پڑتے ہیں)

شہربانو۔ ہائے میرے بچے کو کیا ہوا!

حسینؑ۔ (اصغر کو گود میں اٹھا کر) آہ! یہ پھول پانی کے بغیر مرجھایا

جا رہا ہے۔ خدایا اس رنج میں اگر میری زبان سے تیری شان میں کوئی بے ادبی ہو جائے تو معاف کرنا میں اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہوں ایک کٹورے پانی کے لئے جنت سے ہاتھ دھونے کو تیار ہوں۔

(اصغر کو گود میں لئے خیمے سے باہر آ گیا)

اے ظالم قوم اگر تمہارے خیال میں میں گنہگار ہوں تو اس بچے سے تو کوئی خطا نہیں ہوئی ہے۔ اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ میں تمہارے نبی کا نواسا ہوں۔ اگر اس میں تمہیں شک ہے تو کعبہ کا ایک بیکس مسافر سمجھ لو اور اگر اس میں بھی تمہیں تامل ہو تو آخر مسلمان ہی ہوں۔ یہ بھی نہیں تو اللہ کا ایک ناچیز بندہ تو ضرور ہوں کیا میرے مرتے ہوئے بچے پر تمہیں اتنا بھی رحم نہیں آتا۔

میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ پانی مجھے لا دو   تم ان کے چلو سے اسے آپ پلا دو
مرتا ہے یہ مرتے ہوئے بچے کو جلا دو   للّٰہ کلیجے کی مری آگ بجھا دو!
جب منہ میرا تکتا ہے یہ حسرت کی نظر سے   اے ظالمو اٹھتا ہے دھواں میرے جگر سے

(شمر ایک تیر مارتا ہے جو اصغر کے گلے کو چھیدتا ہوا حسینؑ کے بازو میں چبھ جاتا ہے۔ حسینؑ جلدی سے تیر نکال دیتے ہیں، مگر تیر نکلتے ہی اصغر کی جان نکل جاتی ہے۔ حسینؑ اصغر کو لئے پھر خیمے میں آتے ہیں۔)

شہربانو۔ ہائے میرا پھول سا بچہ!

حسینؑ۔ ہمیشہ کے لئے اس کی پیاس بجھ گئی (خون سے چلو بھر کر

آسمان کی جانب اچھالتے ہوئے، ان سب بدعتوں کا گواہ خدا ہے۔ اب کون ہے جو ظالموں سے اس خون کا بدلہ لے۔

(حضرت سجاد چارپائی سے اٹھ کر لڑکھڑاتے ہوئے میدان کی طرف چلتے ہیں۔)

زینب ۔ ارے بیٹا۔ تم میں تو کھڑے ہونے کی بھی تاب نہیں۔ مہینوں سے تو آنکھیں نہیں کھولیں۔ تم کہاں جاتے ہو؟

سجّاد ۔ بستر پر مرنے سے میدان میں مرنا بہتر ہے۔ جب سب جنت کو سدھار چکے تو میں یہاں کیوں پڑا رہوں؟

حسینؑ ۔ بیٹا خدا کے لئے باپ کے اوپر رحم کرو۔ واپس آؤ۔ رسولؐ کی تم ہی ایک نشانی رہ گئے ہو۔ تمہارے ہی اوپر عورتوں کی حفاظت کا بار ہے! آہ! اور کون ہے جو اس فرض کو ادا کریگا۔ تم ہی میرے جانشین ہو ان سب کو تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ خدا حافظ۔ اے زینبؓ اے کلثوم۔ اے سکینہ تم سب میرا اسلام قبول کرو۔ کہ یہ آخری ملاقات ہے۔

(زینب روتی ہوئی حسین سے لپٹ جاتی ہے)

حسینؑ ۔ زینبؓ!

مر کر بھی نہ بھولوں گا احسان تمہارے — بیٹوں کو بھلا کون بہن بھائی پہ وارے
پیارا نہ کیا ان کو جو تھے جان سے پیارے — بس ماں کی محبت کے یہ انداز ہیں سارے
فاقے ہیں ہمیں برچھیاں کھانیکی رضا دو

بس اب یہی الفت ہے کہ جانے کی رضا دو

ہمشیرہ کا غم ہے کسی بھائی کو گوارا مجبور ہے لیکن اسد اللہ کا پیارا
رنج اور مصیبت سے کلیجہ ہے دوپارا کس سے کہوں جیسا مجھے صدمہ ہے تمہارا

اس گھر کی تباہی کے لئے روتا ہے شبیرؑ
تم چھٹتی نہیں ماں سے جدا ہوتا ہے شبیرؑ

(ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں)

یارب ہے یہ سادات کا گھر تیرے حوالے رانڈیں ہیں کئی خستہ جگر تیرے حوالے
بیکس کل ہے بیمار پسر تیرے حوالے سب ہیں مرے دریا کے گہر تیرے حوالے

(میدان کی طرف جاتے ہیں)

شمر۔ (فوج سے) خبردار۔ خبردار۔ حسینؑ آئے۔ سب کے سب سنبھل جاؤ اور سمجھ لو اب میدان تمہارا ہے۔

(حضرت حسینؑ فوج کے سامنے کھڑے ہو کر کہتے ہیں)

بیٹا ہوں علیؑ کا و نواسا رسولؐ کا
ماں ایسی کہ سب جس کی شفاعت کے ہیں محتاج
باپ ایسا صنم خانوں کو جس نے کیا تاراج
بیٹا ہوں علیؑ کا و نواسا رسولؐ کا!
لڑنے کو اگر حیدر و صفدر نہ نکلتے!
بت گھر سے خدا کے کبھی باہر نہ نکلتے
بیٹا ہوں علیؑ کا و نواسا رسولؐ کا

کس جنگ میں سینہ کو سپر کر کے نہ آئے
کس فوج کی صف زیر و زبر کر کے نہ آئے
بیٹا ہوں علیؑ کا و نواسا رسولؐ کا
ہم پاک نہ کرتے تو جہاں پاک نہ ہوتا
کچھ خاک کی دنیا میں سوا خاک نہ ہوتا
بیٹا ہوں علیؑ کا و نواسا رسولؐ کا
یہ شور اذاں کا سحر و شام کہاں تھا!
ہم عرش پہ جب تھے تو یہ اسلام کہاں تھا
بیٹا ہوں علیؑ کا و نواسا رسولؐ کا
لازم ہے کہ سادات کی امداد کرو تم
اے ظالمو اس گھر کو نہ برباد کرو تم
بیٹا ہوں علیؑ کا و نواسا رسولؐ کا

(فوج پر ٹوٹ پڑتے ہیں)

شمر۔ ارے نامردو کیوں بھاگے جاتے ہو۔ کوئی شیر نہیں ہے جو سب کو کھا جائے گا۔

ایک سپاہی۔ ذرا سامنے آ کر دیکھو تو معلوم ہو پیچھے کھڑے منہ کے آگے خندق کیا ہے۔

دوسرا۔ ارے پھر ادھر آرہے ہیں خدا بچانا۔

تیسرا۔ اُن پر تلوار چلانے کو تو ہاتھ ہی نہیں اُٹھتے۔ اُن کی صورت

دیکھتے ہی کلیجہ تھرا جاتا ہے۔

چوتھا۔ میں تو ہوا میں تیر چھوڑتا ہوں۔ کون جانے کہیں میرے ہی تیر سے شہید ہو جائیں تو عاقبت میں کون منہ دکھاؤنگا۔

پانچواں۔ میں بھی ہوا ہی میں چھوڑتا ہوں۔

شمر۔ تف ہے تم پر۔ ڈوب مرو نامردو! گھیر کر نیزوں سے کیوں نہیں وار کرتے۔

سعد۔ (شمر سے) ہمارے لئے اُنہیں گھیرنا اتنا ہی دشوار ہے جتنا چوہوں کے لئے بلی کا۔ ان کے سامنے کون ہے جس کے قدم رکیں؟ وہ یونہی قتل کرتے کرتے خود پیاس اور تکان سے بیدم ہو جائیں گے۔

شمر۔ (تیر چلا کر) کیوں بھاگتے ہو؟ کیوں اپنے منہ میں کالکھ لگاتے ہو؟ دنیا کیا کہے گی۔ اس کی بھی تمہیں شرم نہیں؟

قیس۔ ساری فوج دہل گئی ان کو اب کھڑا رکھنا مشکل ہے!

شیث۔ علیؑ کے سوا اور کسی کا یہ دم خم نہیں دیکھا۔

شمر۔ تیر چلا کر) صفوں کو خوب پھیلا دو۔ تاکہ دوڑتے دوڑتے گر پڑیں۔

حسینؑ۔ سعد اور شمر میں تمہیں پھر موقع دیتا ہوں۔ مجھے لوٹ جانے دو۔ کیوں ان غریبوں کی جان کے دشمن ہو رہے ہو؟ تمہارا میدان خالی ہو گیا تمہیں سامنے آجاؤ جنگ کا فیصلہ ہو جائے۔

سعد۔ شمر جاتے ہو؟

شمر۔ کیوں جاؤں گا۔ یہاں جان دینے نہیں آیا ہوں۔

سعد۔ میں جاؤں بھی تو لڑ نہیں سکتا۔

(حسینؑ دریا کی طرف جاتے ہیں)

شمر۔ اب اور بھی غضب ہو گیا۔ پانی پی کر لوٹے تو خدا جانے کیا کریں گے حجاج کو تاکید کرنی چاہئے کہ دریا کا راستہ نہ دے۔

(حجاج کو بلا کر)

حجاج حسینؑ کو ہرگز دریا کی طرف جانے نہ دینا۔

حجاج۔ (دل میں) یہ عذاب کیوں اپنے سر لوں۔ مجھے بھی تو قیامت میں رسولؐ ہی سے کام پڑے گا۔ (ظاہرا) جی ہاں آدمیوں کو جمع کر رہا ہوں۔

(حضرت حسینؑ گھوڑے کی باگ ڈھیلی کر دیتے ہیں پر وہ پانی کی طرف گردن نہیں بڑھاتا۔ منہ پھیر کر حسینؑ کی رکاب کو کھینچتا ہے)

حسینؑ۔ آہ میرے پیارے بیزبان رفیق تو حیوان ہو کر آقا کا اتنا خیال رکھتا ہے یہ انسان ہو کر آلِ رسولؐ کے لہو کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ خیر میں اس وقت تک پانی نہ پیوؤں گا جب تک تو نہ پی لیگا (پانی پینا چاہتے ہیں)

حجاج۔ حسینؑ تم یہاں پانی پی رہے ہو اور لشکری خیموں میں گھسے جاتے ہیں۔

حسینؑ۔ کیا تو سچ کہہ رہا ہے

حجاج۔ یقین نہ آئے تو جا کر دیکھ آیئے۔

حسینؑ۔ (دل میں) اس بیکسی کی حالت میں کوئی مجھ سے دغا نہیں کر سکتا۔ مرتے ہوئے آدمی سے دغا کر کے کیوں کوئی اپنی عزت سے ہاتھ دھوئے گا۔

(گھوڑے کو پھیر دیتے ہیں اور دوڑاتے ہوئے خیمے کی طرف آتے ہیں)
(آہ! انسان اس سے کہیں زیادہ کمینہ کورباطن ہے جتنا میں سمجھتا تھا۔ اس آخری وقت میں مجھ سے دغا کی اور محض اس لئے کہ میں پانی نہ پی سکوں۔ پھر میدان میں آکر لشکر پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ سپاہی ادہر اُدہر بھاگنے لگتے ہیں۔)

شمر۔ (تیر چلا کر) تم میرے ہی ہاتھوں مروگے)
(تیر حضرت حسینؑ کے منہ میں لگتا ہے اور وہ گھوڑے سے گر پڑتے ہیں۔ پھر سنبھل کر اٹھتے ہیں اور تلوار چلانے لگتے ہیں)

سعد۔ شمر تمہارے سپاہی حسینؑ کے خیموں کی طرف جا رہے ہیں یہ مناسب نہیں ہے۔

شمر۔ عورتوں کی حفاظت کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔

حسینؑ۔ (داڑھی سے خون پونچھتے ہوئے) سعد اگر تمہیں دین کا خوف نہیں ہے تو انسان تو ہو۔ تمہارے بھی تو عیال و اطفال ہیں۔ ان بدمعاشوں کو میرے خیموں میں آنے سے کیوں نہیں روکتے؟

سعد۔ جب تک میں زندہ ہوں آپ کے خیمے میں کوئی نہ جا سکے گا۔

(خیموں کے سامنے جا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔)

زینبؓ۔ (باہر نکل کر) کیوں سعد حسینؑ اس بیکسی سے مارے جائیں اور تم کھڑے دیکھتے رہو؟ مال اور دنیا تم کو اِس قدر پیاری ہے!

(سعد منہ پھیر کر رونے لگتا ہے۔)

شمر۔ تف ہے تم پر اے جوانو! ایک پیادہ بھی تم سے نہیں مارا جاتا! تم اب ناحق ڈرتے ہو۔ حسینؑ میں اب جان نہیں ہے۔ اُن کے ہاتھ نہیں اُٹھتے پیر تھرا رہے ہیں۔ آنکھیں جھپکی جاتی ہیں۔ پھر بھی تم ان کو شیر سمجھ رہے ہو۔

حسینؑ۔ (دل میں) معلوم نہیں میں نے کتنے آدمیوں کو مارا اور اب بھی مار سکتا ہوں۔ پر ہیں تو یہ میرے نانا ہی کی ہیں تو یہ سب مسلمان ہی پھر انہیں کس لِئے ماروں؟ اب کس کے لِئے زندہ رہوں؟ ہائے اکبر!

کس سے کہیں جو خونِ جگر ہم نے پیا ہے
بعد ایسے پسر کے بھی کہیں باپ جیا ہے

ہائے عباسؓ۔ ہائے عباسؓ

عباسؓ غش آتا ہے ہمیں پیاس کے مارے
الفت ہمیں لے آئی ہے پھر پاس تمہارے

اس سوکھے ہوئے ہونٹھوں سے ہونٹھوں کو ملا دو
کچھ مشک میں پانی ہو تو بھائی کو پلا دو

لیٹے ہوئے ہو ریت میں کیوں منہ کو چھپائے
غافل ہو برادر تمہیں کس طرح جگائے

خوش ہونگا میں آگے جو علم لیکے بڑھو گے
کیا بھائی کے پیچھے نہ نماز آج پڑھو گے

لڑتے لڑتے شام ہو گئی۔ ہاتھ نہیں اُٹھتے۔ آخری نماز پڑھ لوں

کاش نماز پڑھتے ہوئے سر کٹ جاتا تو کتنا اچھا ہو جاتا
(حسینؑ نماز میں جھک جاتے ہیں اشعث پیچھے سے آکر ان کے کندھے پر تلوار چلاتا ہے۔ حسینؑ اٹھتے ہیں اور پھر گر پڑتے ہیں۔ فوج میں سناٹا چھا جاتا ہے۔ سب کے سب انہیں گھیر لیتے ہیں)

شمر۔ خلیفہ یزید نے حضرت حسینؑ کا سر مانگا تھا کون یہ فخر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(ایک سپاہی آگے بڑھ کر تلوار چلاتا ہے۔ مسلم کی چھوٹی لڑکی دوڑی ہوئی خیمے سے آتی ہے اور حسینؑ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ دیتی ہے۔)

نسیمہ۔ او خبیث کیا تو میرے چچا کو قتل کرے گا؟

(تلوار نسیمہ کے دونوں ہاتھوں پر پڑتی ہے۔ اور ہاتھ کٹ جاتے ہیں۔)

(شبیث تلوار لیکر آگے بڑھتا ہے اور حسینؑ کا منہ دیکھتے ہی تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔)

شمر۔ کیوں تلوار کیوں ڈالدی۔

شبیث۔ اُنہوں نے جب آنکھیں کھولکر مجھے دیکھا تو معلوم ہوا کہ رسولؐ کی آنکھیں ہیں۔ میرے ہوش اڑ گئے۔

قیس۔ میں جاتا ہوں۔

(تلوار لیکر جاتا ہے۔ تلوار ہاتھ سے گر پڑتی ہے اور الٹے قدم

کانپتا ہوا لوٹ آتا ہے۔)

شمر۔ کیوں تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

قیس۔ یہ حسینؑ نہیں خود رسول پاک ہیں۔ رعب سے میرے ہوش غائب ہو گئے یا خدا جہنم کی آگ میں نہ جلائیو۔

شمر۔ ان کی موت میرے ہاتھوں لکھی ہے۔ تم سب دل کے بودے ہو۔

(تلوار لے کر حضرت حسینؑ کے سینہ پر چڑھ بیٹھتا ہے۔)

حسینؑ (آنکھیں کھولتے ہیں اور اس کی طرف دیکھتے ہیں)

شمر۔ میں ان بزدلوں میں نہیں ہوں جو تمہاری نگاہوں سے دہل اُٹھتے تھے۔

حسینؑ۔ تو کون ہے؟

شمر۔ میرا نام شمر ہے۔

حسینؑ۔ مجھے پہچانتا ہے۔

شمر۔ خوب پہچانتا ہوں۔ تم علیؑ اور فاطمہؑ کے بیٹے اور محمدؐ کے نواسے ہو۔

حسینؑ۔ یہ جان کر بھی تو مجھے قتل کرتا ہے۔

شمر۔ مجھے جنّت سے جاگیریں زیادہ پیاری ہیں۔

(تلوار مارتا ہے حضرت حسینؑ کا سر جدا ہو جاتا ہے)

سعد۔ (روتا ہوا) شمر زیاد سے کہہ دینا مجھے رَے کی جاگیر سے معاف

کہیں شاید اب بھی نجات ہو جائے ۔
(اپنے سینے میں نیزہ چبھا لیتا ہے ۔ اور بیجان ہو کر گر پڑتا ہے ۔ کتنے ہی سپاہی ہاتھوں سے منہ چھپا کر رونے لگتے ہیں ۔ خیموں سے رونے کی آوازیں آنے لگتی ہیں)

ختم شد